إن الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم

مستقبل اسلام

یعنی

پروفیسر امبرمی کی معرکۃ الآرا تصنیف مغربی تمدن اور مشرقی ممالک

مترجمہ

مسٹر ظفر عمر بی-اے (علیگ) مصنف نیلی چھتری

بہرام کی گرفتاری - چوروں کا کلب - پولیسمین

باہتمام

عبدالرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

قیمت [illegible]

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

مستقبل اسلام

یعنی

پروفیسر وامبری کی معرکۃ الآراء تصنیف "مغربی تمدن اور مشرقی ممالک"

مترجمہ

ظفر عمر۔ بی۔ اے (علیگ)

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس صوبجات متحدہ

بار دوم

پیر سالخورده ام از چهره بی بهره این کمترین
غیر از قرابات چیزی ظاهر نمیشود
وامبری

مستقبل اسلام

فہرست مضامین

دیباچہ

باب اول

قدیم و جدید اسلام

مسلمان قومی آزادی کی حالت میں ترقی کرسکتے ہین یا یورپ کی ماتحتی مین؟ اسلامی دنیا مین اہم تبدیلیان ہونے والی ہین؟ اسلام ترقی کررہا ہے - اور اکی ترقی کا نیا دور قدیم وجدید نسلین - اہل ایشیا کا تعصب - اسلام علوم وفنون جدیدہ کا مخالف نہین ہے - یورپ کی غلط فہمی - مسلمانون کے تعصب مین کمی - تبدیلی کی مثالین - یورپ کا سفر مفتی محمد عبدہ کی مذہبی خدمات - رُوسی اور تاتاری مسلمانون کی ترقی - ترکی زبان کی اصلاح - ترقی آناث - یورپی بیگمات سے شادیان - ترکون کا شغف پالٹیکس سے - تاتاری زبان - عام تبدیلی کے آثار قومی خیالات کی اشاعت - ترکون اور عربون کا مقابلہ گذشتہ زمانہ کے مسلمان - اُن کی عمارات - مصوری - مسلمان سلاطین کی روشن خیالی - تاتاری مسلمانون مین بیداری کے آثار - تاتاری علماء کی حالت زار - روسی مسلمانون کی ترقی - روسی کوششین اسلامی ترقی کے خلاف - مسلمانون کی ترقی یقینی ہے - ۱۴-۲۹-

باب دوم

اصلاح کی راہ مین جدوجہد

کیا اسلام ترقی کا دشمن ہے؟ دقیانوسی خیالات - انسان کی جبلت مشکل سے بدلتی ہے مسلمانون کی خودداری - سید امیر علی کی تصانیف - ترقی کی راہ مین مشکلات - مسلمانونکی ایثار نفسی استادون کی کم توجہی - اہل یورپ کا جلب منفعت - اہل یورپ کی غلطی - افواہ م نیبر کی ماتحتی - ٹرکی کی مشکلات - ابتدائی جدوجہد - حکمرانون کی نا قابلیت - اندرونی سازشین - سلطان

باب سوم

مسلمان فرمانرواؤں کی مطلق العنانی

باب چہارم

اسلام ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے

شاہان اسلام کی مطلق العنانی علما اور مسئلہ تقدیر۔ پردہ زنان۔ مسلمانوں کی لاعلمی اسلام علم کا حامی ہے۔ یورپ مین مذہب و علم کا مقابلہ۔ ایشیا کی تنگ خیالی ایک ہندوستانی عالم کی رائے۔ جاپان اور مذہب۔ روس کے مسلمان علما۔ اسلامی دنیا مین بیداری نظر آتی ہے۔ ۷۵-۹۱۔

باب پنجم

آزادی کی بیداری

مسلمانون کا صبر۔ سلاطین ظل اللہ ہونے کی وجہ سے احترام و تعظیم کے مستحق سمجھے جاتے ہین۔ آزادی کی تمنا مسلمان ترقی کی صلاحیت رکھتے ہین۔ ینگ ٹرکی پارٹی۔ ابتدائی اختلاف۔ ترکون کا پہلا پارلیمنٹ۔ ممبرون کی پُرمغز تقریرین۔ پارلیمنٹ کی شکستگی۔ سلطان عبدالحمید خان کی فروگذاشتین۔ نوجوان ترکون کی ترقی۔ آزادی کا جوش تمام ترکون مین پایا جاتا ہے۔ ترکی اخبارات تاتاری مسلمانون مین بیداری۔ روسی مسلمانون کی یادداشت۔ جنوبی روس کے مسلمان اسمٰعیل بے غسپرنسکی کی محبّ قومی۔ سلطان عبدالحمید خان کا دائرہ ترقی۔ اُن کے اختلاف کی وجہ۔ اعلیٰ طبقہ کے ترکون مین آزادی کی ترقی۔ ترک حالات زمانہ سے بے خبر نہین ہین۔ کردستان۔ ایران مین اصلاح جدید۔ بابی مذہب۔ شیخ بھائی کے خیالات۔ انگلستان کی مثال۔ شیخ بھائی کا اعلیٰ رتبہ۔ ایران مین بیداری کے آثار۔ ایرانیون کا جوش۔ انسانیت کے تمام اصولون کا منبع اور مرکز اسلام ہے۔ اسلام اور بدعت۔

ایران مین بہ نسبت ٹرکی کے زیادہ مشکلات ہین - علما کی قوت - ۹۲-۱۲۲

باب ششم

مغربی تمدن کا اقرار

قدیم و جدید خیالات - مسئلہ تقدیر - مغرب کی برتری کا اقرار - آزادی کی برکتین غیر اسلامی ممالک کی ترقی - مراکش کی حالت - مصر مین انگریزی اقتدار باعث خیر و برکت ہے - ایران کی حالت - تدابیر ترقی - مغربی تمدن اختیار کرنا ناگزیر ہے اتحاد عثمانی - اتحاد ٹرکی - ترکون اور عربون کا مقابلہ - پین اسلام ازم کی کامیابی دشوار ہے - مسلمانون کی غیرت اتحاد اسلامی کی تاریخ - حجاز ریلوے - سلطان ٹرکی کا اثر - اتحاد اسلامی کی ناکامیابی - اتحاد اسلامی خطرناک نہین ہے -

۱۲۳-۱۳۸ -

باب ہفتم

اسلام کی آیندہ پولٹیکل حالت

مسلمانون مین اصلاحی تحریک کی سست رفتاری - اسلامی لیڈرون کے شبہات - یورپ کی جبریہ مداخلت ناگزیر ہے - اسلامی ممالک اپنے خود مختاری قایم نہین رکھ سکتے - مسلمانون کا اختلاف عیسائی سلطنتون سے - مسلمانان ہند کا تعصب، ٹرکی اور انگریزی رعایا مین فرق - اسلامی بادشاہون کا برتاو رعایا کے ساتھ - اسلامی دنیا کو سکون کس طرح حاصل ہو سکتا ہے - ٹرکی مین اہل

یورپ کی بیجا مداخلت خودغرضی اور تعصب پر مبنی ہے یورپ کی عدم واقفیت اور خودستائی۔مسلمان ضدی اور متعصب نہین ہین۔ہندوستان کی مثال۔مسلمان جدید علوم و فنون کے اکتساب کی قابلیت رکھتے ہین۔روسی مسلمانون کی علمی ترقی۔مسلمان بیگمات۔مسلمانون کی مشکلات۔مسئلہ خلافت الادنیٰ سلطنت ٹرکی کے ترقی و تنزل کے اسباب۔رعایا کی بوقلمونی اور مخاصمت یورپ ٹرکی کی موت کا انتظار کر رہا ہے۔ٹرکی کی مشکلات۔اُس کا اقتدار ایشیا ہین۔یورپ یا بدھنا سیٹنے کی پالیسی مغربی اقوام کی رقابت، ٹرکی کے تنزل کا ذمہ دار یورپ ہے ترک رہنمائی کی قابلیت رکھتے ہین۔ترکون کی برتری۔ایران کا مستقبل۔فرمانروادن کی لوٹ کھسوٹ ایران کی قسمت روس اور انگلستان کے ہاتھ مین ہے۔شیعون اور سنیون کی رقابت۔اتحاد مابین ٹرکی و ایران افغانستان کی حالت۔امیر عبدالرحمن خان کی اصلاحات۔جنگی قوت۔اسلام کی پولٹیکل آزادی برباد ہوکر رہے گی۔۱۳۹۔۱۶۰۔

باب ہشتم

ہلال اور صلیب

کیا مسلمان یہودیون کی طرح بےخانمان ہوجائینگے۔مسلمان اسپین و سسلی کی مایوسی بخش مثالین۔کریمیا اور روس کے مسلمان۔ہجرت کے اسباب۔یورپی ٹرکی کے مسلمان ایشیا مین مسلمانون کا جتھا۔اناطولیہ مین عیسائیون کے منصوبے۔شام و عرب مین اہل یورپ کی مداخلت۔

ایران و دیگر ممالک اسلامیہ۔ عیسائیت بمقابلہ اسلام۔ افغانستان مین مذہبی
جوش۔ افغانستان کی سیاسی حالت۔ ہندوستانی مسلمان۔ علیگڈھ کالج
چینی مسلمانون کا اقتدار۔ اُن کا درجہ بہ حیثیت ثالث کے روسی خطرہ۔
روس مین مسلمانون کو حریت کامل حاصل نہیں ہوسکتی۔ مسلمانون کی روسی
حالت۔ ہندوستانی مسلمانون کی ترقی۔ مسلمانون اور یہودیون کا مقابلہ
مسلمان کس طرح ترقی کرسکتے ہین۔ ٹرکی کی ضروریات ہندوستان و مصر کی
ترقی انگریزی سلطنت کی برکتین۔ علوم قدیم وجدید۔ اہل مصر کی دماغی ترقی
مسلمان رہنما۔ روس مین مسلمان لیڈر۔ اسلامی ترقی کی رفتار روکنا ناممکنات
سے ہے۔ مسلمانون کی ترقی یقینی ہے۔ ۱۶۱ - ۱۸۱ -

باب ششم
یورپی قوتین اسلامی ایشیا مین

پولٹیکل بحث کی ضرورت۔ یورپ اور تسخیر ممالک۔ اسلامی ممالک کے
حصے بخرے۔ روس کے منصوبے۔ انگریزی اقتدار کی حدود انگلستان کے
ارادون کے متعلق غلط فہمی۔ شریف مکہ کی زیادتیان جرمنی کے ارادے۔
اہل ایشیا کے ارادے جرمن اقتدار اناطولیہ مین یورپی اقوام کے تعلقات۔
یورپی اقتدار اور افلاس۔ اہل ایشیا یورپ کی اتالیقی کے محتاج ہیں۔
یورپ کا فرض۔ یورپ کا اقتدار کب تک رہے گا ۱۸۲ - ۱۹۵ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یورپ کے زندہ مصنفین میں سے کسی شخص کو ممالک اسلامی کے حالات سے اتنی واقفیت نہین ہے جتنی پروفیسر وامبری کو ہے۔ پروفیسر موصوف ملک ہنگری کے باشندے اور مشہور مستشرق ہین[1]۔ دریائے ڈینوب کے جزیرہ شُٹ کے ایک گاؤن مین ۹ ۲ر مارچ ۱۸۳۲ء کو غریب گھر پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر تک گانون کے مکتب مین تعلیم پائی۔ پیدایشی لنگ کی وجہ سے بیساکھیون کے سہارے چلتے تھے۔ شروع ہی سے وامبری کو زبانون کے سیکھنے کی طرف خاص رجحان تھا، لیکن عُسرت نے تعلیم چھوڑنے پر مجبور کیا۔ کچھ دنون ایک درزی کے کارخانہ مین شاگردی کرکے ایک سرائے دار کے بیٹے کو پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد پریس برگ کے دارالعلوم مین داخل ہوگئے اور بسر اوقات کے لیے نہایت ادنیٰ اُجرت پر لڑکون کو پڑھانے لگے۔ تحصیل علوم کا اِس قدر شوق تھا کہ ۱۶ سال کی عمر ہی مین ہنگری، لاطینی، فرانسیسی، اور جرمنی زبانون مین بخوبی مہارت پیدا

---

[1] دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۲۳ صفحہ ۶۲۳ نیز "اسٹوری آف مائی اسٹرگلس" یا "میرے جد وجہد کا افسانہ" مصنفہ پروفیسر وامبری۔ مترجم

کر لی اور انگریزی اردو ''ادر سروی زبانین بھی سیکھنا شروع کر دین۔

۲۰ سال کی عمر مین ترکی زبان مین خاصی دستگاہ حاصل کر لی اور قسطنطنیہ پہونچکر کسی دار العلوم مین یوروپین زبانون کے معلم مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حسین دائم پاشا کے بچون کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اور پھر اپنے دوست اور محسن ملا احمد آفندی کی مدد سے ترکی گورنمنٹ کی ملازمت مین داخل ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے فواد[1] پاشا کے سکرٹری ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ قسطنطنیہ کے چھ سال کے قیام مین علاوہ دیگر تالیفات کے جرمن ترکی زبان کی کتاب اللغات شائع کی پروفیسر موصوف نے قسطنطنیہ مین رہکر ۲۲ مختلف مشرقی زبانین سیکھین اسکے بعد وہ ممالک اسلامی کی سیاحت کی غرض سے طہران روانہ ہوئے درویشون کا ایک قافلہ مکہ سے واپس آتا تھا پروفیسر وامبری بھی درویش کا بھیس بدل کر قافلہ مین شامل ہو گئے اور عرصہ تک ایشیا کے ریگستان کی خاک چھانتے پھرے۔ اس ہیئت کذائی سے اُنھون نے امیر خیوا سے دو مرتبہ ملاقات کی اور پھر سمرقند جا پہونچے۔ یہان کے امیر کو شبہ ہوا لیکن رشید آفندی (وامبری کا مصنوعی نام) نے تمام سوالات کا عمدگی سے جواب دیا آدھ گھنٹہ کی جرح کے بعد امیر کو اطمینان ہوا اور انعام دیکر رخصت کیا۔ ہرات پہونچکر درویشون سے مفارقت کی اور طہران واپس آئے۔ طرابزند اور ارض روم ہوتے ہوئے سنہ ۱۸۶۴ء مین قسطنطنیہ پہونچے۔ وامبری نے بوجہ خوف و دور اندیشی بجز مختصر یادداشت

قیام قسطنطنیہ

سیاحت

[1] وزیر خارجہ ترکی سنہ ۱۸۵۳ء مترجم

کے دوران سفر مین کوئی سفر نامہ نہین لکھا۔ لیکن وسط ایشیا کے چشم دید واقعات
اور وہان کی سیاسی اور معاشری حالات کا ایسا گہرا نقش اُنکے لوح دل پر
کندہ تھا کہ اُنھون نے انگلستان پہونچکر اپنا سفر نامہ شایع کیا۔ سادگی بیان
اور تسلسل مضامین ہی اُسکی صداقت کے ثبوت کے لیے کافی ہین۔ انگلستان
کے علاوہ دیگر یورپی ممالک مین بھی اُنکے حالات سفر نے بڑی دلچسپی پیدا کی
اور ایشیائی مسائل پر نئی روشنی ڈالی۔ خصوصًا سلطنت روس کے منصوبون
اور حکمت عملی کو وضاحت کے ساتھ ظاہر کیا۔

پروفیسر وامبری مشرق و مغرب کے اِس طویل و عریض سفر کے بعد
بالآخر وطن مالوف مین پہونچے جہان تمام قوم نے بڑی قدر و منزلت کی،
اُنھون نے بُڈاپسٹ کی یونیورسٹی مین معلم السنۂ مشرقیہ کا عہدہ قبول کیا،
پروفیسر وامبری نے متعدد کتابین تالیف کی ہین اور اس کبر سنی کے ایام
مین بھی وہ دنیا کو اپنے فیضان علم سے فائدہ پہونچا رہے ہین۔ یورپ کے
مختلف رسائل اور اخبارات مین پروفیسر وامبری کے مضامین مشرقی مسائل پر
اب بھی بڑی دلچسپی اور قدر کی نگاہ سے پڑھے جاتے ہین۔

اس نامور مصنف اور سیاح نے حال مین ایک کتاب[1] "مغربی
تمدن مشرقی ممالک مین" شایع کی ہے۔ پروفیسر موصوف کی سابقہ
تصانیف دیکھ کر بعض مبصرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وامبری نے روس

[1] سنہ ۱۹۰۶ء جان مرے، لندن۔

اور انگلستان مین سے جنھون نے ایشیا مین مغربی تمدن پھیلانے کا بیڑا
اٹھایا ہے، موخر الذکر کی زیادہ طرفداری کی ہے - اِن معترضین کی رائے مین
ایشیا مین مغربی تمدن کا رواج دینے کے لیے روس زیادہ موزون ہے -
کیونکہ امور سیاسی مین اُنکے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھنے کے علاوہ یہ قوم
بلحاظ بعض خصائص قومی اور مراسم کے بھی ایشیائی قومون کے مشابہ ہے،
یہ غلط خیال عام طور پر یورپ مین پایا جاتا ہے اور اسی کی تردید کے لیے
وامبری نے یہ کتاب یعنی "مغربی تمدن مشرقی ممالک مین" شایع کی ہے -
روس و انگلستان نے اپنے قبضہ کے زمانہ مین جو جو اصلاحات اور رفاہ عام
کے کام ایشیائی ممالک مین کیے ہین اُن کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرکے دونون
قومون کے کامون اور ترقیون کا مقابلہ کیا ہے اور نیز اصلاحات جدید سے
اُس اثر کا جو روس و انگلستان کی مفتوحہ اقوام پر پڑا ہے - کیونکہ کاریگرون کی
صنعت و قابلیت کے اندازہ کا بہترین طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اُنکی مصنوعات کا
باہم مقابلہ کیا جائے - اور یہ ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے مین خصوصًا اقوام
کی اصلاح مین جس قدر نیک نیتی، قابلیت، محنت، علو ہمتی جیسے ذرایع
سے کام لیا جائے گا اُسی قدر نتیجہ زیادہ قابل وقعت پیدا ہوگا - دوسرون کو
پڑھانے سکھانے اور تربیت دینے کے لیے خود اُستاد کی اعلیٰ تعلیم
و تربیت لازمی امر ہے - پس اس لحاظ سے بھی انگلستان کو روس
پر فوقیت حاصل ہے - روس ہنوز نصف متمدن حالت مین ہے -
اگر پروفیسر موصوف نے بہ حیثیت مجموعی انگلستان کی فوقیت

روسی اور انگریزی اقوام کا مقابلہ

بمقابلہ روس کے ثابت کی ہے تو کچھ بیجا نہین ہے۔

اس کتاب کے تین حصہ ہین۔ پہلے حصہ مین اُس تمدنی اثر کا ذکر کیا گیا ہے جو روس نے ایشیا پر ڈالا ہے۔ مسلمان ناظرین کے لیے یہ حصہ نہایت پردرد اور عبرتناک ہے شمال و مغرب ایشیا اور اُس سے ملا ہوا یورپ کا حصہ مسلمان اقوام سے آباد ہے۔ روسیون نے مسلمانون کے ممالک ہی پر قبضہ کرنے پر اکتفا نہین کیا بلکہ اُنھون نے مسلمان مفتوحین پر روسی اثر ڈالنے کے لیے نہایت حقارت آمیز اور جابرانہ طریقے استعمال کیے ہین۔ روسی سپاہیون کے قدم بہ قدم اُنکے پادری اِن ممالک مین داخل ہوئے اور برخلاف برٹش گورنمنٹ کے سلطنت روس نے اپنی رعایا کے عیسائی بنائے جانے مین ہر قسم کی امداد دی ہے۔ جب پادریون کی کوشش خاطرخواہ کامیاب نہ ہوئی تو صدہا مسلمان بزور شمشیر عیسائی بنائے گئے مشہور روسی مورخ ولی می نوف زرنوف اپنی تاریخ شاہان روس کی جلد اول مین حسب ذیل تحریر کرتا ہے:—

"جون ۱۵۴۵ء مین شاہ علی کے ۳۰ ہمراہی تبدیل مذہب سے انکار کرنے پر قیدخانہ بھیجے گئے بعدہٗ اُنکی گردنین ماری گئین۔ اِن مین ۷ بچے بھی تھے جنکا روز روشن مین گلا گھونٹا گیا اور جنھین رات کو دریا مین پھینکدیا گیا۔ آٹھ آدمی کئی روز تک قیدخانہ مین رہے اور بالآخر تلوار کے گھاٹ اوتارے گئے" آگے چلکر یہی مورخ لکھتا ہے کہ گرانڈ ڈیوک آئے وَن نے غصہ کی حالت مین ۸۰ تاتاریون کو قید کردیا۔ ۵ دن مین جملہ قیدی راہی ملک بقا ہوئے ٹکر ایک

بھی اپنا مذہب تبدیل نہ کیا - اسی طرح شہر میکوٹ مین ۷۰ - آدمی قتل کیے گئے اور صرف ایک تاتاری مسلمان نے مذہب مقدس اختیار کیا پہلا نام اس آدمی کا حسن تھا ، بپتسمہ کے بعد اُس کا میکائیل نام رکھا گیا - اس موقع پر ۳۴ عورتین اور ۲۶ بچے نو وارد مین اور ۵۵ عورتین اور بچے میکوٹ مین جبریہ عیسائی بنائے گئے ،، خود روسی مورخین کے بیان سے اُن مصائب کا اندازہ ہوسکتا ہے جو مسلمان مفتوحین کو روسی حکومت کے ہاتھ سے پہونچین اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھون مسلمان ہجرت کر کے سلطنت ٹرکی کے مختلف حصص مین آباد ہو گئے چنانچہ یہ سلسلہ ابتک جاری ہے اور صدہا خاندان ہر سال اپنے پیارے مذہب کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے آبائی ملک کو چھوڑ کر ٹرکی مین پناہ گزین ہوتے ہین ؀ -

یہ سچ ہے کہ وسط ایشیا مین جو خانہ جنگیان اور کشت وخون مسلمان خاندانون مین ہوتے رہتے تھے روس کے زبردست ہاتھ نے اُن کا خاتمہ کر دیا اور رعایا کو امن ، اور ایک حد تک آزادی حاصل ہوئی لیکن اس امن وآزادی سے جو فوائد اُن ممالک کو پہونچنے چاہیے تھے اُنکے حاصل نہ ہونیکا بڑا سبب یہی ہے کہ روس کی ہٹ دھرمی اور بیجا سختی سے مسلمان رعایا اسقدر متنفر اور خائف ہو گئی ہے کہ لوگ اپنے بچون کو روسی مدارس مین بھیجنے سے پرہیز کرتے ہین اور ہر ایک مغربی اصلاح اور ترقی کو شک اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین - آزادی کا یہ اثر تو البتہ ہوا ہے کہ مسلمانون مین شرابخواری اور حرام کاری کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے

مسلمان بے روک ٹوک قمارخانوں اور کسبی خانوں میں جاتے ہیں۔ اسلامی سوسائٹی کا جو زبردست اثر روسی اقتدار سے پہلے عیوب اور بدکاری کو روکتا تھا وہ روز بروز زائل ہوتا جاتا ہے۔

فاتح قوم کا تکبر اور نخوت لابدی؛ اور ایک حد تک قابل معافی امر ہے۔ لیکن روسیوں کے تکبر اور نخوت کی کوئی حد نہیں ہے۔ ادنیٰ ترین روسی اپنے آپ کو مسلمان شاہزادوں اور شرفاء سے بڑھکر سمجھتا ہے۔ اور اگر کوئی شامت کا مارا مسلمان کسی روسی کے راستہ میں آجائے اور سامنے سے نہ ہٹ جاسے تو چابک یا دستی چھڑی سے مار کھائے۔ ایک یورپی عالم جو سالہا سال تک تاشقند کے دارالعلوم میں مدرس رہ چکا ہے زار روس کی سالگرہ ۱۸۹۶ء کا ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر کرتا ہے:۔

"پادریوں کا جلوس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ میدان میں پہونچا جسکے وسط میں نائب سلطنت کے لیے اونچا چبوترہ بنایا گیا تھا چاروں طرف تماشائیوں کا ہجوم تھا میں بھی ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر تماشا دیکھنے لگا۔ باجوں کی آواز اور قومی راگ دور سے سنائی دیتے تھے۔ یکایک روسی ایشیائی باشندوں پر ٹوٹ پڑے معزز اور معمر آدمیوں کے سر سے عمامہ اوتار اوتار کر نہر میں پھینکنے لگے اور پھر آدمیوں کو بھی ڈھکیل دیا۔ بیچارے مسلمان کیچڑ پانی اور شرم سے

آلودہ ہو کر عیسائیون کے شہر سے باہر بھاگے مگر دو ایک لات گھونسے
کی مار پڑ ہی گئی یہ دیکھکر مجھسے نہ رہا گیا اور بے اختیار مین نے
سوال کیا "کیا تم عیسائی ہو اور صلیب مقدس کے سایہ تلے ایسی
حرکتین بجا لاتے ہوئے" مگر اس نقارخانہ مین طوطی کی آواز
کون سنتا - البتہ ایک افسر نے جو بہ نسبت دوسرون کے زیادہ
تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا کہا "کیا تم خدائی فوجدار ہو" - اور
ہنسکر اپنی راہ چلا گیا - دوسرے روز اس جشن کے متعلق
جو سرکاری رپوٹ اخبارات مین شایع ہوئی اُس کا مضمون
یہ تھا کہ تمام شہر مین بڑی چہل پہل رہی، روسی اور دیسیون کے
غول کے غول شادمانی کے نعرے بلند کرتے ہر چہار طرف
نظر آتے تھے شہنشاہ روس کی جشن سالگرہ کی بدولت
اُس اتحاد اور یگانگت کے اظہار کا بخوبی موقع ملا جو روسیون
اور رعایا کے درمیان پائی جاتی ہے"

اس طرز عمل کے سامنے اگر روس کے مسلمان باشندے اپنے آپکو روسیونکی
صحبت و اُنکے مدارس اور مجالس سے بالکل علیحدہ رکھین اور ہر ایک مغربی
چیز سے جو روسیونکے ذریعہ اُن تک پہونچائی جائے خواہ وہ سودمند ہی کیون نہو
تنفر کرین تو اُنکی حالت قابل معافی ہے - جو یوروپین مسلمانون پر اُن کی
اقبال مندی کے زمانہ مین تعصب اور غیر رواداری کا الزام لگاتے ہین اُنکو
چاہیے کہ ایشیا مین مغربی تمدن کی شمع دکھانے والون یعنی روسیون کے برتاؤ پر

نظر ڈالیں۔ اگر مسلمان اسپر فخر کریں کہ اپنے عروج کے زمانہ میں انھون نے اقوام مفتوحہ کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا برتاؤ کیا تو بیجا نہیں ہے۔

روسی گورنمنٹ کی پالیسی یہ ہے کہ مفتوحین کو جس طرح ہو سکے روسی قومی زندگی کے رنگ مین رنگ دیا جائے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے سرکاری مدارس مین صرف روسی زبان کی تعلیم ہوتی ہے۔ جس قدر رفاہ عام کے کام کیے جاتے ہین اُن سب مین یہی مدنظر ہوتا ہے۔ ریلین ملک مین اس لیے نہین نکالی جاتین کہ تجارت اور تہذیب کو ترقی ہو۔ بلکہ اس لیے کہ روسی قوم کی نقل و حرکت مین آسانی ہو اور روسی باشندے جو بکثرت ہرسال یورپ سے آکر نوآبادیان قایم کرتے ہین، فائدہ حاصل کرین۔ کریمیا اور جنوبی والگا کے اضلاع مین روسیون کو ایک حد تک اس مقصد مین کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن وسط ایشیا مین جہان مسلمانون کی آبادی بہت زیادہ ہے اور اسلامی ممالک ٹرکی اور ایران مین لوگون کی آمد و رفت بسبب قرب کے زیادہ رہتی ہے، روسیون کو اپنے مقصد مین کامیاب ہونا مشکل ہے۔ مسلمانون کو مذہب اور قومی زندگی جان سے زیادہ پیاری ہے۔ تاریخ مین مثالین پائی جاتی ہین کہ وحشی اور جاہل قومین بھی بہت مشکل سے اپنی قومی زندگی برباد کرنا گوارا کرتی ہین، تو کیا مسلمان اپنے مذہب اور قومی زندگی کو آسانی کے ساتھ قربان کر دینگے؟ جو لوگ یہ دعوے کرتے ہین کہ روس بوجہ نصف ایشیائی قوم ہونے کے اہل ایشیا کو تمدن اور تہذیب کی شاہراہ پر لانے کے لیے بہ نسبت انگلستان یا کسی دیگر یورپی قوم کے زیادہ

موزون ہے وہ اصل واقعات اور تازہ حالات سے ناواقف ہین پروفیسر وامبری جنہون نے پچاس سال اسلامی ممالک کی سیاحت اور مسلمانونکی تاریخ کے مطالعہ مین صرف کیے ہین نہایت وثوق کے ساتھ یہ راے ظاہر کرتے ہین کہ اہل روس اس کوشش مین کبھی کامیاب نہین ہوسکتے کہ مسلمانون کی قومی زندگی کو برباد کرکے اُنھین اپنے رنگ مین رنگ لین، اگر کامیابی حاصل بھی ہوئی تو اسکے لیے صدیان درکار ہین - افسوس ہے کہ مغربی علوم وفنون سے مسلمان جو فائدہ روسی قبضہ کے زمانے مین حاصل کرتے اُس سے بوجہ اپنے تنفر کے محروم ہین ؂

روس کامیاب نہین ہوسکتا

کتاب کے دوسرے حصہ مین پروفیسر وامبری نے مغربی تمدن کے اُس اثر کا بوضاحت بیان کیا ہے جو بذریعہ انگلستان ایشیا مین پھیل رہا ہے - یہ حصہ دراصل اُس حیرت انگیز انقلاب کا کارنامہ ہے جو ڈیڑھ سو برس مین انگریزون نے ہندوستان مین پیدا کیا ہے - تجارتی - تعلیمی، معاشرتی اور دماغی ترقی پر انگریزی حکومت کا جو اثر اقوام ہند پر عموماً اور اہل اسلام پر خصوصاً پڑا ہے وہ ہماری آنکھون کے سامنے ہے - پروفیسر موصوف نے بے تعلق مبصر کی حیثیت سے انگریزی حکومت اور اقوام ہند کی حالت پر جو تنقیدی نظر ڈالی ہے وہ نہایت دلچسپ مطالعہ ہے - اسمین سرسید علیہ الرحمۃ کی بیش بہا مساعی اور اُنکے نتائج کا بیان نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے جیساکہ ہم شروع میں کہہ آئے ہین - مولف نے انگریزی حکومت کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے جابجا روسی حکومت کے طرز عمل سے مقابلہ کیا ہے اور بالآخر

دوسرا حصہ

اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ انگریزی تمدن کا اثر سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے
اور بہ نسبت روسی تمدن کے اُسکی بنیاد زیادہ مستحکم اور پائدار ہے ؀

ہندوستانی مسلمانون کی وفاداری روز روشن کی طرح مسلم ہے، اور تجربہ کی
کسوٹی پر آزمائی جا چکی ہے - انگریزی سلطنت کی قوت اور نیک نیتی کی بابت
جو کچھ پروفیسر وامبری نے ان اوراق مین بیان کیا ہو اُس سے مسلمان ہند
سر سید علیہ الرحمۃ کی تحریرون اور تقریرون کی بدولت بخوبی واقف
ہو چکے ہین - اور اُس دار العلوم علیگڈھ کی در و دیوار سے جسے قومی ٹکسال
کہنا چاہیے ہر وقت انگریزی قوم کی برتری اور اُسکی سلطنت کی برکتون کی
صدا مسلمانون کے کانون مین پہونچکر دل پر نقش کرتی ہے[1] ؀

اس کتاب مین مغربی تمدن کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر موصوف
کا روئے سخن زیادہ تر مسلمانون کی طرف رہا ہے - اور چونکہ اسلامی تاریخ
و ادب اور اسلامی معاشرت ابتدائے عمر سے اس نامور عالم کی جولانگاہ رہی
ہین اور زمانہ قیام ٹرکی و دیگر ممالک اسلامیہ مین خود اُنھین اسلامی تمدن کے

---

[1] ۱۹۱۲ء سے جبکہ ٹرکی اور اٹلی سے جنگ شروع ہوئی ایسے واقعات عالم اسلام
مین پیش آئے اور انگریزی امیرون نے ایسی غلطیان کین کہ ہندوستانی مسلمانون کے مسلمہ
وفاداری کی بنیاد ہلا گئی - سلطنت ٹرکی کا انگریزون کے خلاف جنگ مین شریک ہونا اور بعد
اختتام جنگ ٹرکی کے ساتھ انصاف نہ ہونا ایسے افسوسناک واقعات ہین جنکی وجہ سے انگریزون
اور مسلمانون کے تعلقات ناخوشگوار ہو گئے - اور جبتک بعض انگریزی مدبرین کا رویہ اسلامی
مسائل کے متعلق نہ بدلے گا اس حالت مین تبدیلی کے آثار نظر نہین آتے -

مختلف مسائل کے حل کرنے اور مشکل گتھیوں کے سلجھانے کا موقع ملا ہے لہذا
اُنھوں نے یہ ضروری خیال کیا کہ مسلمانوں کی آیندہ حالت کا صحیح طور پر اندازہ
کیا جائے اور جو تاریکی مسلمانوں کے مستقبل پر چھائی ہوئی ہے اُس پر روشنی کی
شعاع ڈالی جائے۔ مسلمانوں کی آیندہ حالت کے متعلق جو رائے پروفیسر
موصوف نے ظاہر کی ہے اُسے نہایت وقعت اور عزت کی نظر سے دیکھنا چاہیے
اس عالم نے برسوں اسلامی ممالک میں رہکر، ہر درجہ اور مرتبہ کے مسلمانوں سے
ملاقات کی ہے اور اُنکے محسوسات اور تخیلات سے واقفیت پیدا کی ہے
علاوہ اِسکے جن اسباب نے مسلمانوں کو موجودہ پستی اور نکبت کی حالت میں
گرایا ہے اُنپر اُنھوں نے مدتوں غور کیا ہے۔ اور زمانہ حال کی ردی اور ناگفتہ بہ
حالت کے دلخراش نظارے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں۔ اسلام کے مستقبل کی
جو تصویر پروفیسر وامبری نے کھینچی وہ محض خیالی نہین ہے بلکہ واقعات سے
نتائج اخذ کیئے گئے ہین۔

مصنف کی رائے کی صحت

ہم چاہتے ہین کہ پروفیسر موصوف کی کتاب کے آخری حصہ کا اُردو ترجمہ
مسلمانانِ ہند کے سامنے پیش کرین تاکہ اُنکو مسلمانون کی عام حالت کا اندازہ
ہو سکے ہم اس حصہ کے متعلق کوئی رائے بیان نہین کرنا چاہتے۔ کیونکہ جو خاکہ
خود مصنف نے کھینچا ہے حالات موجودہ کے لحاظ سے اسلامی مستقبل کی صحیح
تصویر معلوم ہوتی ہے۔ ٹرکی اور ایران کے متعلق جن امور کی پیشین گوئی
پروفیسر وامبری نے آج سے چار برس پہلے بداپسٹ کی یونیورسٹی میں بیٹھکر اس
کتاب کے لکھتے وقت کی تھی وہ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۰۹ء مین حرف بہ حرف پوری ہوگئی

اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہین کہ عالم اسلامی کے مستقبل کے متعلق جو کچھ پروفیسر موصوف کی پیشین گوئی ہے وہ آگے چلکر صحیح ثابت ہوگی - کسی پیشین گوئی کو پورا ہوتے دیکھکر جو خوشی اور اطمینان خود پیشین گو کو ہوتا ہے اُسکی کچھ کیفیت پروفیسر دامبری کے اُس خط سے معلوم ہوگی جو اُنھون نے چند روز ہوئے ہمین لکھا ہے اور جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے -

بوڈاپیسٹ یونیورسٹی
۱۳ - جنوری سنہ ۱۹۱۰ع

جناب من

جو خیالات آپ نے میری کتاب ، اور خصوصاً اُس حصہ کی بابت ظاہر فرمائے ہین جو مستقبل اسلام سے متعلق ہے ، اُسے دیکھکر مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی - بڑی خوشی کی بات ہے کہ اسلامی دنیا کے مختلف ممالک سے آپ جیسے روشن خیال اصحاب نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے - مصنفین کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ ناظرین اُن سے اتفاق آرا کرین - ٹرکی اور ایران کے تازہ ترین واقعات نے میرے خیالات کو بالکل حق بجانب ثابت کیا ہے - اور اگر دنیا جان بوجھ کر اندھی ہونا نہین چاہتی تو وہ دیکھ لے گی کہ اسلام ، باوجودیکہ اُسکے جسم پر اُسکے سابق فرمارواؤن نے نہایت کاری زخم لگائے ہین ، مرنے والا نہین ہے - اگر آپ میری کتاب کے اس حصہ کا اُردو مین ترجمہ کرین تو مین بہت خوش ہونگا - مین اپنی جانب سے

آپ کو پوری اجازت دیتا ہون اور اپنی تصویر بھی پیش کرتا ہون
جب ترجمہ شایع ہو تو مجھے بھی ایک نسخہ عنایت کیجیے -

نیاز مند

وامبری

ہم پروفیسر وامبری کی تصویر سے اس کتاب کے سرورق کو زینت دیتے ہین ہز ہائنس سر آغا سلطان محمد شاہ آغا خان جی - سی - آئی - ای - ہماری قوم کے مسلمہ لیڈر اور مسلمانان ہند کے سچے ہمدرد و بہی خواہ ہین - اور دیگر ممالک اسلامیہ مین تعلقات رکھنے کی وجہ سے مسلمانان عالم کی اصلاح مین حصہ لے رہے ہین ہمنے از راہ ارادتمندی اس ناچیز ترجمہ کو بعد حصول اجازت احضور ممدوح کے نام نامی پر معنون کیا ہے ؛

مترجم کتاب، ترجمہ اور تصنیف کا مرد میدان نہین ہے اور خود محسوس کرتا ہے کہ یہ اوراق لغزشون اور فروگذاشتون سے مملو ہین لیکن پروفیسر وامبری کی راے کی اہمیت کے خیال سے اس ترجمہ کی اشاعت کا قصد کیا گیا ہے ناظرین کی خدمت مین التماس ہے کہ الفاظ اور فقرون کی بندش پر لحاظ نہ فرمائین بلکہ نفس مضمون پر غور کرین ؛

ظفر عمر

بدایون
یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

قدیم و جدید اسلام

اسلامی دنیا پر مغربی تمدن کے اثر کی تصویر مکمل اور دلکش نہ ہوگی،

اگر اُن خیالات پر روشنی نہ ڈالی جائے جو خود مسلمانون نے بدا خلقت اور جد و جہد کے متعلق، زمانہ گذشتہ و حال مین، قایم کیے ہین، کیونکہ ایشیا وہ خمیر نہین ہے جسے یورو بین کوزہ گر بآسانی قابو مین لاسکین۔ خصوصًا اسلام پر اس مثال کا اطلاق بالکل ہی نہین ہوسکتا۔

تمدن یورپ کی، کم و بیش، جبریہ اشاعت مین جو کوششین[1] کی گئین اُنکے متعلق مسلمانون کے ابتدائی خیالات اور نکتہ چینیان اور نیز یہ کہ انیسوین صدی مین اُنھون نے کس طرح اصلاحات جدید کو قبول کیا اُن سب امور پر طویل بحث میری کتاب مطبوعہ ۱۸۷۵ء[2] مین ہوچکی ہے۔ وہان مین نے اُن غلطیون اور فروگذاشتون کو بھی ظاہر کیا ہے جو اہل یورپ، نیز اُس قوم سے، جسکی اصلاح ہمین مدنظر تھی، سرزد ہوئین۔ سالہا سال کے ذاتی

---

[1] کتاب اول و دوم مصنف۔ وضاحت کے لیے دیکھو دیباچہ ترجمہ ہذا۔

[2] دیکھو صفحہ ۳۲۱ کتاب "اسلام انیسوین صدی مین" مولفہ پروفیسر وامبری

تجربہ اور مشاہدہ کے بعد اُس وقت اِس رائے پر پہونچا تھا کہ یورپ کو مشرق سے محض سطحی واقفیت ہے اور بدین وجہ جانبین سے فاش غلطیون کا سرزد ہونا، جو اصلاح و ترقی مین سدراہ ہوئیں، ناگزیر ہے۔ اہل یورپ کے لالچ اور ملک گیری کی ہوس، اور مسلمانون کی تاریک خیالی اور تعصب نے یکسان نقصان پہونچایا۔ لیکن باوجود ان تمام مشکلات اور رکاوٹون کے، تبدیلی اور ترقی کا آغاز ہوگیا ہے۔ اور اسلیے مناسب نہین ہے کہ ہم نبی نوع انسان کے نصف حصہ کو تباہی کی حالت سے نکالنے مین مایوس ہو جائین اور مسلمانون جیسی عظیم الشان جماعت کی جسمین کروڑون مخلوق شامل ہین، ہلاکت کی پیشین گوئی کرین ۔

گزشتہ زمانہ مین یورپ کا اثر

جن واقعات کی بناپر مینے متذکرہ بالا رائے قایم کی تھی اُنکا تعلق اُس ابتدائی زمانہ سے ہے جبکہ سفر کی آسانیون نے اہل یورپ کو ایشیائی اقوام سے زیادہ ربط ضبط کرنیکا موقع دیا۔ خصوصًا ایشیا کے مغربی ممالک سے۔ اوس ابتدائی تعارف کا آغاز جنگ کریمیا[۱] سے ہوا، اور اختتام چند ہی سال کے بعد ہوگیا جبکہ انگریزی اور فرانسیسی متحدہ افواج نے چین پر فوج کشی کی۔ اُسوقت دنیاء قدیم (ایشیا) کی سیاسی اور اقتصادی حالت مین ہماری مداخلت نہایت کمزور قسم کی تھی۔ کیونکہ ہندوستان مین بھی غدر ۱۸۵۷ء سے قبل مشرقی سوسائٹی کی اصلاح مین، انگریزون نے سرگرمی ظاہر نہین کی

[۱] ۱۸۵۴-۵۵ء جبکہ انگلستان اور فرانس کی افواج نے ترکون کا ساتھ دیکر روس سے جنگ کی۔ مترجم

تھی۔ اُنیسوین صدی کے نصف اول کے اختتام پر کماڈور پیری نے جاپان کو صدیون کی خواب غفلت سے بیدار کیا، اور چین کو منگ چین منگ کا شاہی محل جلتے دیکھکر اپنی ردی حالت کا احساس ہوا۔ مغربی ایشیا یعنی اسلامی دنیا کو یورپ کی برتری کا احساس اس سے بہت پہلے ہوچکا تھا، لیکن اس صدی کے آخری نصف حصہ تک یورپ کے اثر مین تسلسل اور استقلال مفقود تھا۔ اُنیسوین صدی کے آغاز مین مسلمانون کے

ملے روس و جاپان کی لڑائی کے بعد سے جاپان کا نام ہر شخص کی زبان پر ہے لیکن جاپان کی ترقی کی تاریخ کی مدت ۵۵ سال سے زائد نہین ہے کماڈور پیری ایک امریکن افسر تھا جس نے ۱۸۵۴ء مین اپنے تجارتی جہازون کو جاپان کے کنارے لگایا۔ جاپانی بڑی مغرور قوم مین اور وہ ہمیشہ سے اپنے چھوٹے سے جزیرے کو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت سمجھتے آئے ہین۔ ۱۸۵۴ء سے پہلے وہ اجنبیون کے اپنے ملک مین نہین آنے دیتے تھے۔ اپنے جزیرے کے بندرگاہون مین پیتل کی توپین رکھتے تھے۔ جب کوئی اجنبی جہاز کنارہ کے قریب آتا تو ان توپون سے پتھر کے گولے برساتے تھے۔ کماڈور پیری چار جہاز لیکر جاپان پہونچا اور حسب دستور جاپانی عمال نے امریکن سوداگرون کو خشکی پر اُترنے سے روکا۔ لیکن پیری نے چند گولے جہاز کی نوایجاد توپون سے کنارہ پر برسائے اور ملک برباد کرنے کی دھمکی دی یہ دیکھکر جاپانیون کی آنکھین کھلین، انکو اپنی کمزوری اور بےبسی اور اجنبیون کی قوت کا اندازہ ہوا۔ وہ سمجھے کہ دنیا بہت ترقی کرگئی اور وہ اسی خواب خرگوش مین رہے کہ ہم سے بڑھکر کوئی نہین۔ کماڈور پیری سے چار ناچار تجارتی معاہدہ کیا، اس واقعہ سے تمام قوم کو اس قدر غیرت آئی کہ سب نے متفق ہوکر اصلاح کی جانب توجہ کی۔ ہزارہا برس سے

جو خیالات ہماری اصلاحی تجاویز کے متعلق قایم ہوئے تھے ان سے ہماری واقفیت لامحالہ کمزور، موہوم اور غیر معتبر تھی لیکن آخری نصف حصہ مین ہماری تجاویز مضبوط اور مستقل ہوکر عملی صورت مین ظاہر ہونے لگین ہمارے معلومات اور واقفیت مین وسعت پیدا ہوئی اور اہل مشرق کو مجبوراً اپنے دھوکہ بازی کو چھوڑنا پڑا مگر اب مشرق قریب[۵] کے مسلمانون کی زندگی مین مثل آئینہ کے نظر آتی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ - وزیر کے خاندان مین شاہی قوت چلی آتی تھی جسوقت اکابر قوم نے یہ طے کیا کہ ملکی ترقی اسوقت تک حاصل نہین ہوسکتی - جبتک کہ تمام قوت ایک مرکز پر نہ لائی جائے اور بادشاہ کو قید تنہائی سے نکالکر قوم کا لیڈر (سرگروہ) نہ بنایا جائے - قومی ہمدردی کے جوش مین آکر وزیر شوگن نے تمام دنیاوی اقتدار اور قوت کو بخوشی بادشاہ کے قدمون پر نثار کر کے گوشہ نشین ہوگیا؛

بادشاہ بھی قید سے رہائی پاکر ہمہ تن ملکی ترقی کی جانب مصروف ہوا اور تعلیم کو سب سے مقدم سمجھا - کچھ دنون بعد جب قوم تعلیم یافتہ ہوگئی شہنشاہ نے بلا طلب رعایا کو پارلیمنٹ عطا کیا یعنی اپنے حقوق رعایا کو دیدیے - اس اتحاد اور جوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج جاپان تمام دنیا مین عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور متمدن یورپ کی بڑی بڑی سلطنتین جاپان کی دوستی پر فخر کرتی ہین - یہ کایا پلٹ صرف پچاس سال کے عرصہ مین ہوگئی - اسمین شک نہین کہ جب خدا کسی قوم کو بنانا چاہتا ہے تو تمام افراد قوم مین خود بخود ترقی کرنے کا جوش پھیل جاتا ہے - جاپان نے جو نام آوری حاصل کی وہ اپنی محنت اور سرگرمی کی بدولت - وہ گمنام جاپانی جنھین کا دوریری نے پچاس سال ہوئے خواب غفلت سے بیدار کیا تھا آج دنیا کو اپنی شجاعت، دانشمندی، صنعت و حرفت سے متحیر کر رہے ہین - مترجم

[۵] مغربی یورپ کے باشندے یورپین ٹرکی اور اسکے ملحقہ ممالک کو مشرق قریب اور جاپان اور چین کو مشرق بعید کہتے ہین جسطرح اگلے وقتون مین اہل عرب اسپین اور مراکش وغیرہ کو مغرب اقصیٰ کہتے تھے - مترجم

دقیق ترین خیالات کا پتا لگالیا ہے۔ہم اُنکے مقاصد، اغراض، خیالات اور جذبات سے بخوبی واقف ہوگئے ہین اور چونکہ اُنکی پہلی حیلہ سازی کا اثر چندان قوی نہین ہے ہم زیادہ وثوق کے ساتھ اسلام کی مستقبل حالت کا خاکہ کھینچ سکتے ہین۔ اور اس مسئلہ پر جو بحث کی گئی ہم اپنے کتابت[۱] (حصہ سوم) مین درج کرتے ہین۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی قوم کی زندگی مین نصف صدی یا پچاس برس کی مدت ایک لمحہ کے برابر ہے۔ لہذا اس قلیل مدت کے لحاظ سے مسلمانون کی آیندہ فلاح کو ثابت کرنا چندان قابل وقعت نہین ہو سکتا، لیکن زمانہ موجودہ مین جبکہ دخانی اور برقی قوت نے گویا کہ زمین کی طنابین کھینچدی ہین پچاس سال کی مدت مین جو ترقی ممکن ہے وہ زمانہ گذشتہ کے صدہا سال کے مساوی ہے۔ اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہین کہ آجکل کی قلیل مدت، سرعت واقعات کے لحاظ سے، پہلے وقتون کی مدت دراز کے برابر ہے۔ وضاحت کے لیے اب ہم یہ سوال کرتے ہین، کیا اسلامی دنیا نے گذشتہ صدی کے آخری نصف حصہ مین، جدید تہذیب و تمدن مین اس قدر ترقی کرلی ہے جس کی بنا پر اہل یورپ کے رنگ مین رنگ جانا ممکنات سے ہو۔ اور ایسا انقلاب یوربین اقوام کی زیرنگین رہکر ہو سکتا ہے یا قومی آزادی کی حالت مین؟

اس سوال کا ہماری مشن سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ سوال بارہا کیا گیا

---

[۱] جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ مترجم

مگر تشفی بخش جواب کبھی حاصل نہ ہوا - اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری کوششوں کا میل عموماً مادی اغراض کے ساتھ رہا ہے - اور اس لیے ہمارے مقصد کا بے غرضانہ رخ تاریکی مین ہے - دوم یہ کہ اب تک جو تحقیقات اس مسئلہ کے حل کرنے مین ہوئی اُسمین ذاتی واقفیت اور واقفیت کی بہت کمی پائی گئی - اور یہ ظاہر ہے کہ سرسری نظر سے کسی مسئلہ کا، خصوصاً ایسے دقیق سوال کا فیصل کرنا نہایت مشکل ہے - یہ نازک مسئلہ اُسیوقت عمدگی سے حل ہو سکتا ہے جبکہ وسعت نظر کے علاوہ ذاتی واقفیت اُن تمام مرحلون کے ساتھ حاصل کی جائے - جو اب تک ترقی کی راہ مین طے ہو چکے ہین اور نیز مختلف اسلامی اقوام کی اخلاقی اور قومی خصائص کا خاطر خواہ لحاظ کیا جائے علاوہ برین مین اس بات کے اظہار کی بھی جرات کرتا ہون کہ متعدد قومی اغراض سد راہ ہونے کی وجہ سے - انگریزون - فرانسیسون - روسیون اور اہل جرمن و اطالیہ کے لیے بے تعصبانہ رائے قایم کرنا دشوار ہے - کیونکہ ہمیشہ سیاسی اور معاشری مسائل پیش آجاتے ہین جنکی وجہ سے راستبازی پس پشت ڈالدی جاتی ہے - اور بے غرضانہ فیصلہ پر پہونچنا دشوار ہوجاتا ہے'

جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ اس مسئلہ کے حل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ماضی کا حال کے ساتھ مقابلہ کیا جائے - گذشتہ نصف صدی کے آغاز مین اسلامی دنیا کی جو کیفیت تھی اُس کی تفتیش اور موجودہ زمانہ کی دماغی ترقی اور سرگرمی سے باحتیاط مقابلہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ دماغی ترقی نہایت بین طور پر ہوئی ہے - اسلامی سوسائٹی کی قدیم

پوشیدہ عمارت کی بنیادین ہل گئین ہین - اور اُس عمارت مین خودکمینون کو بدنما روزن اور شگاف نظر آتے ہین - اور قریب ہے کہ اسلامی دنیا مین بڑی بڑی تبدیلیان واقع ہون - یہ عام خیال صحیح نہین ہے کہ ترقی کے آثار صرف طبقہ اعلی کے مسلمانون مین پائے جاتے ہین - اور ادنیٰ اور متوسط درجے ہنوز تاریکی مین ہین برخلاف اس کے ہر جگہ حرکت محسوس ہو رہی ہے ایشیا مین ہر چیز کی رفتار سُست ہوتی ہے - اسلیے اہل مشرق کی سُستی اور لاپروائی ان کو اجازت نہین دیتی کہ اپنے اندرونی محسوسات کا مثل مغربی اقوام کے علی الاعلان اظہار کرین - مشرق و مغرب مین ایک یہ بھی فرق ہے کہ یورپین اقوام مین تہذیب کی روشنی طبقہ ادنے سے شروع ہوکر اعلی طبقہ تک پہونچی ہے، برخلاف اسکے ایشیا مین آفتاب علم نے اول اپنی شعاعین پہاڑ کی چوٹیون، یعنی سوسائٹی کے طبقہ اعلی پر ڈالی ہین اور بعد مین وادیون یا طبقہ اسفل کو منور کیا ہے ۔ الناس علیٰ دین ملوکھم کا قدیم مقولہ ایشیا مین ابھی اثر رکھتا ہے - صرف اس قدر فرق البتہ ہوا ہے کہ ترقی علم کے لحاظ سے طبقہ اعلی مین امرا اور صاحب مرتبت عمال ہی شامل نہین ہین بلکہ ادنی درجہ کے ملازم پیشہ بھی پائے جاتے ہین - اور اب تو متوسط درجہ کے لوگون پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے - کیونکہ اب اسلامی سوسائٹی کو جدید تمدن کی شاہراہ مین ترقی کرنے کا احساس ہو چلا ہے - اور قدیم طریقہ خیالات اور تقلید کی قیود سے مسلمان بتدریج آزاد ہوتے جاتے ہین اور تمام اسلامی دنیا مین عام طور پر ادراکی ترقی کا نیا دور شروع ہو گیا ہے -

جو لوگ پرانی قسم کے مسلمانوں سے واقفیت رکھتے ہیں انکو یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ نئی نسلوں میں پہلا جیسا تکبر مفقود ہے، اور قدیم اسلامی تمدن کی ترجیح کی وہ شد و مد نہیں ہے، اور اسی کے ساتھ مغربی تہذیب کی برتری اور سودمندی کا زیادہ احساس پایا جاتا ہے۔ پچاس سال قبل جب کبھی میں نے مسلمان علماء یا یوروپین وضع کے مسلمان افسروں سے گفتگو کی تو مغربی اور وسط ایشیا کے آزاد خیال مسلمانوں میں بھی کوئی شخص ایسا نہ ملتا تھا جو اسلامی طریقہ کے مقابلہ میں یورپ کی موجودہ معاشرت کی برتری کا اقرار کرتا۔ مگر اب حالت بالکل برعکس[1] ہے۔ یہ سچ ہے کہ اب بھی بکثرت مسلمان علماء ایسے نظر آتے ہیں جو ہر چیز کو قرآن و حدیث کی عینک سے دیکھتے ہیں، یہانتک کہ ہر ایک علمی مسئلہ کا منبع اسلام کے گذشتہ زریں زمانہ کو بیان کرتے ہیں اور جہانتک ہو سکتا ہے ہمارے موجودہ علوم و فنون کا انکشاف کرتے ہیں۔ بعض حضرات ایسے بھی ملتے ہیں جو تمدن جدید کے سرچشمہ سے سیراب ہونے کے بعد بھی خواہ کینہ یا حسد سے ہر ایک یورپین چیز کی نفرین اور ہماری مجالس، طرز معاشرت، عادات اور اخلاق کا بہت بڑے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً محمد عادل نے اپنی کتاب "استنبول در اسلام" وغیرہ میں یورپین تمدن کا ڈرا

[1] ہندوستان میں بھی سر سید علیہ الرحمۃ کی کوششوں کی بدولت مسلمانوں کے طرز معاشرت اور طریقہ خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا ہے جو لوگ ابتدائی حالت کا مقابلہ موجودہ کیفیت سے کرنا چاہتے ہیں انکو تہذیب الاخلاق کی جلدیں سر سید کے لکچر اور ابن الوقت مصنفہ علامہ نذیر احمد دہلوی، دیکھنا چاہیے۔

مضحکہ اُڑایا ہے۔ یہ شخص یورپ سے بخوبی واقف تھا اور اسلیے اُسکی رائے
اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اس قسم کے متعصبین کے پہلو بہ پہلو گزشتہ
چند سالون مین متعدد مسلمانون نے ان خیالات کی تردید کی ہے۔ یورپین تمدن
کے فوائد کے معترف ہوکر اُنھون نے نہایت فراخ دلی سے بیان کیا ہی کہ اسلامی
تمدن زمانہ گزشتہ کے لیے بخوبی کارآمد تھا اور یہ کہ بنی نوع انسان کو اُس سے فوائد
کثیر پہونچا کیے ہین، لیکن زمانۂ حال کی ضروریات کا مقابلہ کرنے کی قابلیت نہین
رکھتا، وہ اعتراف کرتے ہین کہ اگر اسلامی دنیا مغرب کے زیر قدم برباد ہونا
نہین چاہتی تو موجودہ اصلاحات پر عمل کرنا ناگزیر ہے، اور اسمین کچھ قباحت
نہین ہے کیونکہ پیغمبر عربی کی تلقین کسی طرح موجودہ علوم و فنون اور
عام ترقی مین مانع نہین ہے۔

تعجب ہے کہ مسلمانون اور عیسائیون مین ایک ہزار برس سے مخالفت
چلی آتی ہے مگر یورپ مین اب تک موخر الذکر مسئلہ پر شد و مد کے ساتھ بحث ہوتی
ہے اور نہ صرف عیسائی اور پادری بلکہ آزاد خیال یورپین بھی اس غلط خیال
کو مانتے ہین کہ پیروان دین محمدی اپنے مذہبی اعتقادات کی وجہ سے علوم و فنون
کی تحصیل سے معذور ہین ایسے لوگون کے سامنے مسلمانون کی گزشتہ تمدن کی
بکثرت یادگارین پیش کرنا اور نیز یہ بتانا کہ ازمنۂ متوسطہ مین ہم خود عربون کے

۱؎ آٹھوین صدی عیسوی سے پندرھوین صدی یعنی تمدن روما کے بربادی کے آغاز سے سولھوین صدی
کی تجدید علمی تک کی مدت کو ازمنۂ متوسطہ کہا جاتا ہے۔ اس زمانہ مین یورپ مین جہالت و ناشائستگی
کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ علم کی روشنی کا کہین پتہ نہ تھا۔ اسپین اور شمالی افریقہ مین دار العلوم
مسلمانون نے قائم کر رکھے تھے کہ جہان یورپین طلبا آ کر تحصیل علم سے فیضیاب ہوتے تھے۔ مترجم

مدارس میں تحصیل علم کرتے تھے یا قرآن و احادیث سے علم و ہنر کی فضیلت ، اہمیت ، اور ضرورت کے متعلق آیات و اقوال پیش کرنا محض بے سود ہے ۔ اُنکی قدیم تعصب کو مغلوب کرنا مشکل ہے ۔ اور جس مضبوطی کے ساتھ یہ راے یورپ میں پائی جاتی ہے اُسکی تائید ، ایک حد تک ، اسلامی دنیا کی موجودہ ردی حالت سے ضرور ہوتی ہے ۔ مگر یہ محض دھوکہ ہے ۔ اس مسئلہ پر بکثرت کتابیں لکھیں جا چکی ہیں ۔ اس وقت اسکے اثبات یا نفی میں دلائل پیش کرنا طوالت سے خالی نہیں ۔ ہمارے نزدیک یہ زیادہ مفید ہوگا کہ اس مسئلہ کی حقیقت کے اظہار کے لیے چند سیدھے سادھے اور غیر متنازعہ واقعات پیش کیے جائیں ؛ ۔

جو شخص اسلامی دنیا کی بیداری اور جوش ترقی کے متعلق اطمینان کلی حاصل کرنیکا متمنی ہو اُسے صرف ظاہری ہیئت ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے ۔ ایسے معاملات سے معمولی سیاح واقفیت حاصل نہیں کر سکتے ۔ اسکے لیے احتیاط اور سنجیدگی کے ساتھ ، بلا مذہبی یا قومی تعصب کے ، غور اور خوض لازمی ہے ، اور اصل حالات دریافت کرنے کے لیے دقیق اور مسلسل علمی و عملی تحقیقات کی ضرورت ، کیونکہ صرف یہ دیکھکر بعض مسلمانوں نے ہمارے لباس ، اکل شرب کے طریقوں ، اور اسی قسم کی دیگر معاشرتی مراسم کو اختیار کر لیا ہے کوئی راے قایم نہیں ہو سکتی یورپین طریقۂ حکومت ، انتظام فوج اور اسی قسم کے دیگر امور کی نقل سے بھی اس اہم مسئلہ کا تصفیہ نہیں ہو سکتا ۔ اور اگرچہ یہ باتیں اندرونی تبدیلی کی بین علامات ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یورپ کے تمدن اختیار کرنے کی

مسلمانوں کی تعصب ملی

کوشش کرتا نہین بلکہ طوعاً ہو رہی ہے جس قدر ہم اسلامی دنیا کے
مشرقی سرحد سے مغرب کی طرف بڑھتے ہین' ان علامات کا اظہار زیادہ وضاحت
کے ساتھ ہوتا ہے' وسط ایشیا کا مسلمان ایک مہذب ترک یا عرب کے ساتھ
وہی نسبت رکھتا ہے جو کہ ازمنہ متوسط کا پکا کیتھولک عیسائی موجودہ زمانہ کے
نصف مہذب یورپین کے ساتھ رکھتا ہے۔ کیونکہ دماغی اور ذہنی ترقی کی رو
شروع ہو جانے کے بعد کسی قوت سے نہین رک سکتی۔ جس طرح قدیم عیسائیت نے
باوجود اپنے ۱۲ ہ قیود کے آخرکار اپنے آپ کو موجودہ ترقی تک پہونچایا ہے
اسی طرح اسلام نے مسیحی دنیا سے تعلقات روز افزون کے باعث اپنی بہت
روایات کو ترک کر دیا ہے جو علیحدگی اور تنگ خیالی کی موید تھین اور
جنکی وجہ سے مسلمان صدیون تک یہ سمجھتے رہے کہ کوئی اجنبی خیال اُنکے
ساتھ مداخلت نہین کر سکتا۔ وضاحت کے لیے چند مثالین بیان کی جاتی ہین
گذشتہ صدی کے آغاز مین کسی مقدس مسلمان کا یورپ کی سیاحت کو جانا
خطرناک سمجھا جاتا تھا' اولاً اس وجہ سے کہ اسکو عیسائیون کے ہاتھ کا پکا کھانا کھانا پڑیگا'
دوئم یہ کہ اُسکو پنج وقتہ نماز پڑھنے مین دقت ہوگی کیونکہ ایسی جگہ جسے عیسائیون نے

---

[1] مثلاً بکثرت مسلمان عیسائیون کے ساتھ کھانا کھاتے اور میل جول رکھتے ہین ہندوستان ہی مین ایسا زمانہ
گذرا ہے کہ مسلمان علما انگریزون سے اول تو مصافحہ کرتے ہوئے پرہیز کرتے تھے یا اگر کیا بھی تو بڑی احتیاط
کے ساتھ ہاتھ کو پاک کرتے تھے گویا کہ کوئی نجاست لگ گئی ہے (دیکھو ابن الوقت مصنفہ مولانا نذیر احمد) نواب
محسن الملک بہادر نے اول مرتبہ انگریزون کے ساتھ کھانا کھایا تو اُنکے وطن ما اودھ مین تمام خیال کیا گیا کہ وہ
مذہبی بے دین ہو گئے جب وہ وطن پہونچے تو کوئی اُن سے ملنے یا ہمکلام ہونے کا روادار نہ ہوتا تھا مترجم

شراب یا سور کی چربی سے ناپاک نہ کیا ہو ا جانا زیچاؤ نے کے لیے ملنا مشکل ہوگی سوئیم یہ کہ عیسائی ملک مین رہنا دار الحرب قیام کے مساوی ہوگا جس سے اعتقادات مذہبی مین فتور آئے گا ۔

سلطان[52] محمود کے زمانہ مین کسی شخص کا یورپ کے شاہی دربار دان مین سفارت پر بھیجا جانا جلاوطنی کے مساوی تصور کیا جاتا تھا چنانچہ رفعت پاشا مرحوم ترکی سفیر متعینہ پایہ تخت اسٹریا نے جو تحریرات چھوڑی ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپی طرز زندگی کے متعلق پاشا موصوف کے ابتدائی مشاہدات حقارت، نفرت اور شک سے مملو تھے فتح[53] علی شاہ ایران کو تمام ایران مین کوئی مسلمان ایسا نہ ملا جو بخوشی یورپ مین سفارت پر جانا پسند کرتا لہٰذا اُس نے مجبوری داؤد خان ارمنی عیسائی کو جس کا حال آگے چلکر بیان کیا جائیگا پیرس جانے پر آمادہ کیا مگر آج حالت بالکل دگرگون ہے ۔ ترکی، ایران ۔ اور مصر مین لوگ اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھتے ہین اگر تعلیم یا کسی سفارتی تعلق سے اُنکو یورپ بھیجا جائے ۔ کیونکہ ہمارے پایہ تختون کے دولت اور شان وشوکت اور زمانہ موجودہ کی ایجادات مشرقیون کو بڑی دلکش معلوم ہوتی ہین ۔ اور افسوس، اسی کے ساتھ اُنکو یورپی شہرون کی تفریح اور عیاشی اپنی طرف بہت کھینچتی ہے ۔ کیونکہ زندہ دل مشرقی

---

[52] سلطان محمود سے محمود غزنوی مراد نہین ہے بلکہ سلاطین عثمانیہ کا ۳۰ تاجدار مراد ہے ۱۸۰۸ء سے ۱۸۳۹ء تک حکمران رہا ۔ مترجم

[53] فتح علی شاہ قاچار نے ۱۷۹۷ء سے ۱۸۳۴ء تک ایران مین سلطنت کی ۔ مترجم

اپنے ملکون مین مذہبی قیود مین جکڑ بند رہتے ہین اور یہان انکو آکر آزاد
اور کھلے بندون دل کی ہوس نکالنے کا موقع ملتا ہے - علاوہ ازین بکثرت
مسلمان نوجوان ایسے بھی ہین جو یورپین مدارس ہین تحصیل علوم وفنون
کرنے کے لیے بڑی بڑی تکالیف اٹھاتے اور اپنے آپ کو علوم کے مختلف
شعبون مین ممتاز کرتے ہین، ہین بہت سے ترک اور ایرانی نوجوانون سے
واقف ہون جو اپنے حکمرانون کی مرضی کے خلاف، پوشیدہ طور پر محض
ترقی کے خیال سے یورپ کا سفر کرتے ہین - جو لوگ یورپ کی سیاحت
سے فائدہ اٹھاتے ہین ان مین بادشاہ ہون، شاہزادون اور امرا کے
علاوہ معمولی درجہ کے لوگ بھی شامل ہین - حال مین ہم نے مصر کے
ایک مقدس مفتی اور جامع الاظہر کے رکن شیخ محمد عبدہ سے ملاقات
کی - علامہ موصوف نے جنیوا مین لیٹن زبان کی تحصیل کی اور پھر کیمبرج
یونیورسٹی مین اسلام کی حمایت مین لکچر دیے - کیا کوئی پروٹسٹنٹ یا کیتھولک
عیسائی پیشوا ایسا ہے جو تکلیف گوارہ کرکے کسی اسلامی یونیورسٹی مین جائے
اور اسلام کی اندرونی اور روحانی کیفیت سے واقفیت حاصل کرے؟
ہندوستانی مسلمانون کا تو ذکر ہی کیا کیونکہ وہ عام طور پر انگریزی کالجون
مین تعلیم پاتے ہین اور بکثرت نوجوان انگلستان - جرمنی - اور امریکہ
جاکر موجودہ علوم وفنون کی تحصیل کرتے ہین - ابھی حال مین ایک
ترکی مدبّر سیّد محمد فریدون مرحوم نے زرکثیر ہنگری کے دارالعلوم مین
نوجوان ترکون کی تعلیم کے لیے وقف کیا۔

مفتی محمد عبدہ

ترقی تعلیم

سب سے اول مین ناظرین کی توجہ اُس حیرت انگیز ترقی کی جانب منعطف کرونگا جو ترکون نے گذشتہ چند سال سے تعلیم مین حاصل کی ہے۔ پچاس سال قبل رشدی مدارس کو جن مین علوم جدیدہ کی تعلیم ہوتی ہے پرانے قسم کے مکاتب قرآنی سے سخت مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ موخر الذکر مدارس مین بجز مذہبی تعلیم کے اور کچھ نہ پڑھایا جاتا تھا۔ ۱۸۹۶ء کے اعداد کے حساب سے منجملہ ایک کروڑ اسی لاکھ مسلمان ٹرکی کے تقریباً دو لاکھ پچاس ہزار طلبا، مدارس اعلیٰ و درمیانی مین، جہان علوم و السنہ جدیدہ کی تعلیم ہوتی ہے، پائے جاتے ہین۔ اور نہ صرف یہ کہ ایک کثیر تعداد ترکونکی دو یورپی زبانون مین لکھنے پڑھنے کے قابل ہے اور نیچرل سائینس تاریخ و جغرافیہ مین مہارت رکھتے ہین بلکہ عورتون مین بھی جنکی تعلیم کی جانب پہلے مطلق توجہ نہ تھی، بکثرت ایسی نکلین گی جنھون نے مدارس مین علوم جدیدہ کی تعلیم پائی ہے اور جن کی وجہ سے گھرون مین جہان بیرونی اثرات کا پہلے دخل نہ تھا، اصلاحات جدیدہ کا رواج دینے مین آسانی ہوئی ہے۔

روسی اور تاتاری مسلمان

سلطنت روس کی مسلمان رعایا اور تاتاریون مین بھی مغربی ترقی کا، جو بذریعہ روس اُن تک پہونچتی ہے، جوش پایا جاتا ہے۔ اس ضمن مین اسمٰعیل بے غیر نسکی مالک و اڈیٹر اخبار تاتاری موسومہ ترجمان[۱] جو باغچہ سرائے سے شایع ہوتا ہے، خاص ذکر کے قابل ہے اُس کی

---

[۱] صرف کریمیا۔ کاکیس۔ سائبریا۔ ترکستان اور چین مین اسکی اشاعت ۶۰۰۰ ہے اسکے علاوہ دوسرے ممالک مین بھی یہ اخبار جاتا ہے۔

کوشش کی بدولت مدارس مین بہت کچھ اصلاح ہوئی ہے، قومی لٹریچر
(علم ادب) مین اضافہ ہوا ہے، پہلے تاتاری نارمل، اور مڈل درجہ کے روسی
مدارس مین جبریہ داخل کیے جاتے تھے لیکن اب دو سو سے زائد تاتاری
ڈاکٹری، انجنیری و وکالت وغیرہ کی تعلیم روسی یونیورسٹیون مین پا رہے
ہین، بعض مسلمان خواتین بھی یونیورسٹی کی تعلیم سے فیضیاب ہو کر عمدہ
ڈاکٹری پر مامور ہو چکی ہین- یہ عجیب بات ہے کہ ترقی کا جوش جنوبی
روس سے شروع ہوا اور شمالی وا لگا کے صوبجات مین ہوتا ہوا مشرقی
ترکستان تک پھیل گیا ہے یہ جوش کم در ہی، لیکن مین طور پر پایا جاتا
ہے، یہ بالکل قدرتی امر ہے کہ ترقی کا جوش جو بتدریج مگر واضح طور پر
مشرق مین پھیلتا جاتا ہے، انسانی ادراک کی ہر شعبہ مین، خواہ روحانی
ہو یا مادی، غرضکہ ہر جگہ اور ہر صورت سے، پایا جاتا ہے نصف صدی قبل
ترکی زبان نہایت بھونڈی اور بھدی تھی- لوگ حد درجہ مبالغہ آمیز
استعارے اور اس قدر عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کرتے تھے کہ
ترکی زبان کے ایک صفحہ مین ایک بھی اصل ترکی لفظ مشکل سے ملسکتا
تھا، نتیجہ یہ تھا کہ عوام الناس عبارت کے سمجھنے سے قاصر تھے- اب ترکی
زبان کا طرز تحریر نہایت سادہ اور واضح ہو گیا ہے اور بآسانی ہر طبقہ کے
لوگ سمجھ سکتے ہین- یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والون کی تعداد مین بھی اضافہ ہو گیا،
پہلے علم ادب مذہبی، فلسفی اور شاعرانہ موشگافیون کے دائرہ مین محدود
تھا اور ایک قدم بھی حدود سے باہر رکھنا ممنوع تھا، مگر اب موجودہ علوم و فنون

بکثرت کتابین لکھی جاتی ہین۔ اور نہ صرف جدید ناول اور سیاحت نامے بلکہ نیچرل ہسٹری، علم طبیعیات، سیاست مدن (پولٹیکل اکانمی) طب اور فوجی مسائل پر بکثرت کتابین ترکی زبان مین ترجمہ ہوتی ہین اور کثرت سے پڑھی جاتی ہین۔ مشرقی مسلمان جس قدر مغربی علوم سے واقف ہوتے جاتے ہین اُنکی نظر مین وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اور اپنے بوسیدہ خیالات کو زیادہ آسانی سے پس پشت ڈالتے جاتے ہین میرے زمانہ مین، یعنی جبکہ مین ترکی سوسائٹی مین اُٹھتا بیٹھتا تھا۔ حرم سرا کے قواعد اس قدر سخت تھے کہ بات چیت کرنا تو درکنار مجھے کسی نقاب پوش بی بی سے چار آنکھین کرنے کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آگ سے بچنے کے لیے بھی مستورات زنان خانہ سے سلاملک[1] یعنی مردانہ حصہ مین نہین آسکتی تھین، اور اُنکی تعلیم کی جانب سے اس قدر لاپروائی کی جاتی تھی کہ کسی امیر کے حرم مین منجملہ چالیس یا پچاس بیبیون کے مشکل سے دو یا تین لکھ پڑھ سکتی تھین۔ اب تمام لڑکیون پر اسکول جانا لازمی ہے، ترکی نوجوان بیگمات تاریخ و جغرافیہ مین کافی دستگاہ رکھتی ہین، ایک اخبار بھی ترکی بیبیون کا ہے اور متعدد ترکی خواتین کا شمار مصنفین مین کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ایسے قلیل زمانہ مین

---

[1] ترکی مکانات کے دو حصے ہوتے ہین۔ حرم اور سلاملک۔ حرم مستورات کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ اور سلاملک مردون کے لیے۔ ترکی طرز معاشرت کے حالات خلیل خالد نے اپنی کتاب (ڈایری آف اے ٹرک) مین مفصل تحریر کیے ہین اس کتاب کا ترجمہ اُردو مین محمد حسن خان صاحب نے کیا ہے اور "ترکون کی طرز معاشرت" نام رکھا ہے۔ مترجم

اُسی قوم میں ظاہر ہوا ہے، جہاں کچھ دن پہلے تعلیم یافتہ عورتوں[سلہ] کو چڑیل سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کو عیسائی بیبیاں کرنے کی اجازت ہے۔ سلطان مراد اول نے ایک سردین شاہ زادی سے شادی کی تھی اور اُسکے لیے ایک پادری بھی مقرر کیا تھا لیکن کچھ دنوں پہلے تک اس قسم کی شادیاں اچھی نظر سے نہیں دیکھی جاتی تھیں اور اُنکی تعداد بہت کم تھی اب متعدد وزیروں اور دیگر اعلیٰ افسران نے یورپین بیبیوں سے شادی کی ہے:

مین نے ایک مرتبہ نیبت پاشا وزیر صیغۂ تعلیمات کے ساتھ کھانا کھایا۔ اُس روز صدر دسترخوان اُنکی جرمن نژاد بیوی تھیں، جو شادی سے پہلے معلمہ گری کا کام کرتی تھیں۔ دعوت میں کئی ایک شملہ پوش علما بھی شریک تھے۔ عہد ابتدائی قیام ٹرکی کے زمانہ مین ایسی بدعت اسلام کی بے حرمتی خیال کیجاتی۔ لیکن مجھ جیسے شخص کے لیے جو ٹرکی کی گذشتہ حالت سے واقف ہے سب سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے کہ اب ترک، پالٹیکس (ملکی وسیاسی امور) مین حد درجہ کا شغف رکھتے ہیں اور اخبار بڑے شوق کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ پچاس ساٹھ برس قبل کوئی معقول ترکی روزانہ اخبار نہ تھا کسکی مجال تھی کہ گورنمنٹ کے معاملات پر نکتہ چینی کرسکے اب معقول تعداد روزانہ ہفتہ وار ماہواری اخبارات اور رسالوں کی ہے جو کھلے طور پر نہسہی لیکن بعض اوقات تیز چوٹیں سرکاری تجاویز پر کرتے ہیں، آزادانہ

سلہ اسلامی دنیا مین کبھی اس درجہ تاریکی نہیں چھائی کہ تعلیم یافتہ عورتوں کو چڑیل سمجھا گیا ہو یورپ مین البتہ ایسا زمانہ گذرا ہے غالباً مصنف نے اُسی رعایت سے ایسا کہا ہے۔ مترجم

خیالات کی اشاعت اور اخبارات کی نگرانی مین گورنمنٹ کی جانب سے
جو سختی ہے وہ نہ ہوتی، تو اخبارات کی تعداد اور انکا اثر اور بھی زیادہ ہوتا
ترکی زبان کے متعلق جو کچھ مینے تحریر کیا ہے تاتاری کی نسبت بھی وہی
کہا جا سکتا ہے۔ اسمین نہایت سادگی پیدا ہوگئی ہے اور اسکی مقبولیت
عوام مین بڑھتی جاتی ہے۔ تاتاری اور فارسی زبان مین اسقدر روسی
فرانسیسی، جرمنی اور انگریزی الفاظ داخل ہوگئے ہین کہ جو لوگ قدیم
زبان سے واقف ہین انھین جدید زبان کے پڑھنے مین دقت ہوگی۔
گذشتہ پچاس سال مین ترکی کے پولیٹکل اور سوشل (ملکی اور معاشری)
حالت مین جو اصلاحات اور ترقیان ہوئین ہین انکا شمار کرنا مشکل ہے۔
گھر بیٹھنے والون اور اتفاقی سیاحون کو ممکن ہے کہ احساس نہ ہو لیکن جو
لوگ قدیم اور جدید ترکی سے مقابلہ کرتے ہین انکو ترقی کے آثار صاف
نظر آتے ہین۔ قدرتی طور پر تعلیم یافتہ طبقون مین تبدیلی زیادہ محسوس
ہو رہی ہے لیکن عوام مین بھی اسکا ظہور ہے، خصوصًا دیگر مذاہب کیساتھ
منافرت نہایت سرعت سے رفع ہو رہی ہے۔ کیا کوئی یقین کرسکتا ہے کہ
پچاس سال قبل ترکی مسلمانون کے اخبارات جاپانی جیسے بت پرستون کی
تعریف مین زبان کھولتے لیکن گذشتہ روس و جاپان کی لڑائی مین مسلمانون
نے انکی مدح سرائی کی ہے۔ ذلیل اور بے دین جاپانی اس قابل سمجھے
جاتے ہین کہ پیغمبر عربی کی زبان مین انکی تعریف کیجاتی ہے اور انکو قابل
تقلید بہادرون کا خطاب دیا جاتا ہے اور انکی فتح و نصرت کی خدا سے

دعا مانگی جاتی ہے جس زمانہ مین مین نے ترکی کے بعض مین ممالک اسلامیہ کا سفر کیا تھا اُسوقت قومی خیالات کا ذکر نہ تھا۔ لفظ ترک کا حقارت کے ساتھ جہالت اور ناشایستگی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا تھا مگر اب ترک اپنے آپ کو ترک کہلانے پر فخر کرتے ہین۔ اپنی قوم کے وسیع مقبوضات پر مغرور ہین، اور اپنی فوجی قوت اور پولیٹکل قابلیت کو نظر آیندہ پیش کرتے ہین، اور وہ اپنے آیندہ قومی اتحاد اور ترکون کی قومی ترقی سے بڑے بڑے نتائج کی اُمید[1] رکھتے ہین۔

حال مین ایک اخبار موسومہ "ترک" جاری ہوا ہے جسمین قومی بیداری کی ضرورت، بانیان سلطنت عثمانیہ کی عظمت اور پیغمبر کی قوم (عرب) پر اپنی قوم کی افضلیت نہایت شد و مد سے ظاہر کی جاتی ہو اسکے جواب مین عربی اخبار "المنار" جو قاہرہ سے شایع ہوتا ہے۔ عربون کی حمایت کرتا ہے اور دونون مین مباحثہ کی گرم بازاری رہتی ہے۔ پہلے اس قسم کا مباحثہ کفر کی حد تک پہونچتا تھا۔ لیکن آج وہ مادہ ترقی کو ہیجان مین لانے والا سمجھا جاتا ہے اور اہل اسلام کی ترقی کا باعث ہے

[1] شکر ہے کہ ترکون کی یہ امیدین پوری ہوتی جاتی ہین۔ اس کتاب کی اشاعت کو مشکل سے سال بھر ہوا تھا کہ ترکون نے قومی اتحاد کی وہ نظیر پیش کی کہ دنیا کے مدبر متحیر ہو گئے ۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء کو سلطان عبدالحمید خان کو مجبور کر کے پارلیمنٹ اور قومی حکومت حاصل کر لی۔ پہلے جو کشت و خون مقدونیہ مین ہو رہا تھا وہ یک لخت بند ہو گیا اور اس قلیل زمانہ مین جو اصلاحات نوجوان ترکون نے جاری کیے ہین اُنکا اعتراف جملہ اقوام یورپ کرتے ہین اُنکی عزت اور وقعت مین بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہی۔ مترجم

پس دوسرے مذاہب کے نکتہ چین خواہ تعصب مذہبی یا عدم واقفیت کی وجہ سے یہ کہکر بڑی غلطی مین پڑجاتے ہین کہ مسلمانون کی موجودہ پستی اور پولٹیکل بربادی، اور ترقی کی راہ مین سست رفتاری کا ذمہ اسلام کو قرار دیتے ہین
اگر اسلام علوم و فنون کا ایسا ہی دشمن ہوتا جیسا کہ مسٹر میلکم میکال ڈاڈلس ہارکرٹ اور دیگر مصنفین دنیا کو منوانا چاہتے ہین یا جیسا کہ "بے تعصب" اور "صلح و امن کے دلدادہ" عیسائی پادریون نے صدیون سے دعویٰ کیا ہے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ ازمنہ متوسطہ مین (جبکہ یورپ جہالت مین مبتلا تھا) مسلمان ہمارے اُستاد ہوتے اور امیر عبدالرحمٰن نے اندلس مین اور ہمایون یا شاہجہان جیسے بادشاہون نے ہندوستان مین ایسی عالیشان اور بے نظیر عمارتین تعمیر کی ہوتین جیسی کہ قصر الحمرا، جامع مسجد دہلی، تاج بی بی کا روضہ (جسے شاہجہان[1] نے اپنے عزیز ترین ملکہ کی یادگار مین بنایا) اور دیگر شاندار عمارتین ہین، جو آج بھی اہل تنقید کی نظرون کو خیرہ کرتی ہین۔
کیا متذکرہ بالا سلاطین مذہب اسلام کے پیرو نہ تھے؟ کیا اُس زمانہ کے مسلمان علمار اپنے مذہبی احکام سے بالکل بے پرواہ تھے؟ ہرگز نہین کو رانہ اوہام پرستی اور تعلیم محمدی کی قطع برید کے باعث متعدد خرابیان اور غلط فہمیان مسلمانون مین رائج ہو گئی ہین جن سے مذہب کی صورت مسخ نظر آتی ہے مگر یہ سب لغویات مذہب اسلام کی سچی تعلیم کے خلاف ہین۔ قدیم سُنی مسلمان جاندارون کی تصویر کھینچنے کو گناہ خیال کرتے تھے،

[1] سنہ ۱۵ وا ہجری سے ۱۲۳ء اکبر لکھا ہے۔ مترجم

مجھے یاد ہے کہ ایک مسلمان خاتون کو اپنے بیٹے کا جو پیرس میں تعلیم پا رہا تھا فوٹو دیکھ کر غش آگیا، مگر آج ترک عرب اور ایرانی بلا تکلف فوٹو یا روغنی تصویر کھنچاتے ہیں، اور ہم یہ بھی سوال کر سکتے ہیں کہ اگر جانداروں کی تصویر کھینچنا قرآن کے خلاف ہوتا تو ہندوستان کے مسلمان بادشاہ اپنی تصویر کیوں کھچواتے[1]، محمد ثانی (سلطان روم) اطالیہ کے مصور کے سامنے تصویر کھنچانے کیوں بیٹھا؛ اور کیا وجہ ہے کہ سلطان عبدالمجید خان نے جن پر کسی طرح جدید خیالات کی اشاعت کا الزام عائد نہیں ہو سکتا، مصوری کا ایک مدرسہ جاری کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جو طلبا اس مدرسہ سے کامیاب ہوں تکمیل فن کے لیے یورپ کے مدارس میں بھیجے جایا کریں۔ تعدد ازدواج کے متعلق جو غلط فہمی ہے اس کا اطلاق دوسری باتوں پر بھی ہوتا ہے جس طرح گوتم بدھ کی تعلیم پاکیزہ جس سے متاثر ہو کر انگریزی شاعر اڈون آرنلڈ نے اپنی مشہور نظم "لائٹ آف ایشیا" تحریر کی؛ اب صرف چند اوہام کا مجموعہ ہو گئی ہے اور بدھ مذہب کے علما کے لیے عوام پر ظلم اور زیادتی کرنے کا آلہ بن گئی ہے۔ اسی طرح تعصب اور جہالت کی بدولت بہت سی باتیں جزو اسلام سمجھی جاتی ہیں جو سراسر پیغمبر عربی کی تعلیم کے خلاف ہیں اور جنکی موجودہ زمانے کے مسلمان علما اور فضلا سختی کے ساتھ تردید کرتے ہیں[2]۔

[1] شاہان مغلیہ کی تصاویر دہلی میں اور دوسری جگہ بکثرت ملتی ہیں ۔ مترجم

[2] اس سلسلہ میں سرسید بیش بہا مضامین عیسائی مورخین کی تردید میں خاص طور سے پڑھنے کے قابل ہیں دیکھو تصانیف احمدیہ، تفسیر القرآن، تہذیب الاخلاق۔ نیز دیکھو تمدن عرب مترجمہ سید علی صاحب بلگرامی مترجم

سلطنت عثمانیہ کے ترکون کی بابت جو کچھ بیان ہوا کسی حد تک اُسکا اطلاق
ملک روس کے ترکون تاتاریون پر بھی ہوتا ہے، روسی گورنمنٹ جس کا
نصب العین اقوام مفتوحہ کو جبراً عیسائی بنانا ہے، اگرچہ یہ نہین چاہتی کہ
یورپین تمدن کا اثر مسلمانون مین رائج اور مستحکم ہو۔ کیونکہ یہ امر روسی
قومیت مین تمام شمالی اقوام کو شامل کرنے کی تجویز کے خلاف ہوگا۔ تاہم
تاتاریون مین، خصوصاً جنوبی ترکون یعنی قازان اورین برگ اور بانچہ
سرا کے باشندون مین بیداری کے آثار پائے جاتے ہین جو ہماری توجہ کے
محتاج ہین سنہ ۱۹۰۷ء مین بمقام اورین برگ ایک کتاب موسوم بہ "سیاحت
کریمیا" شائع ہوئی ہے جسمین مقامی مسلمانون کی موجودہ تمدنی ترقی
کے حیرت انگیز حالات درج کیے گئے ہین۔ محمد فاتح بن غلمان الکریمی
اس کتاب کا مولف یورپ کے جملہ علوم سے ماہر ہے، اخبار ترجمان کی
بست سالہ سالگرہ مین شریک ہونے کی غرض سے عالم موصوف نے کریمیا کا
سفر کیا تھا، اور علاوہ اُن دلکش حالات کے جو جنوبی روس کے دیارو امصار کے
متعلق مولف نے لکھے ہین تمام کتاب سے جوش ترقی کا اظہار ہوتا ہے جو
نہایت قابل قدر ہے، مولف کے نزدیک اسلامی دنیا کی موجودہ سست
رفتاری کے ذمہ دار مسلمان علما ہین۔ مسلمان ملا تقلید اور تعصب
اور تنگ خیالی کے ایسے شکار ہوگئے ہین کہ اسلام کی قوت صرف فروعات
کی تعمیل مین سمجھتے ہین۔ جدید علوم، اور ایجادات سے متنفر ہین، چونکہ تمام
مشرقی ممالک مین تقلید اور تنگ خیالی کا دور دورہ ہے۔ اسلیے انھون نے

عوام کو ڈنہوی علوم وفنون سے بالکل علیحدہ رکھنے اور یورپ کی ہر ایک چیز کو مردود کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے۔
مگر تقلید ہمیشہ متعدی ہوا کرتی ہے۔ اور باوجود ملاؤن کی شورہ پشتی کے، جدید تمدن تاتاریون مین جڑ پکڑتا جاتا ہے۔ روس کے بڑے شہرون مین متعدد تعلیم گاہین ہیگی جو صرف تاتاریون کے امدادی سرمایہ سے چلائی جاتی ہین۔ تعلیم جدید کے مدارس، جو تاتاریون نے جاری کیے ہین، بیش بہا نتائج حاصل ہوئے ہین بہت سے تاتاری ڈاکٹری اور وکالت کا پیشہ کرتے ہین، کئی ایک تاتاری عورتون نے بھی معلمی اور زنانہ ڈاکٹری مین نام پیدا کیا ہے۔ ایک مقام پر محمد فاتح نے لکھا ہے "میری ناچیز رائے مین قرآن مجید کے احکامات تہذیب اور تمدن کے منافی نہین ہین مگر بدقسمتی سے ایسے علما مفقود ہین جو اسلام مین ازسرنو جان ڈالین اور تہذیب اور ترقی کے ساتھ مذہب کا پیوند ملائین آجکل کے علما، صرف فروعی باتون سے سروکار رکھتے ہین، وہ اسلام کی فلسفانہ کیفیت سے واقف ہونے کی صلاحیت نہین رکھتے اور اس لیے کوئی عملی فائدہ مذہب سے حاصل نہین کر سکتے ہمارے جاہل ملا اپنے ذاتی خیالات کے موافق اسلام کو سمجھتے ہین اور بجائے نفع کے ہمین نقصان پہونچا رہے ہین۔ اے اہل یورپ اپنے کوشش بلیغ سے اپنے مذہب کو جاہل یا پاؤن کے چنگل سے نکال لیا اور ترقی کے راستہ کو منور کر دیا تمھاری مذہبی دنیا تمھاری قوت کے تابع ہے۔ تمھارا کانشنس (نور ایمان) آزاد

اور تمھارا دل روشن ہے - برخلاف اسکے ہمارا مذہب اب تک ملاؤن کا تختۂ مشق ہے اور جبتک ہم تمھاری تقلید نکرینگے اور ملاؤن کے پنجے سے اپنے آپ کو نہ چھڑائین گے اور ظاہر پرستی کو نہ چھوڑین گے، تباہی اور انحطاط ابدی ہے"

اس تحریک کیجانب ہم پھر رجوع کرینگے - فی الحال اسقدر ثابت کرنا کافی ہے کہ باوجود روسی جابرانہ حکومت کے تاتاری مسلمانون مین بھی دماغی اور روحانی بیداری کے آثار پائے جاتے ہین - اس جوش کو روکنے کے لیے گورنمنٹ روس نے طفلس سے ایک اخبار موسوم بہ "روس شرقی" نکالنے کی تکلیف گوارا کی ہے - یہ اخبار آذربائیجان کی زبان مین چھپتا ہے اور اسکے ذریعے سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ قفقاز کے ترک اور مسلمان روس کے زیر سایہ ایک ایسی آزاد قوم بن گئے ہین جو انگریزی سلطنت کے ہندوستانی مسلمان یا عثمانی رعایا سے بالکل جدا ہین، اور روسی گورنمنٹ کی بہت کچھ تعریف کی جاتی ہے - اسمین شک نہین کہ جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہین اُنکو دوسرے مسلمان نفرت کی نظر سے دیکھتے اور کافر اور دشمن اسلام سمجھتے ہین - ان چند مثالون سے جو اسلام مین نئی زندگی کے آغاز کو ظاہر کرتی ہین، یہ ثابت نہین ہوتا کہ معتقدان اسلام اپنی پوری قوت کے ساتھ دماغی ترقی کی اشاعت مین یا پولیٹیکل اور سوشل (معاشری) امور مین اور نیز تمدن جدید کے اکتساب مین دل توڑ کر کوشش کر رہے ہین - ہرگز ہرگز ایسا نہین ہے

ہمنے صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ تحصیل تمدن کی قابلیت اور صلاحیت رکھتے ہین اور اگر اس سلسلہ مین ترکون کا خاص طور پر ذکر ہوا تو یہ قصداً کیا گیا ہے۔ کیونکہ ترک یورپین کے نزدیک بڑے ضدی مسلمان اور غیر قابل اصلاح سمجھے جاتے ہین۔ مسلمانان ہند و مصر کے خیالات ترقی سے اہل یورپ بخوبی واقف ہین، وہ بآسانی مغرب کے پرزور اثر سے مغلوب ہوگئے ہین اور اسیوجہ سے انکو یورپ کی محنت کا نتیجہ کہا جاتا ہے جو مسلمان ابھی تک اپنے ہم مذہب حکمرانون کی حکومت مین رہتے ہین وہ اگرچہ ایسے ممتاز نہین ہین۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ تحصیل تمدن کے ناقابل ہین، سخت ناانصافی ہے وہ مفلسی اور مظلومیت کی حالت مین بھی اپنی قوت کے موافق ہاتھ پیر مارتے ہین اور اس لیے تھوڑا بہت جو کچھ اُنھون نے کیا اُسکو ہمین بہت غنیمت سمجھنا چاہیے، یہ امر کہ جدید تحریک کو تقویت حاصل ہوگی یا نہین اور کس حد تک اُسکی ترقی ممکن ہے دراصل مسلمانون کے اندرونی اور بیرونی تعلقات اور حالات پر منحصر ہے۔

لیکن چونکہ خاموش کھڑا رہنا ناممکنات سے ہے، کسی زمانہ مین ایسی بیداری ظاہر ہوگی، اور ضرور ہوکر رہے گی، جس سے یورپین سلطنتون کے بہت سے منصوبے اسلامی ایشیا مین اقتدار حاصل کرنیکے ناگاہ خود بخود ہوجائینگے۔

بابِ دوم

اصلاح کی راہ مین جدوجہد

کیا اسلام ترقی کا دشمن ہے

یورپ سلہ اس عام خیال کی صحت پر کہ اسلام تمدنی ترقی کا نہ صرف دشمن ہے بلکہ اُسکی صلاحیت بھی نہین رکھتا، اعتراض کرتے وقت مفصلہ ذیل سوالات کیے جا سکتے ہین -

اگر یورپ کا خیال صحیح نہین ہے تو پھر کیا وجہ ہو کہ ایشیائی مسلمان جنکو یورپ کے ساتھ ربط ضبط کرتے زمانہ دراز گذر گیا ابھی تک مغربی تمدن سے بہت کم متاثر ہوئے ہین ؟ اُنکا تمدنی اور سیاسی انحطاط اس عبرتناک حالت کو کیون پہونچگیا ہے اور بحیثیت ایک قوم کے متفقہ کوشش کی کوئی علامت کیون نظر نہین آتی ، اور دو تہائی سے زاید مسلمان کسواسطے اقوام غیر کے زیرنگین ہو کر اپنی قوت اور آزادی کھو چکے ہین ؟ ان سوالات کا جواب دینے کے لیے کل اسلامی مسئلہ پر وسیع نظر ڈالنے کی

سلہ تمام دنیا کے مسلمانون کی تعداد کا اندازہ کرنا مشکل ہو کیونکہ ایشیا اور افریقہ کے صرف اُن ممالک کی مردم شماری ہوئی ہے جو غیر قومون کے قبضہ مین ہین میٹھ مفصلۂ ذیل مسلمان غیر اقوام کی رعایا ہین ہندوستان مین ساتکروڑ روس مین ۲۱۴۸۸۵۹۱۳ چین مین تقریبًا ۲۰۰۰۰۰۰۰۰ ڈچ نوآبادیون مین ۵۰۰۰۰ یعنی کل ۴۸۲۷۴۳۱۱۱ - اسکے مقابلہ مین ٹرکی مین تقریبًا دو کروڑ پچاس لاکھ ایران مین ۹۰ لاکھ افغانستان مین ۵۰ لاکھ مسلمان ہین جس سے ظاہر ہو کہ دو ثلث سے زائد مسلمان دیگر مذاہب کی رعایا ہین -

ضرورت ہے اور اگر ہم اُن اسباب واقعی کو ظاہر کرنے میں کامیاب ہو لیا جو
ابتک ترقی مین سد راہ رہے ہین اور جو درحقیقت مرض کے علامات ہین تو ہم
اسلامی دنیا کے آیندہ واقعات کا موازنہ کافی صحت کے ساتھ کرسکین گے اور
اُس اسلامی سوسائٹی کا جسے آیندہ نسلین دیکھین گی، تصور کرسکتے ہین۔
ہم کسی پیشین گوئی یا الہام کا دعوی نہین کرتے بلکہ صرف اُن خیالات کا
سنجیدگی کے ساتھ اظہار مقصود ہے جو محض خشک اور غیر مزین واقعات پر
مبنی ہین، اور جن نتائج پر ہم پہونچنے والے ہین، اُنکی تہ کو ہر ایک سمجھدار
آدمی خود غور و خوض کرکے پہونچ سکتا ہے۔ بیشتر یورپین کو ایشیا میں اصلاحی
تحریک کی سست رفتاری اور بھونڈے پن پر تعجب ہوتا ہے اور اسی لیے
وہ شک کرتے ہین کہ کوئی اطمینان بخش نتیجہ مرتب ہونا مشکل ہے اگر ہم یہ
بھی مان لین کہ اسلام کی پولیٹکل خودمختاری نہایت غیر مستحکم ہے اور غالبًا
تباہی مسلمانون کی قسمت مین لکھی ہے لیکن تہذیب اور تمدن کی ترقی
مین اُنکی بابت تشکک کسی طرح جائز نہین ہے، یہ قدیم مقولہ کہ "انسان
کی جبلت مشکل سے بدلتی ہے" ایشیا مین زیادہ اثر رکھتا ہے، خصوصًا
تمدن کے معاملہ مین، کیونکہ پرانی دنیا کے باشندے دقیانوسی خیالات پر
سختی سے چپکے ہوئے ہین، اور اُن اقوام کی طرح، جن کا درجہ بلحاظ
تہذیب و تمدن گرا ہوا ہوتا ہے، پرانی رسم و رواج کو ترک نہین کرتے۔
یورپ کے ادنی طبقون مین بھی ہم یہی کیفیت دیکھتے ہین۔ اس خرابی کا منبع
نہ صرف اسلام پیدا ہے بلکہ ہندو، بودھ اور عیسائی مذاہب نے بھی ایشیا مین

نقصان اٹھایا ہے (جاپان البتہ مستثنیٰ ہے - جو کچھ جاپان نے ترقی کی ہے
اُسکا سہرا بودہ مذہب کے سر نہیں ہے - کیونکہ چین جہاں یہی مذہب رائج
ہے اسلام سے کچھ زیادہ یورپین تمدن کا مخالف پایا جاتا ہے) ہماری
یہ امید عبث ہے کہ شریعت محمدی کے پیرو جو صدیوں سے اپنے ہی خیالات
اور اعتقادات کے حصار میں رہتے آئے ہیں اور جنکو وہ خلائق عامہ
کے لیے عین خیر و برکت سمجھتے ہیں اور جو مدتوں سے ہر ایک اجنبی اور
غیر جنس چیز کو مکروہ اور مردود خیال کرتے آئے ہیں یکایک کسی اجنبی
تہذیب اور تمدن کو نہ صرف بخوشی اختیار کریں بلکہ اُسکی تعریف
میں رطب اللسان بھی ہوں - ایسی توقع کرنا محض بیکار ہے اس قسم کی
یک لخت تبدیلی سے اُنکے غرور اور خودداری کو صدمہ پہونچیگا - اور واقعی
پہونچنا چاہیے - مسلمانوں کو ہمارے تمدن کی برتری کا خواہ کتنا ہی یقین
کیوں نہو تاہم اُنکو اپنے مذہب اور تمدن میں بکثرت باتیں ایسی ملینگی
جو اُنھیں قرآن پاک کو بالائے طاق رکھنے سے روکتی ہیں - مسلمان
کہتے ہیں کہ آج اہل یورپ علم کیمیا اور علم جر ثقیل اور علم ہیئت اور طب وغیرہ میں بڑی
وسیع نظر رکھتے ہیں لیکن یاد رہے کہ وہ ہمارے ہی کندھوں پر
کھڑے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دور تک دیکھ سکتے ہیں یعنی
ان علوم کی بنیاد مسلمانوں نے ڈالی ہے اگر گذشتہ زمانہ میں
ہمارے آبا و اجداد ابتدائی مرحلوں کو طے نہ کرتے تو آج اہل
یورپ ان علوم و فنون میں [illegible] اس آسانی سے [illegible] اس قسم

خیالات سید امیر علی[1] کی کتاب "اسپرٹ آف اسلام" بکثرت پلٹ جاتے ہین اور نیز اُن جوابات سے جو علامہ قاسم امین[2] رکن عدالت عالیہ قاہرہ نے ڈیوک آف ہرکورٹ کے اعتراضات پر تحریر کیے ہین۔ احمد مدحت فندی ساکن قسطنطنیہ اور محمد عادل جیسے لوگون[3] کی تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ

---

[1] سید امیر علی سابق جج ہائی کورٹ کلکتہ کی ذات پر مسلمانون کو فخر کرنا چاہیے۔ اُنکی تصنیفات نے یورپ مین بڑی مقبولیت حاصل کی ہے اور اکثر غلط فہمیان یورپین کی اُنکے مطالعہ سے رفع ہوئی ہین "اسپرٹ آف اسلام" اُنکی بہترین تصنیف ہے اسمین نہایت قابلیت و جوش کیساتھ اسلام کی حمایت کی گئی ہے اور اسلام کی حقیقت کا اظہار ہوا ہے۔ اسلامی حمایت کے جوش نے سید صاحب موصوف کو اجازت نہ دی کہ پنشن لینے کے بعد گھر پر اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرین بلکہ انگلستان جاکر اُنھون نے مسلمانان ہند کے پولیٹکل حقوق کی نگہداشت مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا چنانچہ حال مین جو مراعات توسیع کونسل کے سلسلہ مین ہند کو حاصل ہوئے ہین اُسکے لیے مسلمانان ہند صاحب موصوف کے بہت زیادہ شکرگزار ہین۔ اُنکی سیاسی مساعی کا یہ نتیجہ ہوا کہ تیس کروڑ باشندگان ہندوستان مین سے دولت برطانیہ نے صرف سید امیر علی صاحب کو باعتبار اُنکے تجربہ علمی اور واقفیت قانون کے پریوی کونسل کا رکن مقرر کیا۔ یہ پہلا موقع ہی کہ ایک ہندوستانی کو یہ اعزاز نصیب ہوا مترجم

[2] قاسم امین صاحب کی ایک کتاب موسوم بہ "تحریر المراۃ" ہندوستان مین بڑی دلچسپی سے پڑھی گئی ہے اس کتاب مین علامہ موصوف نے مسلمان مستورات کی موجودہ و آیندہ حالت پر ہر پہلو سے نظر ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اگر مسلمان دیگر اقوام کے مقابلہ مین سیتا بود ہونا نہین چاہتے تو اُنکے لیے اپنی مستورات کی حالت بہتر کرنا اور اُنکو موجودہ تاریکی و کس مپرسی سے نکالنا لازمی امر ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ قیمت ہر ایک پوٹھن الفرض علیگڈھ سے ملسکتا ہے مترجم

[3] ہندوستان مین سرسید علیہ الرحمۃ نے سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" اور دیگر مصنفین کے اعتراضات کا جواب نہایت خوبی سے دیا ہے اور اسلام کی حمایت مین ضخیم جلدین تحریر کی ہین مترجم

جدید تعلیم یافتہ کس خوبی اور جوش کے ساتھ دین محمدیؐ کی حمایت کرتے ہین - اگر مسلمانون کی جدید نسل ایسی خودداری کا اظہار کرتی ہے تو اسے ملامت نہ کرنا چاہیئے - برخلاف اسکے ہمین اُنکی تعریف لازم ہے - کیونکہ اکثر امور مین اُنھون نے اپنے تعصب کو مغلوب کر لیا ہے اور "کفر" کے قدیم معنون مین بہت کچھ تغیر کیا ہے - دوسرے مذاہب کے لوگ اُنکی نظرون مین اب پہلے جیسے حقیر نہین ہین - اور اب اُنھون نے جدید شاہراہ پر آہستگی سے چلنا شروع کر دیا ہے ؛

انصاف یہ ہے کہ ہمین مسلمانون کیساتھ صبر سے کام لینا چاہیے - اور ہمین فراموش نکرنا چاہیے کہ خود ہمکو ازمنہ متوسطہ کی جہالت - ناشائستگی اور تعصب کی تاریکی سے نکلنے اور آزادی کی روشنی مین آنے کے لیے صدیان صرف کرنا پڑی ہین ، ہمارے لیے نشاۃ الثانیہ[۱] نے اور نیز یونان و روما کی بیش قیمت علمی ذخیرون نے راستہ آسان کر دیا تھا ازمنہ متوسطہ کی تاریک رات کے بعد کوئی مایہ ناز ہماسے پاس ایسا نہ تھا جسے فراموش کرنے یا پس پشت ڈالنے مین ہمین تکلیف یا افسوس ہوتا - برخلاف اسکے مسلمانونکی گذشتہ عظمت و شان کی تصویر ہمیشہ اُنکے پیش نظر ہے

(۱) نشاۃ الثانیہ اُس زمانہ کا نام رکھا گیا ہے جبکہ سولھوین صدی میں یورپ نے ازمنہ متوسطہ کے قیود اور تعصبات سے اپنے آپکو آزاد کرنا شروع کیا - اور یونان و روما کے علوم کی اکتساب کی جانب یورپ کے جملہ ممالک بہہ تن مصروف ہو گئے - یہ جوش کم و بیش تمام ممالک مین پھیل گیا - مطبع کی ایجاد نے اس ترقی مین بڑی مدد دی - یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یورپ کی تجدید علمی زمانہ [illegible] نے دست بکم [illegible] دی ہو فتح قسطنطنیہ کے ساٹھ سال کے بعد شروع ہوا جبکہ یورپ کو مسلمانون کے تمدن اور معاشرت کی برتری کا کافی احساس ہو چکا تھا - مترجم

اُنکے اجداد نے ایسا سرمایہ چھوڑا ہے جسے پامال کرتے اُنکی خودداری کو صدمہ
پہونچتا ہی۔ غرضیکہ موجودہ تمدن اختیار کرنے سے پہلے اُنکو بہت کچھ فراموش کرنیکی
ضرورت ہے۔ فرض کرو کہ کسی یورپی سوسائٹی کو اپنی قدیم معاشرت ترک
کرنے اور کسی دوسری، مثلاً اہل چین کی، معاشرت اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔
کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا تمدن ہے۔ کیا اس قسم کی تبدیلی زیادہ آسانی سے اور
زیادہ وقت صرف کیے بغیر اور بلا قسم کی ہلچل ڈالے حاصل ہوسکتی ہے؟ مین
منجملہ اُن معدودے چند مغربیون کے ہون جنھون نے بچشم خود (اصلاح)
کی راہ مین مسلمانون کی جدوجہد اور ایثار نفسی کو دیکھا ہی - اور میرے نزدیک مسلمان
ریفارمرون[1] (مصلحون) کا ضبط اور استقلال نہایت تعریف کا مستحق ہے۔
اور ہم اہل یورپ سراسر غلطی کرتے ہین جبکہ ہم اُن دقتون کو نظرانداز کرکے
جو ایسی تبدیلی مین لاحق ہوتی ہین، مسلمانون کو لاپروائی اور اس سے
بھی بڑھکر، مروجہ تمدن سے دشمنی کا الزام دیتے ہین -

اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ تاریخی، قومی اور ایسے خاص جغرافیائی
حالات کے علاوہ، بہ کثرت وجوہات مسلمانون کی سہل انگاری کی حمایت مین پیش کیے

---

[1] سر سید نے جس وقت ہندوستان مین اصلاح کا بیڑا اُٹھایا اور تہذیب الاخلاق مین دھوان دھار
مضامین لکھنے شروع کیے تو ہندوستان کے ہر گوشہ سے اُن پر سب و شتم اور لعن طعن کی بوچھار کی گئی
صدہا کفر کے فتوے شایع کیے گئے حتی کہ مکہ معظمہ سے بھی فتوے حاصل کیا گیا۔ باوجود اس مخالفت
کے سر سید نے اپنے استقلال مین سرمو فرق نہ آنے دیا اور اپنی کوشش کا سلسلہ جاری رکھا۔
ہندوستانی مسلمانون کو سر سید علیہ الرحمۃ کی ایثار نفسی اور صداقت ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے مترجم

جا سکتے ہین جنپر ابتک کافی توجہ نہین کی گئی ہے۔ طرفداری کو علیحدہ کر کے دیکھا جائے
تو واضح ہوتا ہے کہ غیر ملکی اور نیز مسلمانون کے ہم قوم اُستادون نے کامیابی کے
ساتھ تعلیم و تربیت دینے مین کافی سرگرمی ' دیانت داری اور قابلیت سے
کام نہین لیا ہے۔ حالانکہ اُنکے شاگردون مین قبولیت کا بہ کثرت مادہ پایا
جاتا ہے۔ ہم اپنی ہی حالت سے شروع کر کے یہ دکھائینگے کہ اہل یورپ نے
جو مشرق مین تمدن پھیلانے کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہین ' صرف مادی
فوائد مثلاً تسخیر ممالک اور توسیع اقتدار سے تعلق رکھا اور اُنھون نے
مشرقی دنیا کو ظلم و زیادتی کی غلامی سے چھوڑانے کو چندان ضروری
خیال نہین کیا ' البتہ کہین کہین اُنھون نے ہمدردی کا اظہار صرف
اُسیوقت کیا ہے جبکہ اُنکے ذاتی اغراض اس کے مقتضی ہوئے ' یہ
واقعات ہر شخص کے پیش نظر ہین اور طوالت بیان کے محتاج نہین
ہین ' محض انسانیت کے خیالات نے کبھی کسی گورنمنٹ کی رہنمائی نہین
کی ہے " اور جلب منفعت " اُنکا ہمیشہ اصول رہا ہے۔ مثل مشہور ہے
کہ مزدور اپنی مزدوری کا مستحق ہوتا ہے ' یہ اصول جبکہ افرادی زندگی پر صادق
آتا ہے تو اقوام کی زندگی پر بھی بدرجہ اتم صادق آنا چاہیے کیا وجہ ہے کہ
کسی شخص کا حقِ خدمت طلب کرنا دیانت اور راست بازی پر مبنی سمجھا جائے '
لیکن اگر کوئی سلطنت اپنی جانفشانی اور محنت کا صلہ لینا چاہے تو اُسے
ناقابل معافی ' بلکہ مجرم قرار دیا جائے ؟ مشہور ہے مثل " سلطنت کی سلامتی
تمام قوانین پر فوقیت رکھتی ہے " ہمارے تمام کارنامون کی اصل جڑ سمجھی جاتی ہے ' اور

بعض اوقات سلطنت کی سلامتی کی غرض سے حد درجہ کی ناانصافیان اور
مظالم روا رکھے جاتے ہین۔ جب کوئی سلطنت کسی وحشی یا نصف متمدن ملک
کو فتح کرکے اپنی تکالیف اور اخراجات کا اور نیز مفتوحہ ملک کو ترقی یافتہ
بنانے کی محنت کا صلہ طلب کرتی ہے، تو کوئی اُسکو ملامت نہین کرسکتا۔
ایسا مطالبہ سراسر مطابق قانون قدرت ہے، لیکن اسی کے ساتھ اُسکا
فرض ہے کہ اُن فوائد اور انعامات کے معاوضہ مین اہل ملک کی
عملی طور پر مفید اور حقیقی خدمات کی جائین۔ افسوس ہے کہ ہمیشہ ایسا
نہین کیا جاتا۔ جہان کہین ہمارے تمدن کا جھنڈا نصب کیا گیا ہے یعنی
اُن تمام ممالک مین جہان ہم بحیثیت دوست یا دشمن کے داخل ہوئے
ہین ہمنے اپنا فرض واجبی صرف اسقدر سمجھا ہے کہ بحیثیت مصلح ہونے کے، عاقلانہ
نصائح سے اہل ملک کی مدد کرین یا جہان کہین تبدیلی کے آثار پہلے سے پائے جاتے ہین
ہم صرف مروجہ برائیون کے انسداد کے لیے اپنی تیار شدہ معجونین پیش کرتے ہین۔
مشرق اور مغرب مین جو تعلقات واقعی ہین اُنکا بہت کم خیال کیا جاتا ہے
اور جن اجزا کی اصلاح مد نظر ہے اُنکا امتحان و تجربہ، بلحاظ خصائص
قومی و اخلاق کے شاذ و نادر ہوتا ہے، اہل یورپ نے صرف اسقدر ضروری
سمجھا کہ اصلاحات جدید کا خاکہ مفتوحہ اقوام کے سامنے پیش کرکے علیحدہ
ہوگئے، اور تعجب کرنے لگے کہ ایشیا کے باشندے کس لیے اپنے قد و قامت
سے بڑھ کر لمبے چوڑے اور بھاری کپڑے پہنکر کچھوے کی طرح آہستگی
اور وقت کے ساتھ اصلاح کی راہ مین قدم رکھتے ہین۔ مغربی اُستاد اور مشرقی شاگرد

دونون سے یہ غلطی شروع سے سرزد ہوئی ہے کہ زمانہ جدید کے مسائل کو مقامی ملّی اور اخلاقی حالتون کے ساتھ زیادہ مطابقت نہ دی اور تجاویز جدید کو زیادہ مقبول نہ بنایا - اگر جدید خیالات اور مراسم کو، جو مسلمانون کو مکروہ نظر آئے، کسی قدر زیادہ دلکش بنایا جاتا تو ترقی و تبدیلی کی منزل آسان تر ہو جاتی - لیکن یورپ نے تو ان معاملات کی تفتیش کرنے کی تکلیف گوارہ نہین کی، اور اہل مشرق اُنکو اچھی طرح سمجھنے سے قاصر رہے اور نئی اور پرانی دنیا کے متذکرہ بالا حالات پر غور اور تحقیقات نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اسلامی دنیا خصوصًا ترکی، آجتک اسکا خمیازہ بھگت رہی ہے -

یہی غلط طریقہ تمدنی اثر پھیلانے کا اُن ایشیائی ممالک مین بھی پایا جاتا ہے، جہان ہم فاتحانہ حیثیت سے نہین بلکہ دوستانہ حیثیت سے پہونچے ہین - مگر دنیائے قدیم کے اُس حصہ مین جہان ہمارے اقتدار نے مضبوط جڑ پکڑ لی ہے یہ خرابی رفع ہو سکتی ہے، اور ضرور رفع ہو جائیگی - بعض ممالک مثلًا ہندوستان، مصر، الجیریا، ٹیونس مین بہتری کے آثار نظر آنے لگے ہین - اس حالت کو دیکھکر لوگ سمجھتے ہین، اور اُنکا ایسا سمجھنا چندان بیجا نہین ہے، کہ اگر مسلمانون کو اُنکے حال پر چھوڑ دیا جائے تو خود اُنہین اس قدر جوش اور صلاحیت نہین ہے کہ مغربی ممالک کے تمدن کو اختیار کرین، اور اسلیے بلا اہل یورپ کی اتالیقی کے وہ ترقی نہین کر سکتے - یہ تشخیص افسردہ کرنے والی ضرور ہے - صحیح اور غیر جانبدارانہ رائے قایم کرنیکے لیے ہم اول اُن ممالک اسلامیہ کی حالت پر سرسری نظر ڈالینگے جہان عرصہ دراز سے ترقی تمدن کا

کام جاری ہے، اور جنکا مستقبل اہل یورپ کے لیے خاص دلچسپی اور اہمیت
رکھتا ہے، میرا اشارہ خصوصًا ٹرکی اور ایران کی جانب ہے۔
ٹرکی جسکا جسم ناتوان عرصہ سے مستند اور غیر مستند اطباء کا تختۂ مشق
رہا ہے اور جسپر حتی الامکان تمام نسخے اور ٹوٹے ٹوٹکے آزمائے جا چکے ہین
اُس کوشش کا پہلا شکار ہے جو یورپ نے اپنا تمدن پھیلانے مین کی ہے۔
منجملہ اُن اسباب کے جو ترقی کی راہ مین حائل ہوئے سب سے اول نمبر ملک
کی اندرونی خرابی کا ہے۔ ایسی سلطنت مین جو متضاد اجزا کا مجموعہ ہو، اور
جہان مذہبی فرقے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی فکر مین شب و روز مصروف
ہون، اور جہان امن صرف فاتح قوم کی فوجی قوت سے قایم ہو، جدید تمدن
پھیلانا اس حالت مین بھی سخت مشکل اور اہم کام تھا جبکہ ملحقہ ممالک دوستانہ
برتاؤ کرکے اصلاح اور ترقی کے کام مین ٹرکی کی امداد کرتے جو بد قسمتی سے
اُنھون نے ایسا نہین کیا ہے۔ لیکن وہان کی حالت اس کے بالکل برعکس
ہے۔ رعایا کے مختلف فرقے آئے دن آپس مین جدال و قتال رکھتے ہین
اور جو زمانہ سلطنت ٹرکی کی تاریخ مین زرین کہا جاتا ہے اُس وقت بھی حکمران
قوم کو بیرونی و اندرونی دشمنون کی نگہداشت کرنا پڑتی تھی، کیونکہ دونون
ٹرکی کی حالت سے مطمئن نہ تھے اور اُسکی تباہی سے متمتع ہونے کے متوقع
تھے۔ اس کے علاوہ ہمین یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ترک جنگجو قوم ہونے
کی وجہ سے اسلحۂ آتشین کے استعمال کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے بہ نسبت
دماغ کے اُن نازک اور بے مضرت آلات کے جو کسی سلطنت کے نظم و نسق

قایم رکھنے کے لیے ازبس ضروری ہین۔

ٹرکی مین انحطاط کے آثار ابتدا ہی سے ظاہر ہونے لگے۔ اور جس قدر بیرونی دشمنون کی جانب سے خطرہ بڑھتا گیا اُسی نسبت سے عیسائی رعایا خفیہ و علانیہ ہر طریقہ پر، دریے تخریب ہوئی اور سرکشی ظاہر کرنے لگی۔ اور اُنیسوین صدی کے آغاز سے سلطنت عثمانیہ کو ہر وقت مصیبت کا سامنا رہتا ہے۔ اور صرف اپنے گزشتہ اقتدار کی دھاک اور دشمنون کی آپس کی رقابت کی مدد سے ٹرکی اپنے آپ کو بمشکل سنبھالے ہوئے ہے۔ اس ابتدائی ترقی تمدن کو دیکھا جائے تو سنبھالا لینے کی وقتاً فوقتاً کوشش، کبھی جوش کے ساتھ اور کبھی بادل ناخواستہ یورپی مملکت کے دباؤ سے، بلا کسی خاص مقصد و مطلب کے نظر آتی ہے۔ ملک اور سوسائٹی کی اصلاح کا کبھی ارادہ نہین کیا گیا۔ کیونکہ یورپی اقوام کے نزدیک زمین کاشت کے لیے پورے طور پر تیار نہین کی گئی تھی اور تمدن یورپ کے پودھے کے لیے زمین اسقدر ناموزون تھی کہ اُسکے نشو و نما کی امید عبث تھی۔ باوجود ان سب خیالات کے، اصلاح کی تحریک جاری رہی اور ابتک جاری ہے۔

چونکہ آل عثمان کی جبلت مین فرمانبرداری اور جدت کا مادہ خصوصیت کے ساتھ پایا جاتا ہے، اسلیے اقوام اجنبیہ (یورپ) کی تعلیم نے اُنمین دخل پالیا، ہر طرف دماغی ترقی کے آثار پائے جاتے ہین اور ٹرکی سوسائٹی کے اعلیٰ طبقونکی حالت یورپ اور ایشیا کے بین بین پائی جاتی ہے۔ ایشیا کے جملہ مسلمانون مین جنھون نے اپنی آزادی قائم رکھی ہے، ٹرک مغربی تمدن کی راہ مین سب سے

انحطاط کی وجوہ

آگے نظر آتے ہین - ٹرکی مین رفارم (اصلاح) کی تحریک کا نتیجہ موجودہ حالت سے بالکل مختلف اور بدرجہا بہتر ہوتا اگر ملک مین رعایا کی بوقلمونی کے بجاے ایک متفق قومی گروہ موجود ہوتا - اور اگر یورپی اقوام بجاے پراگندگی اور تفرقہ اندازی کے مختلف اقوام کو آپس مین متفق کر کے اصلاح کی شاہراہ پر رہنمائی کرتین[1] -

دوسرا سبب اصلاح کی کوششون مین ناکامیابی کا یہ ہے کہ ٹرکی محدود شخصی سلطنت ہے - باوجود اندرونی خرابیون اور ایشیائی شاہ پرستی کے بھی سلطنت کا فارغ البال ہونا ممکن تھا بشرطیکہ اُسکے بادشاہون مین سلطنت کو مرفع الحال بنانے کی جملہ قابلیتین یعنی معاملات سے پوری واقفیت ، حسب قومی ، دانشمندی وغیرہ ہوتین اور وہ خود غرضی کو دخل دیے بغیر ملک کو ترقی کی راہ پر چلاتے - بدقسمتی سے ٹرکی مین ایسے حکمرانون کا کال رہا ہے - جب سے ٹرکی نے اصلاح کی راہ مین قدم رکھا ، صرف سلطان محمود کے زمانہ مین ملک کی اندرونی خرابیان دور کرنے کی جانب سرگرمی کے ساتھ توجہ کی گئی - یہ بادشاہ اصلاح کی ضرورت کو بخوبی سمجھتا تھا - اور جن اصلاحات کا سلطان موصوف نے بدقت تمام رواج دیا اُسے فولادی عظم اور زبردست شخصیت پر محمول کرنا چاہیے -

---

[1] سب جانتے ہین کہ یورپ مین ٹرکی کی حالت وہی ہے جو ۳۲ دانتون مین زبان کی ہوتی ہے ٹرکی کی مخالف قومین عیسائی رعایا کو سرکشی اور بغاوت پہ آمادہ کرتی رہتی ہین حالانکہ یہ حقوق جو اُنکو سلطنت ٹرکی مین حاصل ہین [illegible] مین حاصل نہین ہوتے - مترجم

جب مین رفعت پاشا کا، جسے سلطان کی خاص عنایت کا فخر حاصل تھا، مہمان تھا تو میری نظر سے ایسے کاغذات گذرے جنسے خود سلطان کے درباریون کے حیرت انگیز اختلافات کا انکشاف ہوتا تھا جو اصلاحات جدید کی بابت ملک مین پائے جاتے تھے، مثلاً سنبل خانم، سلطان کی محبوبہ اور محل کی با اثر خزانہ دار نے ملاؤن کی مدد سے، اصلاحات کے خلاف خفیہ سازش کا آغاز کیا، مگر اس جوش جہالت کی پاداش مین اُسے سزاے موت دی گئی۔ باوجود پوشیدہ اختلاف کے بھی سلطان محمود اپنے ارادہ پر باستقلال تمام قایم رہے۔ اُنکے جانشین سلطان عبد المجید اگرچہ طبیعت کے نیک تھے اپنے باپ جیسی قوت ارادی نہ رکھتے تھے سلطان محمود کی اصلاحات جاری رہین لیکن یورپی قوتون کے دباؤ سے جو اصلاحات ترکون کو اختیار کرنا پڑین وہ ملمع کی حیثیت رکھتی تھین یورپ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے، کچھ عرصہ تک دھوکے مین رہا مگر جب وقت حقیقت حال ظاہر ہوئی تو اُس نے موعودہ اصلاحات کی تکمیل کے لیے اور بھی زیادہ دباؤ ڈالا۔ ترکی کو اپنی لاچاری اور مجبوری کا اعتراف کرنا پڑا۔ صرف اُنگلی کے اشارہ پر کوئی قوم اُن روایات کو جنھین وہ صدیون سے عزیز سمجھتی آئی ہے، ترک کر کے ایسے اجنبی تمدن کو جسے اب تک اُس نے نفرت کی نظر سے دیکھا ہے، اختیار نہین کر سکتی یورپ کی آنکھین کھلین، اور جو چند دوست ترکون کے باقی رہ گئے تھے اُنھون نے بھی ساتھ چھوڑ دیا نا قابل اور کوتاہ عقل سلطان عبد العزیز کے

زمانہ مین ترکون کی ابتری اس حدتک پہونچ گئی کہ قریب تھا کہ ٹرکی کا جانی دشمن (روس) سلطنت عثمانیہ کے یورپی مقبوضات کو ہمیشہ کے لیے بیکار کردے، اور ایشیا مین بھی اُسے چین سے نہ رہنے دے۔ سلطان عبدالحمید خان اِن خطرناک مصائب کے زمانہ مین تخت نشین ہوئے اور اُنھون نے ٹرکی کی دماغی اور مادی حالت کو سنبھالنے اور ترقی دینے مین انتہا درجہ کی کوشش کی۔ اُنکی دلی خواہش تھی کہ اپنے ملک اور رعایا کو نفع پہونچائین، لیکن زمانہ اُنکا دشمن تھا علاوہ برین سلطان موصوف کی تعلیم اور عام شخصیت مین نہایت اہم نقائص موجود تھے۔ جنکی وجہ سے بالکل غیر ممکن تھا کہ وہ اصلاح کے کام کو اُس درجہ تک جاری رکھتے جیسا کہ حالات زمانہ کے لحاظ سے ضروری تھا۔ بڑی حیرت کا مقام ہے کہ بد نصیب سلطنت مین جو عرصہ سے دیوالیہ اور حال کی بے سود لڑائیون سے زیر بار قرضہ ہوگئی تھی، ہاتھ پاؤن مارنے کی سکت باقی رہی۔ اگرچہ تباہی کے دروازہ تک پہونچ گئی تھی اور ہر چہار طرف سے دشمنون کا نرغہ تھا، اس مصیبت کے زمانہ مین بھی ٹرکی نے مشکلات کا مقابلہ کیا۔ بلکہ تمدن کی راہ مین گو سست سہی، مگر استقلال کے ساتھ ترقی کرتی رہی۔ ٹرکی کی یہ مستقل مزاجی تعریف کے قابل ہے اس حالت کو دیکھکر یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کیا دوسرے طریقہ یعنی سلطان کی قوت کو کم کرکے زیادہ آزادانہ اصول کی گورنمنٹ سے ملک کو زیادہ فائدہ نہ پہونچتا بہ نسبت اُن مُسکّن نسخون کے جو یورپی سلطنتون نے ٹرکی کی خرابیان دور کرنے

کے لیے تجویز کیئے ہین؟ اس سوال کا براہ راست جواب دینا مشکل ہی
کیونکہ اس کا تعلق ایسے تجربہ کے ساتھ ہے جسکے انجام کی نسبت کوئی پیشین
گوئی نہین ہوسکتی سدہا یہ امر کہ دیگر قوتون نے ٹرکی مین آزادی پھیلانے
مین مخلصانہ امداد کیون نہین دی، اسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ یورپی
سلطنتون سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ایمانداری اور سچائی کے ساتھ ٹرکی کا
ساتھ دینگی، عبث ہے، کیونکہ تقریباً تمام ممالک کو، جو ٹرکی سے واسطہ
رکھتے ہین، مشرق قریب مین اپنی ذاتی مالی اور ملکی منفعتونکا خیال رہتا ہے
اسوقت ٹرکی کے قبضہ مین دنیا کے بہترین، سب سے زیادہ زرخیز اور متمول
ممالک موجود ہین۔ گو اب ہلال کے خلاف صلیب پرست یورپ کا جہاد کرنا
فرائض مین سے نہین سمجھا جاتا، تاہم موقع ملے تو کوئی قوت بھی ٹرکی کے کسی
صوبہ پر قبضہ کرنے مین مطلق پس و پیش نہ کریگی پس ٹرکی کو اپنے پاؤن کے
بل کھڑا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہین ہے۔ اور اسکی رعایا کی مشرقی
عادات نیز سلطان کی مطلق العنانی نے دو سلف ہلپ (خود امدادی) کے
اصول پر کاربند ہونے مین بڑی رکاوٹ کی ہے یہ سچ ہے کہ راست باز
اور محب وطن مدحت پاشا نے مغربی اصول پر گورنمنٹ اور پارلیمنٹ قائم
کرنے، اور مختلف اقوام کو ایک متحدہ عثمانیہ سوسائٹی مین مجتمع اور سلطان کی قوت کو
محدود کرنے مین بڑی کوشش کی لیکن باستثناء انگلستان کسی اور یورپی قوت نے
مدحت پاشا کی امداد نہ کی عیسائیون اور مسلمانون کے درمیان صدیون کے اختلافات
کو یک لخت مٹا دینا اور سلطان کے دل سے حکمران قوم کی زیادتیون کو محو کرنا سخت مشکل کام تھا

کیونکہ عیسائی رعایا کو مغربی ممالک کی اخلاقی اور مالی امداد اور ہمیشہ شفقت اپنے حکمرانون یعنی ترکون کے خلاف برانگیختہ کرتی رہتی تھی - علاوہ انکے باشندگان یونان، آرمینیا، سرویا، اور بلگیریا کے کامیاب کوششین اور آزادی، آرمینون، البانیون، اہل شام بلکہ مسلمان عربون کو بھی بے چینی کی حالت مین رکھتی ہین۔ سلطنت عثمانیہ کا مستقبل نہ روشن ہے، نہ خالی از خطر، باوجود ان سب حالات کے نیچر طرفدار بصیرت ایسے رکھتے ہین کہ یہ خطرہ اب بھی کم ہوجائے اگر ترکی گورنمنٹ اپنے آپ کو جلد موجودہ خواب خرگوش سے بیدار کرکے مروجہ تمدن کی راہ مین زیادہ تر پیش بینی کے ساتھ قدم رکھے، اور ترکون کی قومی اجزا کو مضبوط کرکے اسوۂ کو مستحکم کرے جس نے سلطنت کے آغاز کے وقت اس قدر نمایان استقلال کا اظہار کیا تھا اور جو آج بھی جدید حالات کے مقابلہ مین اُنکی بیش بہا خدمت کرسکتی ہے کیونکہ منجملہ مسلمان اقوام کے ترک اب بھی فوجی اور پولٹیکل قابلیت مین سب پر فوقیت رکھتے ہین، اور ہر زمانہ مین اُنھون نے اپنے اقتدار کو حیرت انگیز قابلیت کے ساتھ قائم رکھا ہے -

مگر اب حالت بالکل مختلف ہے آئے دن کی لڑائیون[۲] نے طبقۂ اولیٰ کی قوت کو

---

[۱] ترکی کی کمزوری اور یورپین اقوام کی امداد سے فائدہ اُٹھاکر نہ چھوٹے چھوٹے ممالک صرف آزاد ہوگئے ہین بلکہ شب و روز ترکی کی تباہی اور شکستگی مین کوشان رہے ہین -

[۲] ہر ایک ترک مرد پر فوجی خدمت واجبی ہے۔ خاندان کے خاندان اپنے کاروبار اور کھیتی چھوڑکر خاص مدت تک فوج مین شامل ہونے پر مجبور ہین۔ انکے برخلاف عیسائی رعایا برائے نام جنگی ٹیکس دیکر اپنے آپکو اس خدمت سے محفوظ رکھتی اور تجارت زراعت سے نفع اُٹھاتی ہے۔ چونکہ ترک عرصہ دراز تک اپنے گھر والون سے دور رہتے ہین اسلیے پیدائش کم ہوتی ہے

بالکل مختل کردیا ہے اور رعایا کے اُس طبقہ کو سب سے زیادہ نقصان پہونچا ہے
دوسری اقوام کو اپنے آپ مین ملانے کی جو قوت پہلے ان مین تھی وہ اب
مفقود ہوتی جاتی ہے - اور جس نسبت سے سلطنت قدیم کے صوبجات ہاتھ
سے نکلتے جاتے ہین اُن کی مفلسی[۵۱] بڑھتی جاتی ہے اور چونکہ اب علیحدہ
قوم ہے کا خیال سلطنت کے غیر ترکی مسلمانون مین بھی پیدا ہوتا جاتا
ہے ٹرکی کو ترقی کی راہ مین رہنمائی کرنے کی ضروری قوت مشکل سے
حاصل ہوسکتی ہے -

ایران

ایران کی حالت اس سے بھی گئی گذری ہے - وہان قدیم ایرانی
قوم کے باشندے زیادہ ہین، شمال مغرب کے ترک شیعہ مذہب ہونے کی
وجہ سے ایسمین ستحد ہین - دماغی قوت کے اعتبار سے اہل فارس ترکون پر
فوقیت رکھتے ہین، اُنکی گذشتہ علمی کارنامونکی یادگار اُنھین آیندہ ترقی کرنیکا
جوش ولانے کے لیے کافی ہے لیکن یہ سب بیکار رہے، ایران مین ٹرکی سے بھی زیادہ
ایشیائیت کی روح حلول کرگئی ہے - اور باوجود آریہ نسل ہونے کے جسکی دنیا مین
اس قدر توصیف کیجاتی ہے اسمین ایشیائی خصائل زیادہ پائے جاتے ہین بہ نسبت
ٹرکی کے جسمین سلافی - یونانی اور لیبی اجزا شامل ہوگئے ہین اعلی طور پر اہل
ایران نے ابھی تک کوئی ایسا نمایان کام نہین کیا ہے جس سے ظاہر ہو کہ
ایرانی واقعی سنجیدگی کے ساتھ مروجہ تہذیب و تمدن کی راہ مین ترقی کرنا چاہتے ہین

[۵۱] کیونکہ جن عہدون پر مسلمان مامور ہوتے تھے وہان عیسائی مقرر ہوجاتے ہین اور اسکے
ساتھ اُنکی تجارت اور حرفت کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے - المترجم

کسی بات سے یہ خیال نہین ہوتا کہ ایرانی رعایا حکمران اپنی آیندہ پولیٹیکل
ہلاکت کا احساس رکھتے اور آنے والے خطرہ عظیم کو روکنے کے ذرایع مستعدی
سے تلاش کر رہے ہین ۔ قدرے قلیل جو کچھ بھی اس وقت تک تمدن
جدید کے بموجب سلطنت اور سوسائٹی مین اصلاح ہوئی ہے وہ فریب
اور مغالطہ انداز ہے شروع سے اخیر تک اُنھون نے اپنے آپ کو دھوکے مین
رکھا ہے اور جو فاتح سرعت کے ساتھ ایران کی طرف بڑھتے چلے آتے ہین
اُنکو اپنی تجاویز پر عمل درآمد کرنے مین مطلق رکاوٹ نہ ہوگی ۔ باوجودیکہ
ایرانیون کو مغرب سے سفارتی تعلقات پیدا کیے ایک صدی سے
زائد زمانہ ہو چکا مگر ہمارے تمدن نے اُن کے طبقہ اعلیٰ پر بھی بمشکل
اثر کیا ہے ۔ چونکہ ایران مشرق و مغرب کے بحری شاہراہ سے کسی قدر
خشکی کی طرف ہٹا ہوا ہے اس لیے اُنیسوین صدی مین یورپی تمدن کا
بلا واسطہ اثر وہان تک نہین پہونچا ۔ بلکہ مغربی تمدن کا ایک خفیف سا اثر
جسے زیادہ سے زیادہ ایک آواز باز گشت سے تعبیر کر سکتے ہین' وہان
پہونچا ہے ۔ ایک طرف تو وہان کے باشندے اپنے زعم باطل مین
گذشتہ تمدن ساسانیہ کے زرین زمانہ کا خواب دیکھ رہے ہین اور
اسلیے اُنھین تمدن جدید اختیار کرنے کی ضرورت کا احساس بھی نہین ہے
دوسری طرف سلطنت کی مطلق العنانی نے اُنکی مفلسی اور تباہی اور ملک کی
بدنظمی کو اس درجہ بڑھا دیا ہے کہ بہت کم لوگون مین ملک کی آیندہ حالت پر
غور کرنے کی سکت باقی ہے ۔ وہ زندگی کے دن کاٹ رہے ہین اور

تسلیم و رضا کے ساتھ آیندہ کا انتظار کرتے ہین، جبتک کوئی معجزہ ظاہر نہو اور معجزہ کا ظاہر ہونا فی زماننا محالات سے ہے، ایران کی پولٹیکل تباہی کا زمانہ دور نہین ہے رہا ایرانی قوم کا مستقبل، اُسکی حالت افغانیون سے بھی زیادہ مایوسی بخش ہے - اہل افغانستان کو ایک دانشمند اور ذی حوصلہ فاتح (عبد الرحمن) نے خواب سے بیدار کر دیا ہے اور وہ اپنی ذاتی قوت اور جرأت کی بدولت اپنی قومی آزادی اور خودمختاری کو، اپنے پہاڑی ملک مین، اپنے مغربی پڑوسیون یعنی ایرانیون سے بہت زیادہ عرصہ تک قایم رکھین گے ؛

ایران کی تمدنی ترقی

باوجود اسکے کہ ایران نہایت زرخیز اور قدرتی پیداوار کے اعتبار سے نہایت عظیم الشان ملک ہے - اور خدا نے وہان کے باشندونکو اعلی درجہ کا دماغ عطا فرمایا ہے، ایران تمدنی ترقی مین اُس درجے سے بہت گرا ہوا ہے جو اُسے اُنیسوین صدی کے آغاز مین حاصل تھا - سیاست ملک، انتظام فوج، محکمات عامہ، اور نیز سوسائٹی کی حالت مین ٹرکی نے جسقدر اصلاحات کین ہین ایران مین اُسکی ایک مثال بھی مشکل سے ملے گی، حتیٰ کہ علم و ادب بھی جو کسی وقت ترقی کے آثار ظاہر کرتا تھا، اب بالکل ساکت ہے - یورپین کتابون کے ترجمے شاذ و نادر ملین گے ٹرکی مین اسوقت متعدد قابل وقعت روزانہ اخبار جاری ہین، برخلاف اسکے ایران مین ایک اخبار بھی پیش نہین کیا جاسکتا ؛

اخبارات

چند اخبار مثل "اختیارج" "فرہنگ" "ناصری" جاری ہوئے مگر جلد بند

ہو گئے "ایران کمال" "ادب" "نامہ تربیت" "اطلاع" "شرافت" جیسے
اخبار یا تو بند کر دیے گئے یا نہایت محدود الاشاعت ہیں اور انکا اثر ملک
میں ٹرکی، ہندوستان، اور مصر کے اخبارات کی برابر بھی نہیں ہے۔ مدارس
کی حالت اور بھی ابتر ہے "دارالعلوم طہران" کے علاوہ جہاں طب،
السنہ، اور فنون حرب کی تعلیم ہوتی ہے تمام ملک میں کوئی تعلیم گاہ
قابل ذکر نہیں ہے۔ اور جو لوگ یورپی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرنا
چاہتے ہیں وہ اپنے صرف سے یورپ یا ہندوستان جاتے ہیں نظر برین
حالات ایران کی ترقی تمدن کی بابت بہت زیادہ بیان کی ضرورت
نہیں ہے، اشاعت تمدن میں جو کوشش کی ہے اسکا اثر ایران پر
کچھ نہیں ہوا ہے جہالت، بدنظمی اور لاپروائی کی تاریکی تمام ملک پر
چھائی ہے۔ اور اگر ایران تباہی سے محفوظ رہا تو تجربہ سے معلوم ہوگا۔

متذکرہ بالا واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایشیا کے اسلامی
ممالک میں عظیم الشان اور اہم تبدیلیاں ہونے والی ہیں اسکا تذکرہ
ہم پھر کرینگے۔ اسوقت صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ محض طریقہ حکومت
کی تبدیلی سے چندان نفع نہ پہونچے گا تاوقتیکہ حکمران اپنے موجودہ تعلقات
اور طرز عمل کو نہ تبدیل کریں۔

باب سوئم

مسلمان فرمان رواؤن کی مطلق العنانی

چونکہ مجھے متعدد مسلمان شاہزادون سے ذاتی ملاقات اور تعارف کا اتفاق ہوا ہے - اس لیئے فرض سمجھتا ہون کہ اپنے مشاہدات اور تجربات یہ مضامین زیر بحث میں بدلوں - مین ناظرین کی توجہ اُن تعلقات کیجانب خاص طور پر منعطف کرتا ہون جو مسلمان بادشاہون اور اُنکی رعایا کے درمیان پائے جاتے ہین، اور جنکی وجہسے خود حکمرانون کو مشکلات پیش آتی ہین - اور نیز یہ کہ مجوزہ تبدیلی طریقہ گورنمنٹ کی حالت مین اُنکا اثر کہانتک پہونچتا ہے -

جب ہم یورپ مین کسی سلطان، پاشاہ، امیر یا خان کا ذکر کرتے ہین تو عموماً ہم اپنے ذہن مین ایسے خودمختار بادشاہ کا تصور کرتے ہین جو اپنے وزیرون اور مشیرون کی امداد سے سلطنت کرتا ہو، جسے شب و روز رعایا کی بہبودی کی فکر دامنگیر ہو اور جو نیک صلاح و مشورہ کو قبول کرتا ہو۔ ممکن ہے کسی گذشتہ زمانہ مین ایسے حکمران ایشیا مین گذرے ہون لیکن فی زمانہ اُن کا وجود نہیں ہے - ظلم و زیادتی، مطلق العانی بیجا اور غرور اُنکے خصائص مین سے ہین - رعایا کی تباہی اور خوشحالی اُنکی ذاتی خوشنودی اور بہبودی کے ماتحت ہے اُنکی حالت ہمارے ازمنہ متوسط

یورپ میں بادشاہوں کی مطلق العنانی

شاہزادون سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ تمام یورپ مین صرف پوپ ہی دنیا بھر کے لیے خلیفہ مسیح سمجھا جاتا تھا۔ مگر اسلامی دنیا مین ہر ایک بادشاہ "ظل اللہ فی الارض"، کا خطاب رکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو خلیفہ رسول صلعم سمجھتا ہے جب کبھی مین کسی یورپی اخبار مین ترکی یا ایرانی وزراء' یا شاہی بجٹ کا حال پڑہتا ہون تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ دراصل وزراء محض خادم ہین جو اپنے آقا کی تعمیل حکم کرتے ہین۔ رہا بجٹ وہ بالکل دہوکہ اور شعبدہ بازی ہے۔ کیونکہ ملک کی تمام آمدنی بادشاہ کے تصرف مین ہوتی ہے' وہ اپنے آپ کو ملک کے کل مال و دولت کا قانونًا مالک سمجھتا ہے۔ کسی وزیر کی کیا مجال ہے کہ اپنے آقا کو خزانۂ عامرہ سے مالی امداد دینے مین پس و پیش کرے۔ سرکاری خزانہ وہان "مال بادشاہ"، کا مرادف ہے۔ اور شاہی تنخواہ' یا املاک' شاہزادون اور شہزادیون کے وظائف کی بابت جو کچھ ہم یورپ مین سنتے ہین' اس کے کوئی معنی نہین ہین' کیونکہ مشرق مین ہر جگہ ازمنۂ متوسطہ کا مسئلہ یہ بادشاہ کی مرضی ہر چیز پر حاوی ہے" ابھی تک مانا جاتا ہے۔ بادشاہ آزادی کے ساتھ محاصل ملک کو جس طرح چاہتا ہے صرف کرتا ہے۔ جملہ افسران بالادست کا خود تقرر کرتا ہے۔ اور جسے چاہے الطاف خسروانہ سے مالامال کرتا ہے بسا اوقات ایک تاریخ مین مختلف مدارج کے جنرل کرنل اور دیگر افسران اعلی مقرر ہو جاتے ہین مگر سرکاری فہرست مین انکا نام کبھی درج نہین ہوتا اور شاید تنخواہ بھی صرف ایک یا دو مرتبہ سے زیادہ نہین پاتے۔ محض "عہدہ" اور "نام"

اور اس خیال سے کہ یورپ کی نظر وں میں زمانہ کے باخبر سلاطین میں شمار ہوں، اسلامی بادشاہ بعض آرام دہ اور مقررہ جلسے اپنے ملک کا دربار میں داخل کرتے ہیں [1] اور اسی طرح سول لسٹ بجٹ کا سوانگ بھرا جاتا ہے، مجھے یہ بیان کرنیکی ضرورت نہیں ہے کہ خزانہ ملک کا سلطان کی مرضی کے موافق جا اور بیجا تصرف مذہب اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ خلافت کے ابتدائی زمانہ میں کسی خلیفہ کو بیت المال پر یہ حق حاصل نہ تھا اور خرچ نہایت احتیاط کے ساتھ کیا جاتا تھا مگر یہ عمدہ طریقہ سلطنت کے ابتدائی زمانہ ہی میں متروک ہو گیا۔

اس قسم کی خرابیوں پر یورپ میں چشم پوشی کی جاتی ہے۔ اور ہم نے ظاہری باتوں سے اس قدر دھوکا کھایا ہے کہ ہم مشرقی بادشاہوں کو اپنے حکمرانوں کے مساوی خیال کرتے ہیں، جو مغالطہ ہمیں مغرب و مشرق کے مالی معاملات کی بابت ہوا ہے، ملکی معاملات میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہم نہایت فراخ دلی کے ۔ انکو ترکی اور ایرانی حکمرانوں پر اعلیٰ خطابات کی بوچھار کرتے اور انکو کنگ (شاہ) امپرر (شہنشاہ) اور مجسٹی (اعلیحضرت) کہکر پکارتے ہیں، حالانکہ ترکی اور ایران میں عیسائی ممالک کے بادشاہوں کو، بجائے شوکت کے (جو مجسٹی کے ہم معنی ہے) حشمت [2] سے خطاب کیا جاتا ہے جس سے تندی اور غرور کی بو آتی ہے اور جو درندوں کیلیے یکساں استعمال ہوتا ہے، خطاب کا معاملہ ہماری بحث سے خارج ہے

[1] سوازنہ سالانہ مرتبہ وزراء سلطنت۔ مترجم

[2] دیکھو الفاروق مولانا شبلی نعمانی۔ مترجم

مگر ہم یہ ضرور کہین گے کہ یہ خطابات دیگر غیر اسلامی حکمرانون کا جو استخفاف کیا جاتا ہے، اُسکے لیے قرآن مین کوئی اجازت نہین ہے اور اس زمانہ مین جبکہ ٹرکی اور ایران دونون یورپ کے دست نگر ہین، اس طرز عمل کو ترک کرنے کی ضرورت ہے ؛

مشرقی حکمرانون کے ساتھ مغربی سلاطین کی ذاتی ملاقات زمانہ موجودہ مین کافی رہی ہے ۔ خصوصاً یورپی بادشاہون کا سلطان ٹرکی کے ساتھ ہمارے شہنشاہون، بادشاہون، شاہزادون، اور شاہزادیون نے سلطان روم کے دربار مین بارہا شرکت کی ہے ۔ لیکن بجز سلطان عبدالعزیز کی سیاحت یورپ کے جو نمایش پیرس کے زمانہ یعنی ۱۸۶۸ء مین کی تھی اور سوائے ناصرالدین شاہ اور مظفرالدین شاہ کے اتبک کسی سلطان یا شاہی خاندان کے دوسرے رکن نے ہمارے سلاطین سے ملاقات بازدید نہین کی ہے ۔ سلطان عبدالمجید خان مدارات کے اصول سے زیادہ واقف تھے ۔ وہی پہلے خلیفۃ المسلمین تھے جنھون نے ایک عیسائی شاہزادی کو ہاتھ کا سہارا[1] دیا اور جس نفاست آمیز انداز سے اُنھون نے ۱۸۵۸ء مین روسی شاہزادی کو قمر کندلی کے باغ کی سیر کرائی تھی، یورپ مین اُس کی بڑی تعریف کی گئی ۔ اس صفت

---

[1] مغربی تہذیب کے لحاظ سے لیڈیون کو گاڑی یا گھوڑے پر سوار کرتے اور اُتارتے وقت ہاتھ کا سہارا دینا ضروریات سے سمجھا جاتا ہے ۔ اگر کوئی مرد اپنی کسی واقف کار لیڈی کو سہارا نہ دے تو اُس کا یہ ترک فعل نہ صرف بدتمیزی سمجھا جائے گا بلکہ صنف نازک کی [illegible] دلی کو حد تک صدمہ پہنچے گا ۔ [illegible] (تذکرہ ملاقات) سے جب کھانے کے کمرہ مین جاتے ہین تو ہر مرد ایک بی بی کو ہاتھ کا سہارا دیکر لیجاتا ہے ۔ مترجم

مین اُنکے فرزند عبدالحمید خان باپ پر فوقیت رکھتے ہین یورپی لیڈیون کے
ساتھ جس تہذیب اور خلق کا برتاؤ سلطان عبدالحمید خان کرتے ہین اور شاہی
مہمانون کی خاطر تواضع کا جو اہتمام قصر یلدیز مین ہوتا ہے اُس کا بخوبی اعتراف
کیا گیا ہے۔ لیکن اس دوستانہ ربط و ضبط مین گرمجوشی اور صداقت مفقود ہے
مدارات گویا ضابطہ مین داخل ہے اور اُسکے نیچے یورپ کی زبردست
قوت کا خوف پوشیدہ ہے۔ اور یہ خوف چندان بیجا نہین ہے۔ کیونکہ
متواضع میزبان بخوبی جانتا ہے کہ عیسائی مغرب ہر وقت ٹرکی کی تباہی
اور اُسکے تخت و تاج کی بربادی کی تدابیر سوچتا رہتا ہے؛

سلاطین کا خوف

مشرقی بادشاہون اور خود اُنکے امرا اور عمائد یہانتک کہ معتمدین
کے درمیان بھی ایسے ہی مشکوک، مشتبہ اور سرد مہرانہ تعلقات پائے جاتے
ہین۔ تعظیم و تکریم کے پردے مین ہمیشہ تردد اور خوف پوشیدہ رہتا ہے
اور لمبے چوڑے خطابات اور جھوٹی مدح و آفرین کے جامہ مین تفنن اور
سازشین چھپی ہوتی ہین۔ آپس کے اعتماد اور بھروسہ کا وجود نہین ہوتا۔
پس کچھ تعجب کی بات نہین ہے اگر سلطان یا شاہ یا امیر کو شب و روز اپنی
جان اور تخت کا خطرہ رہتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ہر متنفس کو شبہ کی نظر
سے دیکھتا ہے اُسے ہر چیز سے خطرہ کی بو آتی ہے۔ اور رات دن کسی وقت
اطمینان نہین ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ناصر الدین شاہ اپنی شکارگاہ
جاجرود اور شب خوابی سے پہلے محل طہران مین بھی حفاظت کا بڑا
اہتمام کرتے تھے، حالانکہ اُنکے سامنے ہر شخص لرزان رہتا تھا پس مجھے یقین

مطلق تعجب نہیں ہوتا کہ سلطان عبد الحمید خان[۵] جو بہت ڈرپوک مشہور ہیں رات کو فوجی پہرہ حفاظت کے لیے مامور کرتے ہیں اور خفیف سی آہٹ سے چونک پڑتے ہیں کمزور اور ناتوان مظفر الدین شاہ جو اپنے باپ ناصر الدین شاہ کے تخت پر متمکن ہیں ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں - اور اس سے صرف وہی سلاطین مستثنیٰ ہیں جو مثل سلطان عبد المجید خان کے انتظام سلطنت اپنے امرا کے سپرد کرتے ہیں، یا جرأت اور ہمت والے بادشاہ مثل سلطان محمود ثانی اور امیر دوست محمد خان و عبد الرحمن خان والیان افغانستان جنکی ہیبت کا سکہ تمام ملک پر بیٹھا ہوا تھا مشرقی خود مختار بادشاہوں کو جو حقوق حاصل ہیں اہل یورپ اُنکا کسی طرح اندازہ نہیں کر سکتے، امیر نصر اللہ خان والی بخارا نماز جمعہ سے واپس ہو کر نوجوانوں کو والدین کے پہلو سے زبردستی جدا کرا کے محل میں رکھنا اور اُنکی بے عزتی کرتا تھا

[۵] پروفیسر وامبری کا یہ بیان ایک حد تک صحیح ہی لیکن حالات ملک اور شخصی سلطنت ہونے کی وجہ سے مشرقی سلاطین اور فرمان رواؤں کو اپنی حفاظت کا اہتمام لازمی طور پر کرنا پڑتا ہے یہ حالت تاہم موجودہ ترقی یافتہ یورپ میں بھی دیکھتے ہیں - زار روس کو جسقدر اپنی جان کا خطرہ ہو اسے سب جانتے ہیں اور جب زار روس یا کوئی دوسرا یورپی بادشاہ سفر کو نکلتا ہے تو بڑے پیمانے پر اُنکی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے اتفاق سے مترجم کو بھوپال میں ڈیوک اور ڈچس وڈیل جو ہالینڈ کے خاندان شاہی سے ہیں ملنے کا موقع ملا موٹر کار میں بیٹھکر وہ حد سے زیادہ محظوظ ہوا تھے مترجم نے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے موٹر کار تو یورپ میں معمولی چیز ہے اسپر ڈیوک موصوف نے فرمایا کہ وہاں موٹر کار پر بیٹھنا ہمکو بہت کم نصیب ہوتا ہے کیونکہ اپنے دشمنوں کے خوف کی وجہ سے ہم باہر نکل کر اس آزادی کا یہ لطف نہیں اٹھا سکتے جیسا کہ ہندوستان میں سلطان عبد الحمید خان کو یورپ میں ڈرپوک سمجھا جاتا ہے لیکن جن لوگوں کو لرزے سے عین عبادت کے وقت چھت کا گرنا یا ۱۹۰۵ء کا واقعہ سلطان کی گاڑی پر گولہ پھینکنے کا یاد ہے وہ اسکو تسلیم نہیں کر سکتے

مترجم

اور اگر کسی دولتمند سوداگر کی طرف آنکھ اُٹھ جاتی تو بلا وجہ قید خانہ مین بھیج دیتا
اور مال و اسباب چھین کر قتل کر دیتا تھا۔ ناصر الدین شاہ ایران نے بھی
ایک مرتبہ ایسا ہی کرنا چاہا تھا، مگر خوش قسمتی سے غریب سوداگر بھاگ کر
انگریزی سفارتخانہ مین پناہ گزین ہو گیا۔ گزشتہ زمانہ مین کثرت سے [illegible]
ساہوکار ترکی مین قتل کیے گئے ہین اور اُنکا مال و اسباب ضبط کیا گیا۔
درباریون اور عمال کی حالت فرمانرواون سے بھی بدتر ہے وہ بیچ مین
بہت خورد برد کرتے ہین۔ اور بیچارے سوداگر تھوڑا بہت مال بچانے کے
خیال سے اُنکی وہان دوزی کرتے ہین۔ مشرقی شاہزادون کی اندرونی زندگی
اور رعایا کے تعلقات کی بابت بہت کچھ بیان کر کے یہ ثابت کیا جا سکتا ہو کہ بیشتر
بادشاہون کو خود واقعات زمانہ ظلم و ستم اور مطلق العنانی پر مجبور کر دیتے ہین ؛

اگر ان خود مختار فرمانرواؤن کو بیرونی دنیا سے میل جول اور مناسب
تعلیم حاصل کر کے اپنے واقفیت اور قابلیت مین اضافہ کرنے کا موقع ملتا
تو وہ اپنی دماغی قوت کی مدد سے، جو مشرقیون مین بدرجہ اولیٰ پائی
جاتی ہے، اپنی قوم کی رہنمائی اور سرداری کا بخوبی سرانجام کر سکتے ہین
لیکن زمانہ موجودہ مین شاہزادون کی تعلیم کی جو حالت ہے وہ ناگفتہ
بہ ہے۔ احمد صاحب آفندی نے اپنے رسالہ[1] "رہنماے انقلاب"
مین جو المناک تصویر کھینچی ہے، وہ حرف بحرف صحیح ہو منجملہ اٹھارہ
شاہزادگان خاندان عثمانیہ کے جو اس وقت زندہ ہین۔

[1] مطبوعہ قاہرہ۔

اور جنکے حالات رسالہ مذکور میں درج ہیں، بجز یوسف اعز الدین خلف سلطان عبدالعزیز مرحوم کے، ایک بھی ایسا نہین ہے جسنے باضابطہ تعلیم حاصل کی ہو خاندان قاچاریہ (ایران) کے کثیر التعداد شاہزادون کی حالت بھی کچھ اس سے بہتر نہین ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے امیر عبدالرحمن خان کے بیٹون مین سے کوئی اپنے[۱] باپ کے نقش قدم پر نہین چلا۔ جہالت، نفس پرستی، اور ظلم کو ہر ایک کی جبلت مین ممتاز جگہ حاصل ہے، جو حالت اسوقت ہے وہ پہلے بھی تھی۔ شاہزادے اپنی نوجوانی کا زمانہ سیر و تفریح اور ہر قسم کی بے اعتدالی مین گذارتے ہین جاہل اور گندے خیالات کے نوکرون کی فوج کا ہر وقت مجمع اُنکے گرد ہوتا ہے، اور حرم سرائے کی سازشین علیحدہ اُن کا دامن کھینچتی ہین، غرضکہ کوئی اُن کو لکھنے پڑھنے یا زندگی کی ذمہ داریون کو سنجیدگی سے دیکھنے کی جانب راغب نہین کرتا اور تخت و تاج کے آئندہ وارث کو، مثل اپنے ہم جنسون کے اپنے مرتبہ کی اہمیت کا کچھ خیال نہین ہوتا وہ اپنے ملک کے علم و ادب اور تاریخ سے بھی کافی واقفیت نہین رکھتا، مروجہ علوم و فنون سے تو محض بے بہرہ ہوتا ہے سلطان عبدالمجید کسی قدر فرنچ زبان جانتے تھے مگر اپنے ملک کی تاریخ و جغرافیہ اور علم و ادب سے محض نابلد تھے سلطان عبدالحمید خان جو اسوقت ٹرکی کے تخت پر متمکن ہین، اور جنکی مثل بینے کسی مشرقی کو زیرک اور فہیم نہین پایا انھون نے

---

[۱] موجودہ امیر حبیب اللہ خان نے اپنے ملک مین تعلیم و تہذیب پھیلانیکا معقول اہتمام کیا ہے حبیبیہ کالج کی بنیاد ڈالی گئی ہے اور محکمہ سررشتہ تعلیمات مروجہ اصول پر قائم کیا گیا ہے۔ مترجم

اپنے باپ سے بھی کم تعلیم پائی ہے۔ مگر خداداد ذہانت اُنکی کمی تعلیم کو پورا کرتی ہے سلطان عبدالحمید خان کے ولیعہد شاہزادہ رشاد آفندی[1] اسقدر ذہین نہین ہین لیکن زبان فارسی کی قابلیت اس کمی کو پورا کرتی ہے ؛

ناصرالدین شاہ ایران البتہ واجب التعظیم مستثنیات مین سے تھے۔ یورپی تہذیب کے لحاظ سے وہ اپنے ملک مین اپنی خود نظیر تھے۔ نوجوانی کے زمانہ مین اُنھون نے اپنے ارمنی دوست ملکم خان، اور شاہی اطبا کلوکٹ پولک اور طولوزان[2] کی صحبت کی بدولت یورپین تہذیب و طرز معاشرت سے کماحقہ واقفیت حاصل کی تھی۔ امیر عبدالرحمن خان مرحوم والی افغانستان بھی نہایت باخبر فرمانروا تھے۔ اور وہ اسلامی ایشیا اور یورپ کے پولٹیکل تعلقات سے بخوبی واقف تھے۔ غالباً زمانہ گذشتہ مین مسلمان شاہزادونکی تعلیم زیادہ احتیاط کے ساتھ ہوتی تھی۔ اور مشرقی معیار کے بموجب روشن خیالی مین ممتاز ہوتے تھے ہمین وسط ایشیا مین بابر مرزا۔ پرنس محمد صالح حسین مرزا۔ ابوالغازی خان اور ہندوستان مین ہمایون اور اکبر[3] جیسے فرمانرواؤن کے نام ملتے ہین۔ جنھون نے اپنی دماغی قابلیت اور حکمرانی کی خوبیون کا نقش تاریخ پر چھوڑا ہے عثمانی فرمانرواؤن مین

---

[1] ۲۷ - اپریل ۱۹۰۹ء کو شاہزادہ رشاد تخت سلطنت پر بجائے معزول سلطان عبدالحمید خان متمکن ہوئے۔ مترجم

[2] جن لوگون نے شاہ ناصرالدین کا سفرنامہ دیکھا ہے وہ حکیم طولوزان کے نام سے آشنا ہونگے یہ وہی شخص ہے۔ مترجم

[3] پروفیسر وامبری نے یہان غلط بحث کیا ہے۔ اگر پروفیسر موصوف کا مطلب صرف تعلیم و تدریس ہے تو اکبر کی خداداد قابلیت شرمندہ ابجدخوانی نہ تھی۔ مترجم

محمد فاتح سلطان سلیمان متقنن ممتاز شعرا مین سے تھے - اول الذکر کی
بابت کہا جاتا ہے کہ وہ یونانی اور لاطینی زبانون سے بھی واقف تھے -
یہ حکمران خواہ کتنے ہی قابل کیون نہ تھے مگر اپنے رتبہ کی رفعت اور نیز
اس وجہ سے کہ ایشیا مین بادشاہون کو "ظل اللہ" سمجھکر بے انتہا عزت
کی جاتی ہے، اُنکے لیے یہ امر نہایت مشکل تھا کہ اپنی خودمختارانہ قوتون کے
استعمال مین افراط و تفریط سے کام نہ لیتے - جب یورپ مین بعض بادشاہون
کو جنھین علوِ جاہ نے اندھا کر دیا تھا، یہ سمجھانے کے لیے کہ اُنکی قوت کی بھی
کوئی انتہا ہے، اور اُنھین حدود مقررہ سے متجاوز نہ ہونا چاہیے، بالفاظ دیگر
رعایا بادشاہ کے لیے نہین بلکہ بادشاہ رعایا کیلئے ہے، اس قدر کشت و خون
کی نوبت پہونچی تو ہم اندازہ کرسکتے ہین کہ ایشیا مین بادشاہون کی قوت
کو کم کرنا کس قدر مشکل کام ہے - پُرانی دنیا ہمیشہ سے جابرانہ غرور اور
ظالمانہ خودمختاری کی جولانگاہ رہی ہے، آزادی، تہذیب اور روشن خیالی
سے پیدا ہوتی ہے - اور چونکہ ایشیا اِن بہترین فضائل انسانی سے
محروم رہی ہے اس لیے آزادی کے پودے نے وہان نشو و نما نہین
پایا ہے - کیونکہ باوجود اس مثل کے کہ "روشنی کا منبع مشرق
ہے" خودداری کا آفتاب اول مغرب سے طلوع ہوا -
یہ امر کہ اہل ایشیا نے آزادی حاصل کرنے کی اب تک
کوشش نہین کی ہے، افسوسناک ضرور ہے - مگر ساتھ ہی
اس کے بالکل صحیح ہے، اس نعمت کو اہل ایشیا بالکل بیکار اور

خطرناک[۱] سمجھتے ہین، اور اُسکے اکتساب سے ویسے ہی خوف زدہ رہتے ہین جیسے بچے اپنے والدین کے سایہ عاطفت سے جدا ہوتے ڈرا کرتے ہین، زمانہ متوسط مین یورپ مین بھی لوگ اسبات کو نازیبا اور ناقابل جسارت خیال کرتے کہ بادشاہ کے ذاتی اخراجات کے لیے کوئی رقم معین کی جائے۔ یا شاہی اختیارات کے متعلق قواعد بنائے جائین یا ملک مین سپاہیون کی تعداد، گرد نواح کے سلاطین کے ساتھ تعلقات کی تعین حدود اور اسی قسم کے دیگر امور جو زمانہ جدید کے اصول سیاست مین شامل ہین اُنکا فیصلہ کیا جائے اسی طرح اہل مشرق اپنے بادشاہونکے اختیارات مین مداخلت کرنے سے آجتک سخت پرہیز کرتے ہین۔ اور اپنے ''ماموُر من اللہ'' حکمران کے چال چلن اور طرز عمل پر نکتہ چینی کرنے کو گناہ سمجھتے ہین''

متذکرہ بالا خیالات کے لحاظ سے آئینی حکومت کو مشرقی بادشاہ نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ ہم فتح علی شاہ کے سوال کا مطلب خوب سمجھ سکتے ہین، جو اُنھون نے انگریزی سفیر سر جان مالکم سے پوچھا تھا ''جب تمھارے آقا کو صدہا ممبران پارلیمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنا پڑتی ہے تو وہ اپنے آپ کو بادشاہ کیسے کہہ سکتا ہے'' اُسکے پوتے ناصر الدین شاہ نے بھی فرانسیسی جمہوری سلطنت کو نہایت خطرناک اور قابل نفرت

---

[۱] سنہ ۱۹۰۶ء کے بعد سے اہل ایشیا نے آزادی کی برکتون کو سمجھنا شروع کیا ہے اور تقریباً ہر ملک مین نئی زندگی کے آثار نظر آتے ہین جنگ عظیم کے بعد سے خود ہندوستان نے اس تحریک مین جو حصہ لیا ہے اُسکے نتائج ہماری آنکھون کے سامنے ہین۔ مترجم

حکومت بنا کر مجھسے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔ ٹرکی مین حال کے
سلاطین نے بلا استثنا قدیم ترکی طرز کی حکومت کو بہترین نمونہ خیال کیا ہی
جاپانی شہنشاہ متسوہٹو کی مثال جسنے سنہ ۱۸۸۹ء مین اپنی مرضی سے قوم کو پارلیمنٹ
عطا کیا اور اپنے جملہ ذاتی حقوق قربان کردئیے ۔ ایشیا کے مسلمان فرمانرواؤن
مین کبھی نہ ملے گی اُنیسوین صدی کے ایشیائی بادشاہون کی نہ تو خواہش
ہے اور نہ اُنھین اس قدر صلاحیت ہے کہ اپنے شاہی حقوق کو ضروریات
زمانہ کے مطابق استعمال مین لائین اور فراخ دلی کے ساتھ رعایا کو مراعات
دیکر زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق گورنمنٹ کو بنائین ۔ اور جو رعایا اُنکی
سپردگی مین دی گئی ہے اُسکے اخلاقی اور مادی ترقی مین کوشان ہون،
وہ صرف مغرب کو دہوکا دینے کے لیے ظاہری صورت قایم رکھتے ہین ۔ کیونکہ
ٹرکی مین بھی، جو باعتبار ترقی تمام اسلامی ممالک پر فوقیت رکھتی ہے،
وزرا سلطان کے ہاتھ مین کٹھ پتلی کی طرح ناچتے ہین ۔ اگر کوئی بدنصیب
وزیر اپنی مرضی اور ارادہ کا اظہار کرنے کی جرأت کرے تو فوراً برخاست
کردیا جاتا ہے ۔ خیر الدین پاشا، کامل پاشا اور دیگر وزرا کی مثال ہمارے
پیش نظر ہے ۔ مگر یہ لوگ تعلیم علوم جدیدہ کی وجہ سے بلحاظ دانشمندی
ودورا ندیشی سلطان المعظم پر فوقیت رکھتے تھے ۔

ایران کے وزرا

ایران مین اس ٹیپ ٹاپ کے رکھنے کی بھی ضرورت نہین سمجھی گئی ۔
وہان وزرا مصاحبون کی خدمت انجام دیتے ہین، اُنکے مرتبہ کا مطلق خیال
نہین کیا جاتا وزیر کے لغوی معنی "بارکش" کے ہین یعنی جو شخص اپنے آقا کو

سلطنت کے بوجھ اُٹھانے مین مدد دیتا ہے۔ لیکن اسلامی بادشاہون نے
وزیر کی پیٹھ پر ایسا بوجھ لادا ہے جسکا اُٹھانا خود اُنھین ناگوار ہے۔ مکر،
سازش، لالچ، اور خودغرضی، سلطنت کے اہم ترین امور مین بھی اثر رکھتے
ہین، درحقیقت راست باز اور ایماندار وزراء کو ان عیوب کی وجہ سے
اکثر قربان کردیا جاتا ہے مثلاً محمد تقی خان وزیر کبیر جسنے ایران کی اصلاح مین
دل و جان سے کوشش کی، شاہ ناصرالدین کے حکم سے قتل کیا گیا۔

ایران کو یورپ مین سلطنت کا درجہ دیا جاتا ہے ایرانی سفیر ہمارے
درباروں مین اپنے ملک کی نیابت کرتے ہین، مگر حقیقت حال یہ ہے کہ
وہان ابھی تک نہ کوئی ضابطہ اور نہ قانون ملک مین نافذ ہوا ہے نہ کوئی باقاعدہ
حکومت ہے، یہانتک کہ ظاہری رکھ رکھاؤ بھی مفقود ہے۔ بادشاہ کے علاوہ
کسی شخص کو کوئی حق حاصل نہین ہے۔ بادشاہ رعایا پر اسی طرح خودمختار ہے
جس طرح کہ ترکمان سردار اپنے چادرنشین سپاہیون پر۔ دراصل جب سے
آغا محمد علی خان قاچار نے ملک فتح کیا کسی بات مین تبدیلی نہین ہوئی حکومت
ملک نہایت جابرانہ اصول پر کیجاتی ہے۔ سرکاری عہدے نیلام ہوتے ہین اور
جو زیادہ بولی بولتا ہے اُسی کو ملتے ہین۔ غریب کسان، سوداگر اور صناع
افسرون کی دست برد اور زیادتیون سے ہر طرح کی تکالیف اُٹھاتے ہین۔
اور کسی طرح اپنے آپ کو اُنکے مظالم سے نہین بچا سکتے، پہلے بھی یہی کیفیت
تھی اور اب بھی یہی ہے ایران اپنی بے بسی اور بدنظمی سے بخوبی واقف ہے
اور باوجود اسکے یورپ کو شروع سے دھوکا دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ظاہر کیا جاتا ہے کہ شاہنشاہ ایران کی حکومت خوش نظمی اور انتظام کے لحاظ سے بے نظیر ہے ؛

مشرقی مورخ ناحق گذشتہ زمانہ کے بادشاہون کے عدل و انصاف راست بازی اور غیر طرفداری کی تعریف کرتے ہین - اور گذشتہ زرین زمانہ کی تصویر ناحق چمکدار رنگون مین کھینچتے اور لطیف استعارون سے کام لیتے ہین لیکن جن لوگون نے مشرقی تاریخ کو بغور پڑھا ہے اور باشندونکی حالت کو بچشم خود دیکھا ہے وہ مشکل سے یقین کر سکتے ہین کہ گذشتہ حالت، موجودہ حالت سے کچھ بہتر ہوگی - اور موجودہ زمانہ مین عدل و انصاف اور متمدن زندگی سے جو مطلب ہے اُسکا عشر عشیر بھی کبھی اہل مشرق کو نصیب ہوا ہو ؛

کہا جاتا ہے کہ "وقت سعادت" کے اسلامی حکمران غیر معمولی اوصاف اور عدل و انصاف سے متصف تھے حضرت ابو بکر رضی جس وقت خلیفہ منتخب ہوئے - تو اُنھون نے مسلمانون سے اس طرح خطاب کیا تھا "اے مسلمانون! تمنے مجھ جیسے ناچیز کو اپنا خلیفہ منتخب کیا ہے، جبتک مین انصاف پر چلون میرا ساتھ دو، اگر اسکے خلاف کرون تو مجھے ملامت کرو اور ٹھیک راستہ بتاؤ - راہِ حق سب سے بہتر ہے اور دروغ قابل نفرت ہے - جو لوگ تمھین طاقتور نظر آتے ہین میرے نزدیک کمزور ہین - اور جنکو مین ناتوان جانتا ہون تمھاری نظر مین طاقتور ہین - چونکہ مین کمزورون کا محافظ ہون، میرا حکم مانو، جبتک کہ مین شریعت پر چلون - لیکن اگر تم دیکھو کہ مین بال برابر بھی احکام شریعت سے منحرف ہون، تو میرا کہنا نہ مانو، خلیفہ دوم

حضرت عمرؓ کی بابت بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اُنھون نے مسلمانون کو اسی طرح خطاب کیا تھا ”اے مسلمانون! اگر تم میرے کسی قول و فعل مین راہِ حق سے ذرہ برابر بھی فرق پاؤ تو مجھے تنبہ کرو“ اسپر حاضرین مین سے ایکسا نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر کہا ”اے عمرؓ اگر کبھی تمسے ایسا قصور ہوا تو یہ تلوار تمھیں راہِ راست بتلائیگی“ حضرت عمرؓ نے آسمان کیطرف ہاتھ اُٹھائے اور کہا ”اے خدا تیرا بڑا احسان ہے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ موجود ہین جو مجھے تلوار کے زور سے راہ راست پر رکھین گے“ جو مسلمان زمانہ موجودہ کی آزادانہ طریقہ حکومت کے شیدائی ہین اس قسم کی بکثرت نظیرین پیش کرکے اسلامی حکمرانون کے عدل و انصاف اور راست بازی کو ثابت کرتے ہین۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے[1] کہ اسلام کے قرن اولی مین فرمانرواؤن کی یہی کیفیت تھی تو یہ حالت عرصہ تک قائم نہین رہی۔ جسقدر ملکی اقتدار اور مال و دولت مین ترقی ہوتی گئی، خلافت نے اپنے اصلی درجہ سے گرکر سلطنت کی صورت اختیار کر لی۔ اور خلفاء راشدین کی نیکی اور معدلت گستری کے بجائے مطلق العنانی اور ظلم اور جبر کا دخل ہوگیا۔ جب خلفاء یعنی نائبان حضرت محمد صلعم اور اسلام کے مذہبی پیشوا غلطی سے نہ بچ سکے تو معمولی دنیا دار اسلامی بادشاہون کی فروگذاشتون کا کیا ذکر ہے

---

[1] پروفیسر ڈامبری خلفاء راشدین کی معدلت گستری کی بابت ناحق شبہ کرتے ہین کیونکہ نہ صرف اسلامی بلکہ یورپی مورخون نے (س) بارہ مین اتفاق کیا ہے۔ رہا یہ امر کہ آگے چلکر خلافت سلطنت درجہ پر گر گئی اسکے متعلق آنحضرت صلعم کی حدیث موجود ہے۔ خیر القرون قرنی... الخ۔ مترجم

بادشاہون کا حد درجہ کا ظلم اور جابرانہ خودسری مشرقی مسلمانون کی
سرعت انحطاط کے خاص اسباب مین سے ہے - اس تنزل کے آثار اسیوقت
نظر آتے تھے جبکہ ہم یورپ مین حروب صلیبیہ کی تیاریان کر رہے تھے -
اور ہمارے اجداد شب و روز اس خطرہ مین رہتے تھے کہ اسلامی قومین
یورپ کو پائمال نہ کر ڈالین - لیکن ایک دوسرے کی حالت سے فریقین
بالکل ناواقف تھے - پیروان دین محمدی تو مغرب کے حالات سے واقف
ہونے یا وہان کی ترقیون کے ساتھ دلچسپی ظاہر کرنے کو نہ صرف بیکار
بلکہ گناہ سمجھتے تھے - بخلاف اسکے مغربی ممالک کے عیسائی اپنی جہالت
اور باطل پرستی کے نشے مین اسلام پر ناواجب اور طفلانہ حملے کرتے تھے -
اور ایشیا کے اصل حالات سے واقف ہونے کی بہت کم کوشش کرتے
تھے - حقیقت یہ ہے کہ اسلام یا اُسکے معتقدین کیوجہ سے ایشیا کا مغربی حصہ
برباد نہین ہوا ہے اور نہ دین اسلام مسلمانون کے موجودہ تنزل اور
انحطاط کا ذمہ دار ہے - بلکہ اصل مین اسلامی بادشاہون کا ظلم و تشدد اس
خرابی کا باعث ہے - اُنھون نے دیدہ و دانستہ پیغمبر عربی کی تعلیم کو اپنے
فائدہ کی غرض سے دوسری شکل مین ظاہر کیا اور اپنی مطلق العنانی اور
خود مختاری کی حمایت مین قرآن پاک کی آیات کو بیجا استعمال کیا -
اُنھون نے مذہبی باتون مین نکتہ چینی کرنے اور آزادانہ خیالات کی
اشاعت کو سختی کے ساتھ روکا اور اس طرح اُنھون نے اسلامی ترقی
کی صبح صادق کو روشنی پھیلانے سے باز رکھا ٭

باب چہارم

اسلام ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے

جو لوگ مسلمانوں کی تمام غلطیوں کا ذمہ دار مذہب اسلام کو قرار دیتے ہیں، اُنکو چاہیے کہ سب سے اول اسبات پر غور کریں کہ مغرب کو جو تفوق تہذیب و تمدن میں، مشرق پر حاصل ہوا ہے، اُس میں مذہب اور خصوصًا مذہب عیسوی کا کہانتک حصہ ہے۔ زمانہ حال کے بڑے بڑے فلسفی اور حکماء مثلاً گبن بکل ڈریپر لیسکی ہکسلے وغیرہم جنہیں یورپ کا تعلیم یافتہ حصہ اپنا پیشوا اور امام سمجھتا ہے، یہ رائے رکھتے ہیں کہ مذہب نے بجائے اسکے کہ ترقی تہذیب میں امداد کی ہو، ہمیشہ رخنہ اندازی کی ہے، اور مغرب میں ترقی و تمدن کا آفتاب اُسوقت طلوع ہوا جبکہ مذہب کو دماغی ترقی نے مغلوب کر لیا۔ اُس زمانہ کی تاریخ کو یورپ میں رینائیسنس[1] یا ریجنریشن بالکل ٹھیک کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسکی برکت سے مخلوق خدا جو صدہا برس سے غفلت اور جہالت کی نیند میں سو رہی تھی جو نکی اور بیدار ہوئی۔ رینائیسنس وہ زمانہ ہے۔ جبکہ یورپ نے اپنے آپ کو مذہب و دنیا کے بعد مذہب کی غلامی سے آزاد کیا، اس سے پہلے یورپ تمام وقت مذہبی[2] مونشگافیوں

[1] دیکھو نوٹ صفحہ ۴۴۔ [2] دیکھو معرکہ مذہب و سائنس مترجمہ مسٹر ظفر علی خان

مین صرف کرتا تھا اور اُسمین اتنا دم اور راحت نہ تھا کہ اپنے آپ کو جہالت
اور اوہام پرستی کی تاریکی سے نکالکر سچائی اور دانشمندی کی روشنی مین لاتا
اس بیداری کا سبب یہ نہین ہے کہ اہل یورپ دماغی قوت مین دوسری
مخلوق سے برتر تھے یا اُنکو بہتر مواقع ترقی کرنے کے حاصل تھے، بلکہ اصلی
سبب یہ ہے کہ یونان و روم کے مردہ علوم و فنون مین ازسرنو جان پڑی
اور جبتک اہل یورپ کے دماغ سے مذہبی اثر کم نہ ہوا اُنھون نے انجیل
اور کتاب مقدس کے علاوہ کسی اور منبع کو سچائی اور حق حاصل کرنے کا
ذریعہ نہ سمجھا - ازمنہ متوسطہ مین اہل یورپ مذہب کے ایسے ہی غلام تھے
جس طرح کہ اسوقت مسلمان اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤن کے غلام ہین،
اور جو امور قرآن پاک یا سنت اور حدیث مین مذکور نہین ہین اُنکی حقارت
اور مخالفت کرتے ہین - زمانہ موجودہ کے مسلمانون کی حالت کو دیکھکر کہ وہ
کس قدر دقیانوسی خیالات رکھتے ہین، اُنکے دماغ کس قدر کمزور ہین،
اور اُنکے مذہبی پیشوا کس قدر دغاباز ہین یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اسلام
ہمیشہ سے ایسی ہی تاریک اور متنزل حالت مین رہا ہے اور تنقید کا نشتر
کبھی کلام پاک یا حدیث پر استعمال نہین کیا گیا ہے، اور اسلام مین آزاد
خیالی کا نہ کبھی وجود تھا اور نہ آیندہ کسی حالت مین مسلمانون کو روشن خیالی
نصیب ہوگی ؛

مگر ایسا خیال واقعات کے بالکل خلاف ہے جسوقت ہم اپنی برتری کا
اظہار کرتے ہین اور اسلام کو بیجا تعصب کا الزام دیتے ہین تو ہم یہ بات بھول جاتے ہین

کہ عیسائی تعصب اور جوش مذہبی نے اسلام سے بھی زیادہ قابل نفرت
وحقارت بے اعتدالیون سے کام لیا۔ اور بہ نسبت عیسائیون کے مسلمانون
مین آزادخیالی اور کورانہ تقلید کا تنازعہ جلد تر[۵۱] شروع ہوگیا تھا۔ جس
زمانہ مین کہ اسلام کی شان وشوکت کا نقارہ دنیا مین بج رہا تھا اور
اُسکی اقتدار کا جھنڈا نہ صرف نصف ایشیا بلکہ یورپ اور افریقہ مین بھی
لہرا رہا تھا اور جس زمانہ مین کہ اُن خرابیون اور غلطیوں کا جنھون نے
مروجہ اسلام کی صورت کو مسخ کردیا ہے وجود نہ تھا اُسوقت بھی بکثرت
مسلمان ایسے موجود تھے جو مذہبی امور مین عقلی دلائل سے کام لیتے تھے
جنھون نے قرآن اور حدیث کو علیحدہ درجون مین تقسیم کیا، اور جو اصول
آجتک اسلامی مذہب کے ارکان سمجھے جاتے ہین اُنکی نسبت بھی
اُنھون نے نکتہ چینی کی تھی، پس ابتدائی زمانہ مین بھی مذہب کو
تنقیدی نظر سے دیکھنے والے موجود تھے اور ابو العلاء المعری[۵۲] جیسے آزادخیال
مسلمانون کی کمی نہ تھی ؀

اسلام مین اصلاح کا آغاز

اصلاح کا دروازہ اسلام مین کبھی بند نہ تھا اور مسلمانون نے بڑی محنت کرکے
مذہب کو آسان بنایا اور اصلاح کا دروازہ کھولا۔ گو اسلام مین ریفارمیشن

---

[۵۱] دیکھو علم کلام مصنفہ مولانا شبلی۔ مترجم
واصل ابن عطا (۱۳۱ھ) کو فرقہ معتزلہ کا بانی کہنا چاہیے۔ کیونکہ اُنھون نے
دوسرے مسلمانون کے اعتقادات کی کورانہ تقلید نہین کی بلکہ اُنکو عقل کی کسوٹی پر پرکھا۔
[۵۲] ۳۶۳ہجری مین پیدا ہوا۔

(اصلاح) کا زمانہ بہ نسبت عیسائیت کے بہت جلد شروع ہوا۔ کیونکہ عیسائی مذہب نے پندرہ سو برس تک انسانی دماغ کو سختی کے ساتھ اپنے قابو مین رکھا اور اُسکی حریت کے لیے اس مدت مین کوئی کوشش سنجیدگی کے ساتھ نہین کی گئی۔ برخلاف اسکے اسلام مین دماغ نے مذہب کا مقابلہ کرنا ابتدا ہی زمانہ یعنی دوسری ہی صدی مین شروع کر دیا تھا۔ مگر اسلام نے کبھی اپنے معتقدین کو جبر، ظلم، مطلق العنانی سے اس قدر برانگیختہ نہین کیا جیسا کہ ازمنہ متوسطہ کے عیسائی پوپون اور پادریون نے، اسلام مین کونسا تنزل انڈلجنس اور ان کوئی زیشن کا وجود نہ تھا۔ چرچ (کلیسہ) کے جو عام معنی یورپ مین رائج ہین اسلام مین اُسکا کہین وجود نہین ہے کیونکہ کیسا ہی خود مختار اور زبردست خلیفہ کیون نہ ہو لیکن اُسکی مجال نہ تھی کہ اسلامی ممالک کے دنیاوی معاملات مین ایسی مداخلت جائز رکھے جیسی کہ ازمنہ متوسطہ کے مجاہدین اور پوپون کو تمام یورپی ممالک مین حاصل تھی۔ معتزلہ مرجیہ خارجیہ وغیرہ کے اختلافات اور اعتراضات اور بعض احکام شریعت اور فقہ کے مسائل پر تفریق دراصل ریفارم (اصلاح) کی راہ مین کوششین تھین جن مین خلفا کے حقوق کو کم یا محدود کرنے کا خیال بھی نہ تھا حالانکہ اُس زمانہ مین جبکہ خلافت سلطنت کی صورت مین تبدیل ہوگئی اس قسم کی مداخلت کے لیے وجوہات موجود تھے۔ مصلحان اسلام کا صرف یہ مقصد تھا کہ مذہب کو اشتباہات سے پاک رکھا جاوے۔ دنیاوی معاملات اور امور مملکت سے تعرض نہ ہو اور جہانتک

ممکن ہوسکے مذہب اور عقل مین توافق پیدا کیا جائے مگر افسوس ہے کہ آزادخیالی کی راہ مین یہ کوششین زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہین۔ اسلام کی آخری تاریخ مین اُنکا اثر بالکل زائل ہوگیا۔ اور زمانہ موجودہ مین اُن مصلحانِ مذہب کی کوششونکو مردود اور خلاف شرع سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانون کے ساتھ میرے تعلقات مدتون قایم رہے مگر مین نے بجز چند علما، اور ملاؤن کے، وہ بھی اتفاقیہ، کسی کو معتزلہ مرجیہ خارجیہ وغیرہ کا لفظ زبان پر لاتے ہوئے شاذ ہی سنا۔

مذہب و عقل

مذہب اور عقل مین جو کشاکش ہوئی اُسکے قبل از وقت بند ہوجانے کے مختلف اسباب تھے، اور مسلمان جوش مذہبی اور بلند خیالی سے گذر کر آزادخیالی تک نہ پہونچنے پائے تھے کہ انحطاط شروع ہوگیا۔ اولاً ایشیائی باشندے فطرتاً جوش مذہبی اور تصوف کی جانب بہ نسبت اہل یورپ کے زیادہ مائل ہوتے ہین۔ اہل ایشیا بجائے اسکے کہ عقل کی ٹانگون پر چلین مذہب کی بیساکھیون کے سہارے چلتے ہین۔ اور قدرتی مشاہدات، نظام ارضی وسماوی، اور روزمرہ کی زندگی کے قانون کی توضیح قرآن اور حدیث کے مطابق کرنا چاہتے ہین۔ اور یہ نہین کرتے کہ اُن معاملات کی تہ کو علمی تحقیقات کی مدد سے پہونچین۔ ثانیاً اسلام کی بنیاد بہ نسبت عیسائیت کے بہت زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے، عیسائیت کے مسئلہ تثلیث کا اسلام کی خالص توحید کے مقابلہ مین آنا مشکل ہے اور حضرت عیسیٰ کی پیغمبری کے اثبات مین جو معجزے پیش کیے جاتے ہین اہل ایشیا کے نزدیک ہیچ سمجھے جاتے ہین، جبکہ

توحید و تثلیث

اسلام اور جہاد

اشاعت اسلام اور تعلیم محمدی کی حیرت انگیز سرعت پر خیال کیا جاتا ہے۔ ثالثاً اسلام نے بہ نسبت عیسائیت کے اپنے معتقدان کی مادی اور اخلاقی ضروریات کا زیادہ خیال رکھا ہے۔ اور عیسوی مذہب باوجودیکہ ایشیا مین پیدا ہوا مگر ایشیا مین اُس نے کبھی نشوونما نہین پایا اور مغربی اقوام نے آگے چلکر اُسے اپنے خیالات کے سانچہ مین ڈھال لیا۔ اسلام کے مسئلہ جہاد ہی پر خیال کرو۔ انسانی جذبات اور خواہشات کا اس قدر لحاظ کیا گیا ہے کہ دوسرے مذاہب مین نہین ہے، مجاہدین کو آیندہ زندگی مین ایسے حقوق عطا ہوئے ہین جو کفار کو کبھی نصیب نہ ہونگے، اسلام کے چار بڑے ارکان یعنی نماز زکاۃ حج روزہ کو بھی پیروان اسلام نشاط افزا اور صحت بخش فرائض سمجھتے ہین۔ کیونکہ پنج وقتہ نماز مین ہر مرتبہ وضو کرنا اور جسم کو صاف رکھنا لازمی ہے۔ زکاۃ مین عام خیرات اور غربا و مساکین کی امداد شامل ہے۔ حج سے دوسرے ممالک کے سفر کے تمام فوائد حاصل ہوتے ہین اور روزہ انسان کے معدے کو درست رکھتا ہے اسلام مین رہبانیت یا ترکِ دنیا، ایذا پسندی وغیرہ مفقود ہین۔ اور ان امور مین سے جو بانیٔ حال کے مسلمانون مین پائی جاتی ہین وہ محض بدعت اور اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہین یہانتک کہ جو معجزات آنحضرت صلعم کی جانب اب منسوب کیے جاتے ہین اول صدی ہجری کے علماء نے اُنسے انکار کیا ہے۔ اسکی جانب فرانسیسی مستشرق مسیو آرٹا نے سنہ ۱۹۰۳ء کے کانگرس مذاہب منعقدہ بسلی مین توجہ دلائی تھی۔ تقدمہ

مختصر یہ ہی کہ ابتدا مین اسلام ہر قسم کے مبالغون سے پاک تھا۔ اور اقوام قدیم اُسکے ارکان کی سادگی پر فریفتہ ہوکر بہ طیب خاطر مسلمان ہو گئین۔ بطور مثال کے ہم افریقہ اور ایشیا کے مختلف ممالک کو پیش کرسکتے ہین جہان آج بھی باوجودیکہ مسلمانون کی دنیاوی قوت قطعًا برباد ہو چکی ہے اشاعت اسلام کا سلسلہ بخوبی جاری ہے[۵]؛

یہی وجہ ہی کہ اسلام عیسائیت کی طرح آسانی متزلزل نہ ہوا۔ مذہب عیسوی سائنس کے پہلے ہی حملہ مین بیخ و بنیاد سے ہلگیا۔ یورپ کی موجودہ سوسائٹی مین مذہب محض مصنوعی طریقون سے قایم رکھا گیا ہی۔ کیونکہ بعض پیشوا اور گورنمنٹ اپنی ذاتی یا معاشری اغراض کی وجہ سے اُسکا قیام ضروری سمجھتے ہین جس چیز نے اسلام کو نقصان پہونچایا یا جسنے اُسے غیر متحرک اور انحطاط کیحالت مین رکھا وہ اسلام کے اعتقادات یا اُسکی تعلیم نہین بلکہ شاہان اسلام کی جابرانہ مطلق العنانی ہے۔ وہ ہر ایک آزادانہ اور خلاف مذہب تحریک کو پائمال کردیتے تھے۔ آزاد خیال علماء کی تائید کرنے والا عوام مین کہان ملتا کیونکہ جب سے اسلام مین شخصی سلطنت کی بنیاد پڑی بادشاہ مذہبی اور دنیاوی امور مین خود مختار رہے اور اُنکو ایسے اختیارات حاصل تھے جو عیسائی حکم انونکو کبھی نصیب نہ ہوئے۔ خلفا مین بعض ایسے بھی گذرے ہین جنھون نے اہم ترین مذہبی مباحث کو آزادی کے ساتھ شائع ہونے دیا اور بہ حیثیت مذہبی پیشوا ہونے کے اُنکو اس قسم کا حق بخوبی حاصل تھا۔ برخلاف اسکے سلاطین نے

[۵] دیکھو پائنیر اخبار مورخہ ۱۰۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

انحطاط کے اسباب

بادشاہ

سرگرمی کے ساتھ مذہبی امور میں ہر قسم کی آزادانہ تحریکوں کو روکا - اور آزاد خیالی کے میل سے اسلام کی باحتیاط تمام نگہداشت کی - اُنھوں نے بیجا تقلید اور فروعات کی مضبوط ڈھری' بھری' دیواروں سے اسلام کو محصور کیا اور بیرونی دنیا کے تعلقات سے بالکل علیحدہ رکھا - مُلا نہایت اصرار کے ساتھ ایسے خیالات کی تلقین کرتے ہیں جو انسانی تحریکات کو تباہ کرنے والے ہیں - اور جوش اور چستی چالاکی کے اظہار کو مردود سمجھتے ہیں اور مسئلہ تقدیر کی کورانہ تقلید کراتے ہیں - ہر روز اذان کے وقت مسلمانوں کے کانوں میں الصّلوٰۃ خیر من النوم' کی آواز آتی ہے مگر باوجود اسکے "دنیائے فانی" اور تمام دنیاوی باتوں کی بے ثباتی کی تلقین کی جاتی ہے اور الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب ہر وقت اُنکے پیش نظر کیا جاتا ہے ؁

علاوہ برین حرم سرا کے قیود اور پردہ اور عورت و مرد کی علیحدگی بھی جزو مذہب بتائی جاتی ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قرن اول کی مسلمان خواتین مجلسوں میں بلا نقاب شریک ہوتی تھین - اور بعض قابل بیبیاں علمی مضامین پر درسگاہوں میں تقریر کیا کرتی تھین - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب موسیٰ[1] بن طارق نے اسپین پر حملہ کیا تو ایک حصہ فوج کی سردار ایک عورت تھی' ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی پیشواؤں نے اپنی قوم کو بیرونی اثر اور روشنی سے سختی کے ساتھ محفوظ رکھا ہے - اور اس طرح پیروان دین محمدی تاریکی کے غار میں پڑے ہوئے دنیا کے دوسرے ممالک کے حالات سے

[1] موسیٰ اسلامی افریقہ کا گورنر تھا - اُسکے حکم سے طارق نے اسپین پر حملہ کیا تھا - مترجم

محض بے خبر ہین - اُنکو مطلق خبر نہین کہ مغربی عیسائیون نے علوم و فنون اور
آزادانہ تحقیقات مین کس قدر ترقی کی ہے وہ نہین جانتے کہ یورپ بتدریج
مذہب کے قیود سے آزاد ہوتا جاتا ہے ؞

مفصلہ ذیل اقتباس ایک ترک نامہ نگار کے مضمون سے نقل کیا جاتا ہے کہ
جو حالت اُسنے اپنے ملک کی ظاہر کی ہے اُسکا اطلاق عام مسلمانون پر بھی ہو
"چونکہ ہم مغرب سے بالکل جدا ہین، ہمین نہین معلوم کہ ہم کہان سے
آئے، کہان ہین اور کہان جا رہے ہین، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ہم زمانہ موجودہ
مین رہتے ہین - ہمین آیندہ کے متعلق کیون کشمکش و پیچ مین پڑنا چاہیے
تب بھی اپنے گرد و پیش کے حالات سے لاعلمی کا ہمارے پاس کوئی عذر نہین ہے
یورپ مین تمدنی نظر آتی ہے ہر روز نئی ایجادین ہوتی ہین اور روشنی اور
آزادی کا بازار گرم ہے مگر ہمین اسکی کچھ خبر نہین - یورپ مین بڑی زبردست
تحریک جاری ہے - آزاد خیالی کا جھنڈا ہر جگہ لہرا رہا ہے - ایک قوم گرتی
ہے تو دوسری اُسکی جگہ لیتی ہے - اور نئی دنیا دریافت ہوتی ہے لیکن ہمین
اسکی کچھ خبر نہین - گویا کہ ہمارے اور مغرب کے درمیان ایک اونچی اور
مضبوط دیوار حائل ہے کبھی کبھی جنگ کے لیے ہمنے اس دیوار کو توڑا ہے
لیکن باہر کی دنیا کا صرف اپنے قلعون اور خندقون سے نظارہ کیا ہے ؞
صدیان گذر گئین مگر ہمین یورپ کی ترقی تمدن و تہذیب کا حال معلوم نہوا
حقیقت حال یہ ہے کہ ہم نے آنکھو پر پٹی باندھ لی اور کچھ نہ دیکھنا چاہا
یہانتک کہ ہمارے تنزل نے ہماری آنکھین کھولین - اس سے پہلے

ہمین یورپ کی ترقی سے فائدہ اُٹھانے کا خیال کبھی نہ ہوا[۱]"

مسلمانون کو یورپ سے ربط ضبط پیدا کرنے سے اسلام نے ہرگز منع نہیں کیا قرآن مجید مین ہے "فانظر الی الارض کیف سطحت"[۲]

"اسلام نے مسلمانون کو مغربی اقوام سے علم حاصل کرنے سے نہیں روکا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے "علم مسلمانون کا سرمایہ ہے - اگر ملحد کے یہان سے بھی ملے تو علم کو حاصل کرنا چاہیے" مفصلہ ذیل آیات قرآن[۳] سے نقل کی جاتی ہین، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام جہالت اور تاریک خیالی کی حمایت نہیں کرتا:

(۱) علم کی تلاش کرو خواہ وہ چین مین ہو -

(۲) مہد سے لحد تک علم کی تلاش کرو -

(۳) علم کا ایک لفظ زیادہ قیمتی ہے بہ نسبت سو نمازون کے -

(۴) کل قوم کی تباہی اتنی افسوسناک نہیں ہے جتنی ایک عالم کی موت -

(۵) علمار کی روشنائی شہدا کے خون پر فضیلت رکھتی ہے -

(۶) عاقل جاہل سے رتبہ مین سات گونہ بہتر ہے -

(۷) علم کا ایک لفظ سیکھکر کسی مسلمان بھائی کو سکھانا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے

(۸) خدا اور فرشتے اور آسمان اور زمین کے باشندے اُس شخص کو دعائے خیر

---

[۱] اخبار ترک نمبر ۱۳ مطبوعہ قاہرہ -

[۲] زمین کی طرف دیکھو کیسی بچھائی گئی -

[۳] ان مین صرف آیات قرآنی ہی نہیں ہین بلکہ احادیث بھی شامل ہین -

کرتے ہین جو نیکی سکھاتا ہے۔
(۹) دو آدمیونکا مثل نہین ہے اول مالدار سخاوت کرنے والا۔
دوئم۔ عالم علم سکھانے والا۔
(۱۰) علمار انبیا کے وارث ہین۔
ہم نے یہان صرف دس مقولے نقل کیے ہین حالانکہ اسلام مین بیشمار مقولے تحصیل علم کی ترغیب وتحریص مین ہین۔ اور ہم اس سوال کے کرنے کی جرأت کرتے ہین۔ کیا بائبل یا مذہب عیسوی نے علم حاصل کرنے اور پھیلانے والون کی، اسلام سے زیادہ ہمت افزائی کی ہے؟ ہرگز نہین! اور اگر باوجود اسکے اور نیز باوجود اپنے مذہبی اقتناع کے عیسائی دنیا نے ازمنہ مظلمہ کی تاریکی سے نکلکر عقل وفہم کی روشنی مین قدم رکھا ہے اور اپنے اندھے مذہب اور اوہام پرستی کی شکستہ بنیاد پر روشن خیالی کی جدید عمارت قایم کرلی ہے تو پیروان دین اسلام کے لیے ایسی ترقی اور تبدیلی کس قدر زیادہ آسان تھی بشرطیکہ اہل ایشیا مین اپنے پیشواؤن اور بادشاہون کے جبر وظلم کی دوہری بیڑیون سے آزادی پانے کی قوت ہوتی۔ اور مسلمان پیغمبر صلعم کی ہدایت اور تاکید تحصیل علم کو اچھی طرح سمجھتے مغرب نے تو اپنے ممالک کی آب وہوا سے فائدہ اُٹھا کر اور جوش ہمت اور قوت سے کام لیکر اپنے آپ کو آزاد کرلیا۔ اور بن جوتی زمین پر تمدن جدید کی نوآبادی قایم کرلی۔ مگر مشرق جسمین مسلمان۔ بودھ برہمن۔ شاماں یسب اقوام رہتی ہین، ہزارہا برس کے زنگ آلودہ تعصبات کا مقابلہ

کرتا رہا۔ یہی باعث ہے کہ یورپ نے جوش جوانی اور اپنی پوری قوت کے ساتھ کوشش کرکے تہذیب و تمدن کی عمارت کو بہ نسبت کہن سال، شکستہ، اور کاہل وجود ایشیا کے زیادہ بلند کرلیا۔ مسلمانون کی سہل انکاری کے ذمہ دار اصول اسلام نہین ہین بلکہ مذہب کی مجموعی حیثیت جو تمام ایشیا مین اب بھی وہی قوت رکھتی ہے جو اُسے ازمنہ متوسطہ مین یورپ مین حاصل تھی، اُسکا زور ہر چیز مین محسوس ہوتا ہے تمام انسانی خیالات اور جذبات پر اُسکا تسلط ہے۔ اور روزانہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے کامون مین بھی اُسکا اثر ہے۔ آدمیونکی نشست برخاست، کھانے، پینے، سونے، حتیٰ کہ عشق و محبت مین بھی مذہب کو دخل ہو۔ گویا کہ طلسمات کا حصار انسانون کے گرد کھنچا ہوا ہے جسکے باہر قدم نکالنا مشکل ہے۔ اور انسان مثل شیرخوار بچے کے ہے اور جس طرف مذہبی یا دنیوی پیشوا چاہتے ہین اُنگلی پکڑ کر چلاتے ہین لیکن بدقسمتی سے مشرقی مسلمانون کے پیشوا اپنی ذاتی ضروریات اور مقاصد کا بہ نسبت عوام کی ضروریات کے زیادہ خیال رکھتے ہین۔ اور اپنی قوت گھٹ جانے کے بعد بھی جبکہ اُنکے تاج و تخت یکے بعد دیگرے تباہ و برباد ہونے لگے اُنھون نے ظالمانہ اور جابرانہ برتاؤمین کمی نہ کی۔ اور عوام کو مذہب کی آڑ مین رہ کر جہالت کی تاریکی مین رکھا اور آزاد خیالی کی راہ مین جو کوشش ہوئی اُسے آگ اور تلوار کی مدد سے نیست و نابود کیا؛

سلطنت اور مذہب مین جو تعلقات اسلام مین پیدا ہوگئے ہین اُنکے مضر[illegible] خود

مسلمان محسوس کرنے لگے ہین - ایک ہندوستانی عالم مجھے ہندوستان سے حسب ذیل تحریر کرتا ہے "عیسائی یورپ مین ہمیشہ سے مذہب اور سلطنت حلیف رہے ہین اور ہر ایک کا مقصد رعایا کو مغلوب رکھنا رہا ہے - اسپین کی حالت پر غور کرو جو پادریون کا تختۂ مشق ہے یہ سچ ہے کہ ملا جابر مسلمان حکمرانون کے حلیف رہے ہین لیکن خوش قسمتی سے اسلام مین مُلّائیت کسی خاص فرقہ سے مختص نہین ہے - اگر یورپ باوجود اپنے لچر عیسوی اعتقادات کے متمدن اور ترقی یافتہ ہوگیا ہے تو اسلامی ایشیا کی قالب مین از سر نو ترقی و تہذیب کی جان پڑنے کی قوی امید ہے - کیونکہ اسلام کے اعتقادات عیسوی مذہب کی طرح باطل اور جامد نہین ہین اسلام مین دینی و دنیوی امور مین اتحاد محض جبر و ظلم کی وجہ سے قائم ہے - جسکے دور کرنے کی سب سے اول ضرورت ہے"

ہماری رائے کی تصدیق کہ اسلامی دنیا کا تنزل مذہبی پیشواؤنکے ظلم اور قوت کی وجہ سے ہوا ہے جاپان کی حیرت انگیز ترقی سے بہت اچھی طرح ہوتی ہے - جبکہ جاپانی باوجودیکہ وہ بعض معاشری اور سیاسی امور مین ٹھیٹ ایشیائی ہین آن واحد مین یورپی سانچے مین ڈھل گئے اور ہمارے علوم و فنون، طریقہ حکومت[سلہ] اور عادات اور خیالات کو

سلہ جاپانیون نے ۱۸۵۸ء سے پہلے پارلیمنٹ کا کبھی نام بھی نہ سنا تھا - مگر سنہ ۱۸۸۸ء مین جبکہ قوم کی تعلیم و تربیت پھیل گئی تھی بادشاہ نے رعایا کو طریقہ پارلیمنٹ کی حکومت عطا کی گویا کہ اس نے اپنے سیاسی اقتدار کو رعایا کے سپرد کر دیا - اور لطف یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی جو خرابیان یورپی ممالک مین ہین جاپان مین مفقود ہین

اُنھون نے اختیار کر لیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ مذہب کی جانب سے لاپروا بلکہ دراصل ملحد تھے - اُنکا قومی مذہب شنٹو در حقیقت مذہب نہین ہے بلکہ محض بہادرون، بادشاہون، آبا و اجداد، اور نیچر کی قوت کے احترام کی تلقین کرتا ہے - اور سب سے اہم اعتقاد یہ ہے "اپنی فطرتی (نیچرل) جذبات کی پیروی کرو، اور جو اُس کا حکم ہو تعمیل کرو" معمولی تعلیم یافتہ جاپانی بھی عام مذہب پر ہنستا ہے - اور تعجب کرتا ہے کہ مغربی ممالک مین مذہب ابتک کس طرح قایم ہے[۱] - آزادی کا جوش جاپانیون مین ہے وہ حکمرانون کی خود مختاری کو بھی جائز نہین رکھ سکتا - موجودہ شاہ متسو ہتو کو کسی نے مجبور نہین کیا جبکہ ۱۸۸۸ء مین اُس نے رعایا کو پارلیمنٹ عطا کیا - نہ کبھی خدائی حکم نے نہ الہام نے اُسے یورپ کی عمدہ باتون کو قبول یا تقلید کرنے سے باز رکھا - جاپانی کافر اور ملحد کے نام سے ناآشنا ہین جسے وہ نفرت اور حقارت کے ساتھ دیکھنے پر مجبور ہون جیسا کہ دین پرست عیسائیون اور مسلمانون کا دستور ہے، جاپانی مذہب کی تنگ دنیا سے جس قدر علیحدہ رہتا ہے اُسی نسبت سے آزادی اور ترقی کی روشنی کے قریب

[۱] جاپانی مدبرون کے مذہبی خیالات کا اندازہ مارکوئس اِٹو کے مفصلہ ذیل تحریر سے ہو سکتا ہے جو اُسنے ۱۸۹۹ء مین پارلیمنٹ عطا ہونے کے وقت تحریر کی تھی "کسی قوم مین سرکاری مذہب کی حیثیت سے کسی اعتقاد کو بہ جبر منوانا رعایا کی فطرتی دماغی ترقی کے سخت مضر ہے - اور ترقی علم کی جو مقابلہ اور آزادی پر منحصر ہے منافی ہے - پس کسی ملک کو یہ حق یا قدرت حاصل نہین ہے کہ کسی خاص عقیدہ یا مذہب کی اشاعت کے لیے کوئی جابرانہ تدبیر اختیار کرے"

پہونچتا ہے - جاپان کی تازہ ترین تاریخ جملہ اسلامی اقوام کے لیے تنبیہ اور عبرت آمیز مضامین سے پر ہے - اور مسلمانون کو سنجیدگی کے ساتھ اُنپر غور کرنا چاہیے - بعض ناظرین کو غالبًا یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ روس جیسے خودمختار ملک مین بھی مسلمان اپنے مذہبی پیشوا اُن کے جابرانہ طریقون کے خراب اثر کو محسوس کرنے لگے ہین محمد فاتح بن غلمان اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر حسب ذیل تحریر کرتا ہے ؛

"ہمارے مذہبی پیشوا مذہب کے صرف بیرونی صورت سے تعلق رکھتے ہین مذہب کی روحانی اور علمی حالت سے علمار خود واقف نہین ہین اور اس لیے اُس سے کچھ نفع نہین اُٹھاتے، چونکہ اُنکا دماغ اور عقل اسقدر غیر مکمل ہے اسلیے وہ مذہب سے ذاتی مفاد کے سوا اور کچھ کام لینا نہین چاہتے، اور خلق اللہ کو فائدہ پہونچانے کے بجائے سخت نقصان پہونچا رہے ہین - اے اہل یورپ! تمنے سخت کوشش اور ایثار نفس کر کے خیالات کی آزادی حاصل کر لی ہے - اور تم نے اپنے آپ کو بیوقوف مذہبی علمار کے ظالمانہ گرفت سے آزاد کر لیا ہے آج تم اپنے خیالات اور نور ایمان کو بالکل آزاد پاتے ہو - تمھارا دماغ علم کی روشنی سے منور ہے بد قسمتی سے ہمارا مذہب ابھی تک جاہل ملاؤن کے پنجہ مین گرفتار ہے ہم اُنکے چنگل سے اپنے مذہب کو آزاد نہین کر سکتے - اور جبتک ہمین کانشنس (نور ایمان) کی آزادی نصیب نہوگی ہم اصل مذہب سے دور رہین گے ہماری پولٹیکل ہستی مفقود رہے گی"؛

ان تاتاری مصلحون کی ترقی یافتہ خیالات کا پھر تذکرہ ہوگا یہان مین پھر اس واقعہ کی تصدیق کرنا چاہتا ہون کہ اسلامی دنیا مین بیداری نظر آتی ہو اور باوجود طرح طرح کی رکاوٹون کے بھی انھین اصلاح اور آزادی حاصل کرنے کی بڑی تمنا پائی جاتی ہے۔ اور اُن مسلمان علما ر کا طرز بیان جنھون نے صرف معمولی ترقی تہذیب و تمدن مین کی ہے بعض وقت نہایت حیرت انگیز ہوتا ہو، محمد فاتح بن غلمان لکھتا ہو ”بجاے اسکے کہ صغیرہ اور کبیرہ نجاست جسمانی کی کفصل بیان کرائی جائے یا یہ کہ نوجوان طلبار کو ایسے معاملات ذہن نشین کرائے جائین جنکے ذکر سے ہی ہمین شرم آتی ہے، ملاؤن کو چاہیے کہ دین محمدی کے اصول اور مذہبی تعلیم کو سمجھائین۔ کیونکہ اختلاف فرعیات پر نکتہ چینی کرنیکا نام مذہب نہین ہو۔ ان سے اسلام کی بڑی تضحیک اور نیز نوع انسان کی اصلی ترقی اور اصلاح مین رکاوٹ ہوتی ہے، ایسی ہی آزادی اور زور کے ساتھ اخبار ترک کا ایک عثمانی نامہ نگار تحریر کرتا ہے ”تعلیم قرآن کے مکاتب جاری کرنیکے بجائے اپنے بچونکو یورپ بھیجو تاکہ کوئی مفید بات سیکھین“ روز بروز ایسی آزادی کے خیالات کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ میرے زمانہ مین ان امور کیجانب اشارہ کرنا بھی کفر کی دلیل سمجھا جاتا تھا اور مسلمان نہایت سختی کے ساتھ نفرین اور ملامت کرتے تھے[۱]

[۱] بجنسہ یہی کیفیت ہندوستان مین بھی ہوئی ہے معاشری اور تعلیمی معاملات کی نسبت ابتدا مین جو خیالات سرسید احمد خان علیہ الرحمۃ نے ظاہر فرمائے اُنکی کسقدر ملامت کی گئی اُنکے لیے بیت اللہ شریف سے کفر کے فتوے منگائے گئے۔ مگر آج آزادی کے ساتھ ایسے خیالات ظاہر کیے جاتے ہین۔ مترجم

باب پنجم

آزادی کی بیداری

مسلمان فرمانرواؤن کا ظلم

مسلمان فرمانرواؤن کی بے انتہا ظلم اور زیادتی کی وجہ ہی کہ اسوقت تک
اہل ایشیا کو آزادی خیالات نصیب نہ ہوئی - جو لوگ ایشیائی خود مختار بادشاہوں کی
نفرت انگیز طرز حکومت اور جبر اور بد نظمی سے واقف ہین اور جنھون نے رعایا
کی قابل رحم حالت کو بچشم خود دیکھا ہی غالباً انکو تعجب ہوتا ہوگا کہ رعایا ظلم
اور بے انصافی کے خلاف غدر کیون نہین کرتی - اور ہر قسم کے جبر اور سختی کو
صبر اور شکر کے ساتھ کیون برداشت کرتی ہے - اسکی توضیح مشکل نہین
بات یہ ہے کہ ایشیائی بادشاہ ظل اللہ ہونے کی وجہ سے حد درجہ کے احترام
اور تعظیم کے مستحق سمجھے جاتے ہین - اور بردباری اور غلامانہ اطاعت تمام
اہل ایشیا کا خاصہ ہے - ایشیائی تمدن مین حکومت اور مطلق العنانی ہم معنی
الفاظ سمجھے جاتے ہین - جب حد درجہ کی لاچاری غالب آتی ہے اور
انتہا کی بدنظمی کی وجہ سے انکا صبر و تحمل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے تو اُس
حالت مین البتہ وہ برانگیختہ ہوکر غدر کی جانب مائل ہوتے ہین اسکی
مثالین بھی بہت کم ملین گی - یہ خیال کرکے کہ یورپ مین صدیونکی محنت
اور کشاکش کے بعد ہمین آزادی خیالات اور انسانی حقوق حاصل ہوئے ہین

اور وہاں اب بھی بعض اقوام ایسی ہیں جو بلحاظ خود مختار حکومتوں کے شکنجے میں دبی ہوئی ہیں، ہمیں مشرق کی حالت پر چنداں تعجب نہ کرنا چاہیے۔
ترقی اور آزادی کی آگ شعلہ کی طرح دفعتاً نہیں بھڑک اٹھتی بلکہ آہستہ آہستہ ایک گھر سے دوسرے گھر تک اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہونچتی ہے۔ اور چونکہ انیسوین صدی میں مشرق قریب کے مسلمان ہماری السنہ اور علوم و فنون کی تحصیل، اور ہماری معاشرتی اور سیاسی امور مین دلچسپی ظاہر کرنے پر مجبور ہوئے ہین پس وہ زمانہ دور نہیں ہے کہ مسلمان خود مختار اور آزادانہ زندگی کے متمنی ہوں۔ جو مسلمان ممالک مقبوضہ یورپ مثلاً ہندوستان مصر اور الجیریا میں رہتے ہین وہ پولٹیکل آزادی کے فوائد کو بہ نسبت ممالک عثمانیہ کے باشندوں کے کسی قدر پہلے محسوس کر چکے ہین۔ ٹرکی مین پولٹیکل آزادی کا شیوع گذشتہ صدی کے آخری نصف حصہ مین ہوا۔ مین نے اس دلچسپ تحریک کو بڑی دقیق نظر سے دیکھا ہے۔ اور اس کے مختلف مدارج کا نہایت دلچسپی سے مطالعہ کیا ہے۔ پولٹیکل آزادی کی تمنا پیدا کرنے کے لیے قومیت کا احساس ہونا لازمی امر ہے۔ اسلام مین قومیت کا خیال کبھی پیدا نہین ہوا کیونکہ قرآن مین "کل المؤمنون اخوۃ" کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے پہلا مرحلہ ثبوت طلب یہ تھا کہ اسلام اور عیسائیت مین ترقی کی یکسان قابلیت ہے، اور جو کچھ عیسائیت نے کیا اسلام بھی کرسکتا ہے۔ اگرچہ مسلمان لیڈر مغربی عیسائیون کے برتری کو محسوس کر کے

بے چین ہوتے تھے۔ مگر اہل یورپ کے سامنے مسلمانون کی تہذیب و تمدن کی گذشتہ روشن تصویر کو پیش کر کے یہ ثابت کرتے رہے کہ اسلامی دنیا نہ صرف ترقی کی صلاحیت رکھتی ہے بلکہ آزادی حاصل کرنے کے لیئے تیار ہے۔ قسطنطنیہ مین ضیا پاشا، خیر اللہ آفندی، جودت آفندی، اور عالی پاشا، نے اس تحریک مین زیادہ حصہ لیا اور اپنی گذشتہ تہذیب و تمدن کی مدح سرائی کر کے اسلام کے موجودہ دماغی اور ذہنی افلاس کو چھپانا چاہا تھوڑے عرصہ تک انھون نے اپنی قدیم مذہبی دنیا کا مقابلہ موجودہ عیسائی ممالک سے فخر کے ساتھ کیا۔ لیکن بہت جلد انکو ماننا پڑا کہ یہ مقابلہ سراب کی صفت رکھتا ہے کیونکہ یورپ مین علم اور مذہب جدا نکلے گئے ہین، اور نیز اس وجہ سے بھی ان ترکی علما کو اعتراف کرنا پڑا کہ تمدن اسلام کی گذشتہ عظمت کے بانی عرب تھے اور انکے کارنامون پر ترک فخر نہین کر سکتے تھے۔ پس مذہبی برتری کو ترک کر کے ترکون نے قومیت کیجانب رجوع کیا، اگرچہ اسلام نے ایسی قومیت کی تفریق کو جائز نہین رکھا ہے تاہم ان جوشیلے ترکون نے طے کیا کہ، خواہ کچھ بھی ہو، ترکی قوم کو دنیا مین پیش قدمی کرنا چاہیے۔ اس تحریک کے پھیلانے والے شناسی آفندی، کمال بے، سعد اللہ پاشا، اور دیگر ترکی علما تھے انھون نے زبان کو سادگی کا جامہ پہنایا اور عربی فارسی الفاظ کے ثقل اور حشو کو دور کیا۔ ابتداءً اس جدت کو بدعت سیئہ کہکر رد کیا گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کسی قدر کامیابی حاصل ہوئی جیسا کہ بیان

زبان کی اصلاح کا اثر پولٹیکل زندگی پر پڑنا قدرتی امر تھا۔ اور مغربی دنیا کا لٹریچر جس قدر ترکی زبان مین سرایت کرتا گیا، اور آل عثمان نے اصلاح کی راہ مین جسقدر منزل طے کی، اُسی نسبت سے قومیت کا خیال اور جوش ترقی کرتا گیا۔ اور اُسی کے ساتھ پولٹیکل آزادی کی ایسی تمنا تمام قوم مین پیدا ہوئی کہ جسکا کبھی گمان بھی نہ تھا۔ باوجود اسکے کہ قرآن مجید مین مذکور ہے کل[۱] اسلام حر تا "جملہ مسلمان آزاد ہین"

اس سرگرمی کے اظہار سے خودمختار سلطان اور اُسکے درباریون کو شبہ ہوا، سلطان عبدالعزیز جسے غرور بیجا نے دیوانہ بنا رکھا تھا اور جو اپنی ذات کو انسانی دسترس سے ارفع و اعلیٰ سمجھتا تھا جب یہ سُنا کہ اُسکی مسلمان رعایا اصلاح و ترقی کا جوش ملک مین ..... پھیلا رہی ہے۔ مارے غصہ کے بیخود ہو گیا آزاد خیالات کی اشاعت کرنے والون کو ناگزیر وطن مالوف سے بھاگنا پڑا اور پیرس مین، جو دنیا بھر کے انقلاب پسندون کا مامن ہے، اولاً ترکی کی آزادی کی بنیاد ڈالی۔ مصطفیٰ فاضل پاشا جو خاندان محمد علی خدیو مصر کے خاندان کا شہزادہ تھا اس تحریک کا سرغنا قرار پایا وہ اس مرتبہ کے قابل بھی تھا کیونکہ مصر مین آزادی کو زیادہ ترقی ہو چکی تھی جب سے کہ خدیو مصر نے اپنے آقا سلطان روم کی ماتحتی کو خیرباد کہکر خلافت کو ساحل باسفورس سے دریاے نیل کے کنارہ لانے کی اس غرض سے کوشش کی تھی کہ خلافت کی کمر دریان

[۱] پروفیسر وامبری کو مغالطہ ہوا ہے کل اسلام حر تا کوئی قرآنی آیت نہین ہے مترجم

اور خرابیان رفع ہوجائینگی پس محمد علی اور اُسکے رشتہ دارون کو بسبب اسکے
کہ یورپ کے ساتھ اُنکا ربط ضبط زیادہ آزادانہ ہوگیا تھا مغربی طریقون پر
کام کرنے کی زیادہ مشق ہوگئی تھی جیسے قسطنطنیہ کے اعلیٰ طبقون کے لوگ
ناپسند کرتے تھے۔ جوشیلے محب وطن مصطفےٰ فاضل پاشا کے گروہ مین جو لوگ
شامل ہوئے اُنمین جزو غالب نوجوانون کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس
انجمن کو "ینگ ٹرکی" (نوجوان ترک) سے منسوب کیا گیا۔

ٹرکی مین مثل یورپ کے کوئی متوسط درجہ سوسائٹی کا نہین ہے۔ اور
تمام مسلمان خواہ کتنے ہی مالدار ہون سلطنت کے ٹکڑون سے پیٹ پالنے
کی خواہش کرتے ہین۔ پرانے ترکون کے مقابلہ مین جو سلطانی الطاف
مین شرابور تھے "ینگ ترک" بلحاظ تعداد اور رسوخ کے بالکل ہیچ تھے۔ اور
ابتدا مین خود یہ تحریک ایسی عجوبہ اور بیکار معلوم ہوتی تھی کہ عوام نے
اسکی جانب سنجیدگی سے توجہ نہ کی سنہ ۱۸۶۰ء کے بعد مین نے اِن نوجوان ترکون
سے لندن مین واقفیت پیدا کی اور اُنکے اخبارون یعنی مخبر اور حریت مین
مضامین تحریر کیے۔ اسوقت صرف یہی اخبار جاری تھے۔ اگرچہ اس
تحریک کی ضرورت میرے ذہن نشین تھی لیکن اُسکی کامیابی کی مجھے
چندان امید نہ تھی کیونکہ نوجوان ترکون کی تجاویز یورپی اصول پر بنی
تھین جنکو ایشیائی مسلمان پسندیدگی کی نظر سے نہین دیکھ سکتے تھے ٹرکی
مین زمین ابھی اچھی طرح تیار نہین ہوئی تھی۔ صرف نوجوان اِن پولیٹکل
جلاوطنون کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ برخلاف اسکے سن رسیدہ ترک یا تو ایسے

کام کی جرأت نہ رکھتے تھے اور یا اپنے اعلیٰ مراتب اور مناصب اور اپنے خاندانوں کی خوشحالی کو ملکی آزادی اور قومیت پر قربان کرنا نہیں چاہتے تھے۔

جب سلطان عبدالعزیز کی فضول خرچی اور جنون حد سے تجاوز کر گیا اور ٹرکی تباہی اور بربادی کے کنارے جا لگی اُسوقت البتہ چند سن رسیدہ اور عاقل ترک محبانِ وطن کی پارٹی مین شامل ہوئے۔ اسکے بعد مدحت پاشا کی سرگروہی سے سلطان عبدالعزیز معزول کیے گئے اور کانسٹی ٹیوشنل آئینی حقوق کا تمام عثمانیون یعنی جملہ رعایا ٹرکی کے لیے بلا قید مذہب و ملت اعلان کیا گیا اور اب سب سے بڑی اسلامی سلطنت کو کانسٹی ٹیوشن[۹۱]، پارلیمنٹ، اور ذمہ دار گورنمنٹ[۹۲] کی برکتین حاصل ہونے والی تھین۔ اور چونکہ تمام مذہبی کتابون مین باعتبار معنی کھینچ تان کی گنجایش ہوتی ہے، قرآن کی آیات اِن جدید باتون کی حلت اور حمایت مین بآسانی لگ گئین یہ بدعتین دراصل یورپ سے حاصل کی گئین لیکن انکا مخرج و مبدء اسلام قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلعم کے اس قول سے کہ شاوِرُوا فی الامر یعنی آپس مین مشورہ کر لیا کرو، پارلیمنٹ قایم کرنے کی تاکید

---

[۹۱] ٹرکی زبان مین لفظ کانسٹیٹوشن کے بجائے "قانون سیاسی" استعمال کیا جاتا ہے یورپ کا لفظ پارلیمنٹ بجنسہ ٹرکی مین قائم رکھا گیا ہے۔

[۹۲] اس طریقہ گورنمنٹ مین مجلس وزرا اہل ملک کیجانب سے عہدہ نظم و نسق کی ذمہ دار ہوتی ہے جسوقت نظام سلطنت مین کوئی فتور آیا، اہل ملک کی راے سے وزرا کو مستعفی ہونا پڑتا ہے خواہ بادشاہ لاکھ کوشش اُنکے برقرار رکھنے کی کرے، اس طریقہ کا یہ نفع ہے کہ کوئی نالایق یا ظالم وزیر یا حاکم برسر حکومت نہین رہ سکتا ہے۔ جم

ثابت کی گئی۔ پس ایک پارلیمنٹ قایم ہوا جسمین ملک کے مختلف اقوام
و مذاہب کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس ابتدائی پارلیمنٹ اور اُن اسپیچون سے
جو اس جلسہ مین ہوئین اہل مشرق کی ذہانت اور اختراع کی قابلیت بخوبی
ثابت ہوتی ہے۔ ترک، ارمن، یونانی، اہل باسینا، والبانیا، عرب اور کُرد
باشندون مین باہم رشتہ اتحاد قایم ہوا اور اگرچہ اس سے پہلے سلطان یا اُسکے
وزرا کی کسی بات پر کبھی پوشیدہ طور پر بھی نکتہ چینی کرنے کی جراُت نہ ہوتی
لیکن پارلیمنٹ مین سب نے ملکر دھڑلے سے تقریرین کرنا شروع کین۔
اور امور سلطنت و انتظام ملک کے دقیق اور نازک مسائل کے
ساتھ ترکی ممبران پارلیمنٹ نے ایسی واقفیت کا اظہار کیا کہ انگریزی
پارلیمنٹ کو بھی اُنپر فخر ہو سکتا تھا۔

احمد وافق پاشا پریسیڈنٹ پارلیمنٹ کو اکثر تیز مزاج اور پرجوش
ممبرون کو خاموش کرنے یا اعتدال پر قایم رکھنے مین وقت پیش آتی تھی،
لیکن کہا جاتا ہے کہ اس پارلیمنٹ مین بدزبانی کی مثال یورپ کے پارلمنٹون سے
بھی کم پائی جاتی تھی۔ تعجب کی بات ہے کہ مسلمان ممبران ہی سب سے
زیادہ زور اور جوش کے ساتھ پارلیمنٹ مین تقریرین کرتے تھے اور اُنکے
بیانات سے پایا جاتا تھا کہ آزادی اور سیاسی طرز حکومت کا جوش اُنکی
رگ و پے مین سرایت کر گیا ہے۔ یہی مسلمان نہایت پُرزور الفاظ مین
موجودہ خودمختارانہ سلطنت کی بُرائیان کرتے اور قرآن مجید سے آیات اور
احادیث نقل کر کے سیاسی حکومت کی برکتون کو مجلس مین بیان کرتے تھے

ممبرون کی تقریرین

سب سے اول اِن ہی لوگون نے مجلس عام مین سلطان کو "غاصب" کہکر پکارا، جبکہ متمدن یورپ مین، جہان مدت دراز سے پارلیمنٹ کا دور دورہ ہے اب بھی بعض بادشاہ ایسے ہین جنکے کانون کو آزادانہ تقریرین غیر مانوس اور کرخت معلوم ہوتی ہین، تو ہم اندازہ کرسکتے ہین کہ سلطان ٹرکی کو جو تمام اسلامی دنیا کا امیر المومنین اور ظل اللہ مانا جاتا ہے، ممبران پارلیمنٹ کی اِن بیباکانہ تقریرون نے کس قدر برانگیختہ کیا ہوگا سلطان عبدالحمید خان کو اس جدید تحریک نے متوحش کر رکھا تھا وہ ہمیشہ سے خوف، تشبہ اور بے اطمینانی کا شکار تھے۔ اُنھون نے اپنی آنکھون سے دو تاجدارون کو معزول ہوتے دیکھا تھا اُنکو در و دیوار سے خطرہ کی بو آتی تھی اور ہر شخص دشمن نظر آتا تھا۔ پس کچھ حیرت کا مقام نہین ہے کہ تخت پر کسیقدر مستحکم ہو جانے کے بعد اُنھون نے اپنی تمام قوت پارلیمنٹ کی شکستگی اور ہر قسم کے آزادانہ خیالات کی تخریب اور استیصال مین صرف کرنا شروع کی،

جدید پارلیمنٹ اور اُسکے تمام شعبے آن واحد مین برباد کردیے گئے۔ اور اس تجویز کے بانی مبانی اور رفیق یا تو جلاوطن کردیے گئے یا طرح طرح کے عذاب مین مبتلا ہوئے۔ اور بعض تہ تیغ کیے گئے۔ اور قدیم طرز حکومت معہ جملہ خرابیون اور ظالمانہ طریقون کے ملک مین از سر نو جاری ہوا[1]؛

---

[1] دیکھو سیرت مدحت پاشا مولفہ علی حیدر مدحت بے رخلف مدحت پاشا) مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۳ء اس کتاب مین پارلیمنٹ اور تحریک جدید کی ابتدائی تاریخ اور مدحت پاشا اور اُسکے رفقاء کی جلاوطنی اور مصائب کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ مترجم

سلطان عبدالحمید خان کی [illegible]

ذاتی خیالات نے سلطان عبدالحمید خان کو اس کارروائی کیجانب مائل کیا۔ نیز خودمختارانہ پادشاہت کی محبت نے جو تمام بادشاہون خصوصًا مشرقی حکمرانون مین، بدرجہ غایت پائی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کارروائی سے سلطان موصوف نے اپنے ملک کو فائدہ پہونچانا چاہا تھا یا نقصان۔ اور کیا ایسے معتدل اور آزادانہ طریقے، جو رفارمر ملک مین رائج کرنا چاہتے ہین، بقاے سلطنت کے لیے اسقدر مہلک تھے جیساکہ خود سلطان اور بعض مدبرین یورپ نے مشہور کیا۔ میری ذاتی راے یہ ہو کہ سلطان سے فاش غلطی سرزد ہوئی۔ اور سلطان اور دیگر مدبران ٹرکی جو آزادانہ طریقہ حکومت کے ذریعہ سے ٹرکی کی ترقی اور فلاح مین شبہہ کرتے ہین سراسر غلطی پر ہین۔ اس امر سے کسی کو اختلاف نہین ہوسکتا کہ ٹرکی کی عیسائی رعایا آزادی پھیلنے کے بعد بھی مطمئن نہوگی کیونکہ صدیون کے مظالم کو قلیل عرصہ مین فراموش کردینا مشکل امر ہے برخلاف اسکے، مرز بوم، موسم اور گذشتہ تاریخ اور ملکی حالات کیوجہ سے عیسائیون اور مسلمانونکے طرز معاشرت، طریقہ نشست و برخاست، مین اسقدر باتین مشترک پائی جاتی ہین کہ اگر قانونی مساوات سختی کے ساتھ قایم رکھی جاتی اور دونون کو یکسان حقوق دیے جاتے تو کچھ بعید نہ تھا کہ مشرقی عیسائی (یعنی ارمنی اور شامی) سلطنت ٹرکی سے رضامند ہوجاتے کیونکہ پولٹکل آزادی انکے لیے محال ہے[۱]

[۱] آرمینیا اور شام مین عیسائیونکے ہر گاؤن اور قصبہ مین مسلمانون کی تعداد بہت زیادہ ہے اسوجہ سے عیسائیونکی علیحدہ حکومت مثل یونان یا بلگیریا کے کبھی قائم نہین ہوسکتی۔ روس کی رعایا ہونے مین بھی انکا سراسر نقصان ہے کیونکہ روس کی آرمنی رعایا سے انکی موجودہ حالت بدرجہا بہتر ہے۔ مترجم

اور سلطنت ٹرکی کے زوال سے انکے مصائب مین بجائے کمی ہونے کے ترقی ہونا یقینی ہے - ایسی آزادی جو حد اعتدال سے نہ بڑھتی ٹرکی کے لیے نہایت مفید ہوتی - البتہ مسلمان ترک عام طور پر بوجہ اسکے کہ تعلیم و فنون جدیدہ نے ابھی انہین ترقی نہین کی ہے، پارلیمنٹ کے طریقہ حکومت سے عرصہ تک زیادہ نفع نہ اٹھا سکتے، ہمیشہ مشرقی خود مختار سلاطین کے زیر نگین رہنے کے بعد یکایک حد درجہ کی یورپی آزادی کی روشنی مین آنا جکا جو نہ ضرور پیدا کرتا - لیکن ان حالتونکے بین بین ایک درمیانی راستہ بھی ہے، بکثرت تمدنی اور معاشری اصلاحات ایسے ہین جو ٹرکی مین اشاعت پاکر رعایا کو نفع پہونچاتے اور آہستہ آہستہ لوگون کو یورپین طریقہ سلطنت کے لیے تیار کر دیتے - افسوس ہے کہ عبدالحمید خان نے اس راہ کو اختیار نہ کیا اور برخلاف اسکے قدیم مطلق العنانی کو اور بھی ترقی دی، بدنظمی اور سختی مین اضافہ کیا اپنے حقوق اور اختیار بڑہانے کی غرض سے نہایت سخت اور جابرانہ طریقے اختیار کیے اور تمام ملک کو جاسوسون اور نالایق ملازمین سے بھر دیا، نتیجہ یہ ہے کہ ٹرکی قوم کو جسپر تاج و تخت کی بقا منحصر ہے نقصان عظیم پہونچانے کے ساتھ انھون نے اپنی تباہی کی رفتار کو بھی تیز کر دیا ہے، اس غلط راہ اختیار کرنے پر ہمارا تاسف اور زیادہ

لہ تقریبًا تمام تعلیم یافتہ مسلمان حب قومی کی وجہ سے طریقہ جدیدہ کو پسند کرتے تھے لیکن سلطان عبدالحمید خان نے ان نوجوانون کو جو قوم کا بہترین حصہ ہے چن چن کر جلا وطن کیا ہزارہا سمندر مین غرق کر دیے گئے - اور ہزارہا جیلخانون مین سڑ کر مر گئے - اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بیشتر نالائق اور خود غرض اور خوشامدی لوگ سلطنت کے ارکان بن گئے جنھون نے سلطنت ٹرکی کو قعر ذلت مین ڈالدیا مترجم

ہو جاتا ہے جب ہم سلطان عبدالحمید خان کی ذاتی قابلیت پر خیال کرتے ہین
آجتک ٹرکی کے تخت پر اس قدر آن تھک سرگرم اور ذہین بادشاہ متمکن
نہین ہوا ہے - اور اتفاق سے وہ ایسے وقت مین تخت نشین ہوئے
جبکہ سلطنت ٹرکی کی بقا کے لیے بہت کچھ کرنا ممکن تھا؛
اگرچہ سلطان عبدالحمید خان نے ٹرکی مین آزادی کو سر نہ اُٹھانے دیا اور
اس کوشش مین اُنھون نے ایسے مظالم اور تعزیرات کا رواج دیا جو ٹرکی
کی تاریخ مین مفقود ہین تاہم مطلق العنانی کو چندان فائدہ نہین پہونچا ہے
کیونکہ آزادی کی تحریک پوشیدہ طور پر زور شور کے ساتھ جاری ہے - اور
دیر یا جلد کوئی نہ کوئی عظیم انقلاب ہونے والا ہے[۱] - آزادی کے خلاف
جو چند روزہ کامیابی قدامت پسندون کو ہوئی اُسکی وجہ ترکون کا افلاس
تھا - آخری جنگ روس کے بعد سے ترکون مین مفلسی اور بے بضاعتی نے
اس قدر ترقی کی ہے کہ دولت کا نام دنیائے عثمانی مین مشکل سے لیا جاتا ہے
ہر شخص سلطنت کی فیاضی پر گذران کرتا ہے اور اس لیے نہ کوئی حرف
زبان سے سلطنت کے خلاف نکال سکتا ہے اور نہ آزادانہ خیالات کا
اظہار کر سکتا ہے - مگر "ینگ ٹرکی پارٹی" جیسے پہلے تھی اب بھی
قائم ہے، قریب قریب تمام ترک بلا استثنا، اعلیٰ افسران کے اس پارٹی مین

[۱] وامبری نے یہ الفاظ ۱۹۰۶ء مین تحریر کیے تھے لیکن ۱۹۰۸ء مین ہمنے دیکھ لیا کہ نوجوان
ترکون نے وہ زور حاصل کیا کہ سلطان پارلیمنٹ دینے پر مجبور ہو گیے گئے اور اپریل ۱۹۰۹ء مین
جبکہ سلطان نوجوانون کی کامیابی کو پامال کرنا چاہتے تھے تخت سے اوتار دیے گئے - مترجم

ظاہر انہین تو دل سے ضرور شامل ہین - تمام ترکی دنیا اپنی موجودہ پستی اور بدنظمی کی حالت سے ترقی اور آزادی کی روشنی مین آنے کی متمنی ہے لیکن چونکہ نہایت اہم پولیٹیکل مشکلات کا سامنا ہے اس وجہ سے مصلحان قوم اس معاملہ مین تعجیل سے کام لیتے ہوے خوف کرتے ہین کیونکہ اونکو یقین کامل ہے کہ ترکی مین نقص امن ہونے پر ہمسایہ عیسائی سلطنت فائدہ اوٹھائیگی - نوجوان ترکون کی کوششون کا جو اظہار پیرس جنیوا لندن اور دیگر مقامات مین ہوتا ہے وہ محض پرتو ہے اوس آگ کا جو تمام ترکون کے دلون مین مشتعل ہو رہی ہے - باوجودیکہ آزاد الخیالات کے اخبارات کی نہایت سخت نگرانی سلطان کی جانب سے ہوتی ہے لیکن نوجوان ترکون کے اخبارات جو دیگر ممالک مین شایع ہوتے ہین ملک مین تقسیم ہوتے ہین اور لوگون مین قومی ترقی اور آزادی کا جوش پھیلا رہے ہین حال مین مفصلہ ذیل اخبارات نے ترکی مین بڑی اشاعت حاصل کی ہے :-

ترکی اخبارات

نام اخبار	مقام اشاعت	
منجمد	لندن	
قانون اساسی	قاہرہ	
حُرّیّت	لندن	
مشورت	پیرس	
لاٹرکی لبری (ترکون کی آزادی)	پیرس	یہ اخبار فرانسیسی زبان مین شایع ہوتا ہے

نام اخبار	مقام اشاعت
یلدیز	پیرس
کردستان	جنیوا
حق	قاہرہ
مظلوم	قاہرہ
سنجک (علم)	قاہرہ
ترک	قاہرہ
سکومی	قاہرہ
عثمان	قاہرہ

اس فہرست سے واضح ہے کہ کثیر حصہ آزاد اخبارات کا قاہرہ سے شائع ہوتا ہے اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ خدیو مصر ترکی کے خلاف ہین بلکہ انگریزون کی آزادانہ حکومت سے مصلحان قوم نے فائدہ اُٹھایا ہے ۔ زبان اور خیالات کے لحاظ سے دو اخبار زیادہ ممتاز ہین اول مشورت جس کا نام حال مین شورٰی امت رکھا گیا ہے دوسرا ترک ۔ شورٰی امت کا ایڈیٹر احمد رضا[1] بے ہے جو اعلی تعلیم یافتہ اور نامور ادیب ہوکر

[1] احمد رضا بے برسون کر وطن مالوف سے بھاگ کر پیرس مین مقیم رہا اور یہان دوسرے ینگ ترکس کی پارٹی کی سرگروہی اختیار کی ترکی مین جو انقلاب سنہ ۱۹۰۸ء مین ہوا وہ اس ہی محب قوم کی ان تھک کوشش و محنت اور دور اندیشی کا نتیجہ تھا جدید حکومت قایم ہونے کے بعد احمد رضا بے پارلیمنٹ ترکی کا پریسیڈنٹ مقرر کیا گیا گویا اب بھی سلطنت کی باگ اس محب قوم کے ہاتھ مین ہے ۔ اوائل سنہ ۱۹۱۲ء مین کامل پاشا وزیر اعظم سے کچھ ناچاقی ہوگئی اور سلطان کی سازش سے احمد رضا کو عہدہ سے معزول کر دیا گیا مگر نوجوان ترکون نے پھر فتح حاصل کی اور احمد رضا کی وہی قدر و منزلت ہو گئی

علاوہ اپنے ملک پر دل وجان سے فدا ہے، ٹرکی مین اس شخص کی بڑی قدر و منزلت ہو اور اوسکے دل مین قومی درد ہے۔ تمام پولیٹکل جلا وطنون کی ایسی حالت نہین ہو اکثر لوگ یورپ جاکر حب قومی کا اظہار محض ذاتی فوائد کی غرض سے کرتے ہین۔ اور جب مطلب حاصل ہوجاتا ہو تو ٹرکی کو واپس چلے جاتے ہین۔ اخبار "ترک" بڑے اہتمام کے ساتھ چھپتا ہے۔ اور یہ ہفتہ وار اخبار یورپ کے ہفتہ وار اخبارون سے مقابلہ مین کسیطرح کم نہین ہے۔ اسکے مقاصد ترکون مین قومیت کے جوش کو حرکت دینا آزادانہ خیالات کی اشاعت کرنا اور اسلامی دنیا کو مغربی معاشرت اور تمدن کے اختیار کرنے پر مائل کرنا ہین۔ اس ممتاز اخبار مین جو لوگ مضامین لکھتے ہین اون مین مفصلہ ذیل اشخاص جو صرف اپنا فرضی نام ظاہر کرتے ہین قابل ذکر ہین۔ اعوز۔ ترغنت، سیاسی، رفیق، ارخان، علاوہ برین بکثرت کتابین جو آزادانہ خیالات سے مملو ہوتی ہین دوسرے ممالک سے چھپکر آتی اور ٹرکی مین پڑھی جاتی ہین۔ ان مین آزادی اور موجودہ تہذیب و تمدن کی حمایت بڑے زور کے ساتھ کی جاتی ہے ۔

اسلامی دنیا کی بیداری صرف ٹرکی ہی تک محدود نہین بلکہ روس مین بھی اسکا اظہار ہو رہا ہے۔ چنانچہ حال مین اونھون نے ایک مطبوعہ یادداشت سلطان معظم، زار روس اور جملہ یورپی قوتون کے پاس بھیجی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تاتاریون مین بھی آزادی کے خیالات بتدریج پھیلتے

جاتے ہین - یہ یادداشت مفصلہ ذیل دیباچہ کے ساتھ شروع

ہوتی ہے :-

"موجودہ زمانہ مین جبکہ ہر شخص آزادی خیال کی برکات سے

ہورہا ہے کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس سے محروم رہین ؟ روس کے مسلمان

اپنے تمام حقوق تقریباً کھو چکے ہین، اور اس نقصان کا سلسلہ جاری

گذشتہ زمانہ مین مذہبی معاملات کی نسبت خاص احکام جاری ہوئے

اور مسلمان بعض حقوق سے نفع حاصل کرتے تھے لیکن موجودہ گورنمنٹ روس

بیسوین صدی کے خیالات ترقی و تہذیب کی کچھ پرواہ نہین کرتی

خود مختاری کو روز بروز بڑھاتی اور مسلمانون کے حقوق پامال کر

ہے - تذکرۃً مفصلہ ذیل امور قابل غور ہین :-

(۱) کچھ عرصہ ہوا یعنے ۱۷۸۸ء مین بمقام عوفا مسلمانون کی ایک

خاص عدالت قایم کی گئی تھی جسمین ایک عالم، ایک مفتی، اور

قاضی شریک تھے، اونکا یہ کام تھا کہ جملہ مذہبی مسائل کو طے کرین

شریعت کی پابندی کرائین -

(۲) خانہ بدوش مسلمان یعنی کرغیز اور کاسک اقوام کے بچون

مذہبی تعلیم کا انتظام مسلمان علماء کے ذریعہ سے کیا گیا - یہ

دیا گیا کہ جو مسلمان خیوا یا بخارا سے سائبیریا جائین اونپر محصول

ٹکس معاف ہے -

(۳) کریمیا کے مسلمانون کے لیئے ایک علحدہ مذہبی عدالت قرار دیگئی

اوقاف کا انتظام بالکل جدا رکھا گیا اور مسلمانون کی علیحدہ فوج مرتب کی گئی - کیونکہ تمام روس کے مسلمان مذہبی امورمین آزاد قرار دئے گئے تھے اور اونکو روسیون کے مساوی حقوق عطا کئے گئے تھے لیکن موجودہ گورنمنٹ نے متذکرہ بالا احکام کے خلاف کارروائی کی ہو ۱۹۱۰ء مین اون لوگون کو قاضی اور مفتی مقرر کیا گیا جنہون نے روسی مدارس مین تعلیم پائی تھی مثلاً شہر اورین برگ کا موجودہ مفتی نہ صرف شریعت محمدی سے ناواقف ہے بلکہ اسلامی زبان صحیح طور سے لکھ پڑھ بھی نہین سکتا - روسی عمال نے اسی پر بس نہین کی بلکہ بعض کرغیز مسلمانون کو جبریہ عیسائی بنایا اور یہ حکم دیا کہ آیندہ سے وہ قرآن مجید کو بالائے طاق رکھکر انجیل کی پیروی کرین اور کبھی شریعت محمدی کا نام زبان پر نہ لائین - روسی افسران نے جو مظالم مسلمانون پر روا رکھے ہین اونکے حالات سنکر انسان کا خون خشک ہوتا ہو - اس سے ظاہر ہے کہ روس نے احکام سابقہ کے مقابلہ مین حد درجہ کی بدعہدی اور وعدہ خلافی سے کام لیا ہے - اور روسی گورنمنٹ اسلام اور ترکون کو بیخ و بن سے تباہ و برباد کرنے پر آمادہ ہے

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ تاتاری جو اس قدر مطیع اور مسکین ہین کس قدر جرأت کے ساتھ اور کیسے سخت الفاظ مین گورنمنٹ روس کو الزام دیتے ہین - مگر ناظرین یاد رکھنا چاہئے کہ جنوبی روس مین بھی اخبارات نے اسی قسم کا جوش پھیلا رکھا ہو خصوصاً اخبار ترجمان نے جو باغچہ سرائے سے نکلتا ہو - اس اخبار کا مالک اسمٰعیل بک غسپرنسکی ہو جو اپنی سچائی بہ سبب قومی اور واقفیت معاملات کی وجہ سے اپنے

ترکان احرار - [illegible]

اہل وطن کو، جنہین بیداری کے آثار شروع ہو گئے ہین، جوش دلاتا رہتا ہے۔
اس اخبار کی پچیسوین سالگرہ کی خوشی ۱۹۱۳ع مین منائی گئی، اور مختلف اصحاب
و دیار مثلاً اورین برگ ہٹرا لٹسک ورخ نولی، ارال قاسم استراخان اڈیسہ
وغیرہ سے بکثرت مسلمان دار الاشاعت باغچہ سرا مین جمع ہوئے۔ ان واقعات
سے معلوم ہوتا ہے کہ روس جیسی خود مختار وغیرہ دار سلطنت مین بھی مسلمان
آزادی اور ترقی کے خیالات کی جانب مائل ہین۔ اور باوجود
اس کے کہ ابھی بالکل ابتدا ہے، ان خیالات کی بیخ کنی کرنا
نہایت مشکل ہے؛

سلطان کا دور ترقی

جس شد و مد کے ساتھ سلطان عبد الحمید خان قومیت اور آزادی
کے خیالات کا استیصال کرتے ہین اسپر سخت افسوس ہے کیونکہ سلطان بذاتہ
تہذیب و تمدن کے مخالف نہین ہین، البتہ اونکا معیار تمدن جدید یہ ہے کہ اہل
ٹرکی مذہب اور خود مختاری کے تنگ دائرہ مین رہکر ترقی کرین۔ یعنی یہ کہ نیک
مسلمانون کو علم جدید کے کل شعبون مین دستگاہ حاصل کرنی چاہیئے بجز
فلسفہ اور تاریخ کے کیونکہ یہ علم بادشاہون کے اختیارات پر نکتہ چینی روا
رکھتے ہین، انکا یہ بھی خیال ہے کہ پالٹکس (علم سیاست) اور سوشل
سائنس سے (جس سے طرز معاشرت مین تبدیلی لازم آتی ہے) مسلمانون
کو حد درجہ پرہیز لازم ہے؛

ترکون مین قومیت کی تحریک کے سلطان اسوجہ سے خلاف ہین کہ اونکو مین اسلام
ازم پر بڑا اعتقاد ہے اور نیز اسوجہ سے کہ ترکون مین قومیت کی روح پھیلنے کے بعد دوسری

قوموں کو بھی حوصلہ ہوگا اور رفتہ رفتہ تمام ملک میں بے چینی اور بغاوت پھیل جائیگی۔ قدرتی قاعدہ یہ ہو کہ کسی علم کے روکنے میں جسقدر سختی کیجاتی ہو اُسیقدر زیادہ اُسکے حاصل کرنے کی تمنا اور خواہش بڑھتی ہے۔ چنانچہ نوجوان ترک علوم ممنوعہ کے تمام شعبوں کو جن سے پولیٹکل اور لبرل (آزاد) خیالات میں ترقی ہو بکمال شوق کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔ پس ان حالات کے ہوتے ہوئے طرز جدید کی حکومت یعنی پالیمنٹری طریقہ قائم ہونے کی ضرورت ظاہر ہے اور زیادہ عرصہ تک اس تحریک کا استیصال کرنا ممکن نہیں ہو۔ تمدن یورپ اور ایشیا کی خودمختاری بہت دنوں تک ساتھ ساتھ نہیں چل سکتی جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خودمختاری کو کشمکش میں مفتوح ہونا پڑیگا۔ چنانچہ تمدن یورپ کے طرفدار نوجوان ترکوں نے شروع ہی سے اس کا اعلان فصاحت کے ساتھ کردیا ہے:۔

کمال بے[1] نے جو زمانہ حال کی ترکوں میں بلحاظ اپنی اعلیٰ شاعری کے ممتاز ترین عالم متصور کیا جاتا ہو، اپنے دھواندھار اور پرجوش مضامین اور اشعار سے اپنے ہموطنوں کی دماغی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا ہو۔ اور اپنی نظم سے اعلیٰ طبقہ کے ترکوں کو آزادانہ خیالات ظاہر کرنے پر آمادہ کیا ہو مثلاً سعد اللہ پاشا اپنی کتاب "نمونۂ ادبیات" میں زمانہ حال کی تمدن کی عجائبات کو بوضاحت بیان

[1] سلطان مراد کا سکریٹری اول، نہایت راسخ الخیال محب قوم تھا۔ جنگ روم روس کے بعد ترکی کی تباہ حالت اور سلطان عبدالحمید خان کی جابرانہ حکومت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُسنے بمقام ودیانا جہان وہ بطور سفیر گیا تھا خودکشی کی۔ مترجم۔

کر کے حسب ذیل تحریر کرتا ہے :-

"تمدن یورپ مین جن باتون کو ہم علوم و فنون کا ماحصل سمجھکر قابل تحسین سمجھتے ہین دراصل آزادی کی بدولت میسر ہوئی ہین۔ ہر سخنے آزادی کی درخشان ستارے سے روشنی حاصل کرتی ہے، آزادی کی بغیر کوئی قوم طاقتور اور مرفہ الحال نہین بن سکتی آزادی کے بغیر خوشحالی مقصود ہوتی ہے۔ اور جب خوشحالی مقصود ہوتی ہے تو زندہ دلی اصلی زندگی، دائمی زندگی، ناممکن ہوتی ہے۔ اور آزادی کی چمک اور روشنی! تو ہمیشہ ہمیشہ درخشان رہے، تو ہماری تعریف کی مستحق ہے"!

اسی قسم کے اور بہت سے پرجوش اقتباسات ترکون کے مضامین سے ناظرین کے سامنے پیش کیے جا سکتے ہین لیکن ابتک جسقدر بیان ہوا ہے اُسی سے کافی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملک اور خیالات کی آزادی سے ترک بیخبر اور بیحس نہین ہین بلکہ اونھون نے پورا انتظام کرلیا ہے اور ظلم و تعدی کی اُس عمارت کو مسمار کر دیا ہے جو مذہبی تشدد کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ یہ ہرگز قرین انصاف نہین ہے کہ ترکون پر اس مسئلہ کا اطلاق کیا جائے کہ "ہر قوم پر ویسی ہی حکومت ہوتی ہے جسکی وہ شایان ہے" یا یہ کہنا کہ ترک تہذیب اور روشن خیالی کے نہ صرف ناقابل بلکہ دشمن ہین، اور چونکہ وہ من حیث القوم آزادی قبول نہین کر سکتے اس لیے اونکا مستقبل تاریک ہے، مین تکرار کہتا ہون کہ ترک ہمارے زمانہ کے آزادانہ خیالات سے بے خبر نہین ہین، جو کچھ پچھلے اوراق مین بیان ہوا اوس سے

بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے لیکن ترکون مین ابھی اسقدر طاقت نہین
کہ اپنے حکمرانون کی مطلق العنانی کا مقابلہ کر سکین اور بوجہ اختلاف
مذہب و زبان اونمین قومیت یکجائی صورت مین نہین ہے - اور بجای
اسکے کہ باہر سے انکو امداد ملے اونکی ہر طرح پر تضحیک اور تحقیر کیجاتی ہے
اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ عظیم الشان ملکی انقلابات یک لخت
نہین ہو جایا کرتے - آئین خود ظلم و ستم سے آزاد ہونے مین صدیان صرف
کرنا اور خون کی ندیان بہانا پڑتی ہین، اور ٹرکی، جو پولیٹکل لحاظ سے ابھی تک
ازمنۂ متوسطہ جیسی حالت مین ہے، ملکی ترقی کے آسمان پر آسانی کے ساتھ بلا وقت
صرف کیے، نہین چڑھ سکتی - ہان رفتہ رفتہ ٹرکی بھی ایکدن آزاد قوم ضرور
ہوکر رہیگی ؛

جب ہم ٹرکی سے مشرق کیجانب چلتے ہین تو اسلامی دنیا مین تمدن
یورپ کے آثار بتدریج کم ہوتے جاتے ہین - بالآخر اسکی نشانیان خال خال
نظر آتی ہین، نیم خانہ بدوش قوم کرد لوٹ مار کرنے کی آسانی کے لیے آزادی
چاہتی ہے نہ بذاتہ آزادی کے لیے کیونکہ موجودہ تمدن کی حالت کے لحاظ
سے وہ آزادانہ خیالات سے کوسون دور ہین، عبدالرحمٰن بیگ پسر
بدرخان بیگ مشہور باغی نے جسنے سنہ ۱۸۹۸ء مین باب عالی کے خلاف علم
بغاوت بلند کیا تھا اپنے اخبار کردستان مین جو جنیوا سے نکلتا تھا یہ ثابت
کرنے کی کوشش کی ہے کہ "کردستان کی قومی آزادی کا" مسئلہ بھی اہمیت
رکھتا ہے، لیکن یقین کرنا سخت مشکل ہے کہ اہل کرد جنکی بابت بیشتر لوگون نے

لکھا ہے، تمدن کے اس درجہ پر پہونچ گئے کہ قومی آزادی کی تمنا کرنے لگے اور اخبارات کے ذریعہ سے جنیوا میں بیٹھکر جو شور و شغب کیا جاتا ہے وہ دراصل قیصر بلدیز کو دھمکانے کے لیے ہے۔ کیونکہ بدرخان کے رشتہ دار سلطان معظم سے مراعات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ تمام شورش چندروزہ تھی اور اخبار کردستان جلد بند ہوگیا۔

ایران میں اصلاح کی تجویز

اس سے بھی زیادہ دلچسپ وہ دماغی جوش و خروش ہے جو ایران میں ظاہر ہو رہا ہے، اس کا آغاز بہت دنوں سے ہو چکا تھا اور ملک بہ نسبت ٹرکی کے زیادہ تیار معلوم ہوتا تھا کیونکہ ایران میں قومیت کے اجزا ٹرکی سے زیادہ مضبوط تھے، اہل ایران زیادہ زندہ دل، زیادہ ذہین، اور جلد تر جوش میں آجانے والی قوم ہیں ظلم، بدنظمی اور بدامنی، ایران میں بہ نسبت ٹرکی کے زیادہ ناقابل برداشت ہے کیونکہ ٹرکی اپنے مشرقی ہمسایہ (ایران) سے ترقی جدید میں سو برس آگے ہے اور ایران میں ابھی تک کوئی کوشش نظام سلطنت کو باضابطہ بنانے کی نہیں کی گئی ہے، لیکن تعجب کی بات ہے کہ ملک کے خود مختار بادشاہ نے خود بخود آزادی کی جانب میل ظاہر کیا۔ ناصر الدین شاہ تخت نشین ہوتے ہی آزادانہ خیالات کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ فری میسن لاج[1] قائم کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اور کچھ دنوں تک شاہ موصوف کا یہ حکم تھا کہ جملہ وزیر دبلا خیال شاہی مرتبہ کے بادشاہ کو برادر کہکر خطاب کیا کریں، لیکن نوجوان بادشاہ کا یہ حکم زیادہ عرصہ تک

[1] فری میسن لاج کو ایرانی "فراموش خانہ" کہتے ہیں۔

بابی مذہب

قائم نہ رہا، فراموش خانہ جلد بند سے بہلا دیا گیا اور رفتہ رفتہ ناصر الدین شاہ بھی سچا ایشیائی مطلق العنان حکمران بن گیا اور اگرچہ فرقہ بابی کی خفیہ سوسائٹی نے شاہ مذکور کو دھمکایا تھا، لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بابی مذہب والون کی نیت اور کامون کی بابت یورپ مین ہمیشہ غلط فہمی رہی ہے۔ مگر حال مین پروفیسر جی براؤن[۱] نے اونکے صحیح حالات شایع کئے ہین اونکی کوششون کی بنیاد ابتدا سے یہ رہی ہے کہ سلطنت مین امن اور قانون قائم ہو، خودمختاری کے جابرانہ مظالم مسدود، اور موجودہ وحشیانہ مراسم ایران مین کم ہون اسلامی مسئلہ الہام سے جو کام لیا گیا وہ نئی باتین جاری کرنے کے لیے محض بہانہ تھا، مثلاً یہ کہ حرم سرا کے قیود دفع کیے جادین، محصول کی تقسیم عمدہ اصول پر ہو۔ ملاؤنکی قوت محدود کیجاے۔ اور عوام الناس کو بدنظمی، ظلم وجہالت کی قید سے آزاد کیا جاے۔ ان اصلاحون پر جو اثر مغرب کا ہوا ہے وہ بابیون کے پیرو مرشد کی رجو جلاوطنی کیحالت مین رہتا ہی تحریرون سے صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ بابی مذہب جسکی بابت کبھی یہ خیال تھا کہ وہ ایک خطرناک مذہبی تحریک ہے جو جہالت کے جوش کو ظاہر کرتی ہے، باوجود اپنی ظاہری صورت کے گورنمنٹ کے جبر وظلم اور وحشیانہ طریقہ کے خلاف فقط ایک زبردست آلہ تھا۔ یہ امر کہ مرزا محمد علی[۲] شیرازی بانی مذہب نے

۱ے دیکھو کتاب A Traveller's Narrative مترجمہ پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن مطبوعہ کیمبرج ۱۸۹۱ء ۲ے اصل نام مرزا علی محمد تھا۔ مترجم

جو باب کے نام سے مشہور ہوا متذکرہ بالا اصول پر عمل کیا یا نہین ثابت
کرنا مشکل ہے، حالانکہ الہامی قوتین اونکی جانب منسوب کیجاتی ہین - مگر یہ
بات ظاہر ہے کہ باب کے جانشینون نے فروعات مذہبی کی بحث کو جلد چھوڑ دیا
اور پولیٹیکل (ملکی) اور سوشل (معاشرتی) اصلاح کو اختیار کیا - اور
بابیون کے فرقہ بہائیہ[1] کا مقتدا اپنے خطوط مین ایسے خیالات کا اظہار
کرتا ہے جنسے بجاے نیات مسلمان شیوخ کے، یورپ کے سوشلسٹ اور جمہوری
سلطنت کے طالبون کے اصول کی صاف بو آتی ہے، یورپ مین بابیون
کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی تھی - لیکن اڈورڈ جی براؤن نے
ہمارے سامنے اونکے خیالات اور خواہشات کی ایسی تصویر کھینچی ہے
جس سے ایسے لوگون کو بھی جو ایشیا خصوصاً ایران سے بخوبی واقف ہین تعجب
ہوتا ہے - شیخ بہائی نے جو اسوقت جزیرہ سائپرس[2] مین جلاوطن ہے، انقلاب
بابیہ کی تاریخ مین مذہبی معاملات کو دوم درجہ کی جگہ دی ہو مگر اہل ایران کے
پولیٹیکل اور سوشل امور پر اور نیز قوم کے عام انحطاط پر بہت زور دیتے ہین
اور انکو موجودہ ظالمانہ حکومت کا نتیجہ قرار دیتے ہین - جو لوگ اسلامی
ایشیا سے واقف ہین انھین تعجب ہوگا کہ یہ مذہبی امام جو ایک فرقہ
کا لیڈر سمجھا جاتا ہے آزادی، اخوت اور مساوات پر بحث کرتے
وقت عیسائی یورپ کی ماضی و حال کی تاریخی واقعات سے

[1] باب کی وفات کے بعد بابی فرقہ کے دو حصہ ہوگئے - بہاء اللہ کے پیرو بہائی کہلاتے ہین اور یحییٰ کے جسکا لقب ازل تھا ازلی کہلاتے ہین - مترجم [2] قبرص دیکھو سفرنامہ روم و شام شبلی نعمانی مترجم

بلا تکلف استدلال کرتا ہو۔ ایران کی اسلامی گورنمنٹ نے اپنے طرزِ عمل سے فرقہ بندی کی نفرت کو رعایا مین بہت کچھ بڑھا دیا ہو۔ اسکے مضر اثرات کی نسبت یہ ایرانی عالم حسب ذیل تحریر کرتا ہی:-

"ہر گورنمنٹ کا پہلا فرض یہ ہوتا ہو کہ کاشنش (نور ایمان) کی آزادی اور اطمینان قلبی کو ملک مین پھیلائے۔ کیونکہ یہ باتین ترقی اور دوسری اقوام پر برتری حاصل کرنے کے خاص اصول ہین۔ صرف فرقہ بندی کے جھگڑون سے علیحدہ رہکر اور تمام فرقون کو مساوی حقوق دیکر تہذیب یافتہ ممالک نے برتری، قوت اور اقتدار حاصل کیا ہے۔ تم ایک قوم ایک نسل ایک ملت کے نائب سمجھے جاتے ہو۔ تمھارا مشترک مفاد مقتضی ہے کہ آپس مین بالکل مساوات ہو، کیونکہ مساوات اور انصاف سے سلطنت مین توسیع ہوتی ہے۔ زمانہ دگرگون ہو گیا ہے۔ اور اسکے ساتھ انسانون کے خیالات اور ضروریات بھی بدل گئی ہین۔ مذہبی امور مین رواداری کا برتاؤ کرنے کی وجہ سے شمال ومغربی یورپ کی ایک سلطنت (انگلستان) پانچون بر اعظمون مین بڑے بڑے ممالک کی مالک بنگئی ہی۔ برطانیہ اعظم بحیرہ شمالی اطلانطک مین چھوٹا سا جزیرہ ہی، ہندوستان کی وسیع سلطنت کے مقابلہ مین کچھ حقیقت نہیں رکھتا، لیکن منصفانہ قانون، آزادی کانشنس، مختلف اقوام اور ملتون کے ساتھ انصاف اور رواداری کا برتاؤ کرکے انگریزون نے تقریباً تمام دنیا پر قبضہ کرلیا ہو اور انھین اصولون پر کاربند ہونے کی وجہ سے اہل انگلستان نے

اپنی قوت اقتدار کو مستحکم اور وسیع کیا ہے اور اپنے لیے منصف مزاج کا لقب
حاصل کر لیا ہے - اپنے ارادے مین مستحکم ہونا اور ہمہ وقت مفید کامون
مین منہمک رہنا مذہبی جوش اور تقدس کا سچا معیار ہیں یہ نیکیان دراصل
روح انسانی کے لیے بہترین زیور ہین - زمانہ متوسطہ مین جسکا آغاز سلطنت
روما کی تباہی سے اور خاتمہ مسلمانون کے قبضہ قسطنطنیہ سے ہوا تمام ممالک
یورپ مین تعصب اور ظلم کا دور دورہ تھا کیونکہ اسوقت چرچ (کلیسا)
کی حکومت سب پر محیط تھی - انسانیت کی کل عمارت بیخ و بنیاد سے
ہل گئی تھی - خوف اور بے چینی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی تہذیب کے
نیست و نابود ہو جانے کا خطرہ تھا، دنیاوی قوت متزلزل ہو گئی تھی مگر
اسپر بھی چرچ نے اپنا اقتدار یورپ مین قایم رکھا، اسکے بعد رواداری
اور آزادی ایمان (کانشنس) کا زمانہ آیا مردم آزاری اور تعصب کا خاتمہ
ہوا - تمام ممالک مین قانونی مساوات کا وعظ ہوا، اقبال و اقتدار کی روشنی
افق یورپ پر منور ہوئی اور ہر طرف ترقی کے آثار نمودار ہو گئے، اگلے
وقتون مین ایشیائی حملہ آورون کے سامنے یورپ کی بڑی سی بڑی قوتین
کانپتی اور سر تسلیم خم کرتی تھین - مگر اب ایشیا کا کوئی ملک یورپ
کی چھوٹی سی چھوٹی ریاست کا مقابلہ نہین کر سکتا، یہ باتین آزادی کی
مقدس حقوق کا نہایت مضبوط اور معقول ثبوت ہین آزادی دماغ
کو وسیع اور اخلاق انسانی کی تہذیب اور فطرت کے رازون کا اظہار
اور ظاہری (یعنی مادی دنیا) کے پوشیدہ حقائق کا انکشاف کرتی ہے"

شیخ بہائی کا درجہ

جولوگ اسلامی دنیا سے واقفیت رکھتے ہین اونکو خیالات بالا کے مطالعہ سے تعجب ضرور ہوگا۔ شیخ بہائی کی تحریرات مین جابجا بکثرت خیالات اسی قسم کے پائے جاتے ہین۔ مین مدتون سے ایشیا کے تمام ممالک کے مسلمانون سے خط و کتابت اور میل ملاقات رکھتا ہون لیکن مین نے شیخ بہائی کی مثل کسی کے خیالات مین اسقدر وسعت اور پاکیزگی نہین پائی۔ برخلاف اسکے مینے دیکھا ہے کہ مسلمانون کے دینی یا دنیوی پیشواؤن نے یورپ کی برتری کا اقرار ہی کرنے کو اپنی تذلیل اور تحقیر کا باعث سمجھا ہے۔ ترک، ایرانی، عرب، ہندوستانی، مغربی تہذیب مین خواہ کتنی ہی ترقی کرجائین اور انیسوین صدی کے مروجہ خیالات سے خواہ کتنے ہی واقف ہون لیکن اُن کو یورپ کی تعریف کرنا یا اسبات کا اقرار کرنا کہ ترقی انسانی کیلیے صرف یہی ایک ذریعہ ہے اونکے لیے نہایت مشکل کام ہے۔ آزاد خیالی اور تمام اقوام اور ملتون کے مساوی حقوق ہونا ایسی باتین ہین کہ آج بھی یورپ مین انکی تمنا کیجاتی ہے۔ لیکن چالیس سال پہلے میرے نزدیک اہل ایشیا ان خیالات کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ شاید شیخ بہائی ہی ایسا شخص ہے جسنے ان آزادانہ خیالات کا اظہار کیا اور اپنے ایک خط مین شاہ ایران کے نام بھیجکر ظلم و تعدی سے درگذر کرنے کی تلقین کی ہے، ہمین بلحاظ اسکے کہ وہ مشرق مین مغربی اثر کی زندہ مثال ہین، اونکی ذات پر فخر ہے۔ اسمین شبہ ہے کہ پیروان مذہب بابیہ اپنے موجودہ پیر و مرشد کے وسیع اور آزادانہ خیالات سے متاثر ہوئے ہین یا نہین

لیکن قیاس مقتضی ہے کہ شیخ بہائی کے خیالات کی اشاعت اور اُن کا دائرہ اثر وسیع ہوگا ۔

ایران مین آزادی

ایران مین آزاد خیالی کی بیداری کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ایک فارسی اخبار موسومہ قانون لندن سے شایع ہوا ہے ، اس رسالہ کے اصول اگرچہ بعض اوقات صحیح نہین ہوتے لیکن ایرانی نامہ نگارون کے مضامین ، جنہین ہر قسم اور درجہ کے لوگ شامل ہین ، صاف طور پر ظاہر کرتے ہین کہ اہل ایران آزاد گورنمنٹ اور کامل اصلاح کے دل سے متمنی ہین ، اس اخبار کے ہر کالم سے خوش نظمی اور اصلاح کی خواہش ٹپکتی ہے ، ایک مرتبہ انقلاب پسند ایرانیون نے جو ملک مین برباد ی اور تباہی کو شاہی مشیرون پر محمول کرتے ہین ، مندرجہ ذیل مضمون کا خط اخبار مذکور مین شایع کیا تھا : ۔

" اے معتمدان ، وزرا اور امرا سلطنت ! تم بادشاہ کے سامنے واقعی حالات ملک کو ظاہر کرنے مین کیون پس وپیش کرتے ہو جبکہ تم رعایا کی بے اطمینانی اور روز افزون نفرت سے واقف ہو ۔ تم جانتے ہو کہ عمال اور رعایا دونون مصیبت کی حالت مین ہین اور ملک مین ویرانی پھیلی ہوئی ہے ۔ تم جانتے ہو کہ سلطنت اور رعایا کے حقوق کس طرح برباد ہو رہے ہین ، تم واقف ہو کہ دول غیر کے سفیر ہماری نسبت کیا کہتے ہین اور حدود ملک کے اندر بدنظمی پھیلی ہوئی ہے ، بارہا تم نے متفق ہو کر فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ حالت قائم نہین رہ سکتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ فوراً تمام حالات

بادشاہ کی خدمت مین عرض نہین کئے جاتے کیا تم ڈرتے ہو کہ بادشاہ ان
حالات کو سنکر برہم ہو گا؟ اگر ایسا ہو تو تم ملکی ہمدردی کے کیا معنی سمجھتے ہو۔
تمھاری حب وطنی کس کام کی ہے، جب تم ذاتیات کو ملکی اغراض پر ترجیح دیتے
ہو تو تمھاری اور بزدل دغابازون کی حالت مین کیا فرق ہو۔ ایک لمحہ کے لیے
اپنے گرد و پیش نظر ڈالو کہ فی زمانہ تمام ملک مین کیسی بربادی پھیلی ہوئی ہے۔
دنیا مین کتنے بادشاہ ملک چھوڑ کر بھاگ گئے کتنے تاج و تخت برباد ہوئے۔
اور کتنی مغرور جانین قعر مذلت مین گری ہین۔ یہ بادشاہ صرف اسوجہ سے
تباہ ہوئے کہ دغاباز درباری سواے اپنے آپ کے اور کسی شخص سے اونکی
خدمت مین آنے اور رسوخ پانے کے روادار نہین ہوئے، اگر تم مین ذرہ برابر
بھی احساس اپنے محسنو نکی مہربانی کا ہے تو تمھین چاہیے کہ مطلق دیر نہ کرو،
کیونکہ مصیبت بالکل سر پر آپہونچی ہے۔ اور اگر تم یہ باتین بادشاہ کی خدمت
مین براہ راست عرض کرنے کی جرأت نہین رکھتے ہو تو اس قدر غیرت تو
ضرور چاہیے کہ ہماری یہ معروضات بادشاہ کی نظر سے گذرنے دو۔ یہ خیال
کرکے کہ ہم خواہ ضبط کی وجہ سے یا وفاداری کے خیال سے ملک کی خدمت
مین شہید ہونا چاہتے ہین براے خدا ان لوگون کے اور بے زبان مصیبت زدون کی
آواز کو جن کے ہم قائم مقام ہین، شاہ معظم کے تخت تک بلا اپنی مداخلت
کے پہونچنے دو، بجاے اسکے کہ ہمارے شریف اور عقلمند اور مہربان
دل بادشاہ کو فقیرون کے مفلوک گروہ کا رہنما بنایا جاے، اجازت
دو کہ ہم شاہ معظم کی ذاتی صفات سے کام لے کر ایرانی سوسائٹی کا

[illegible]

شاندار حکمران بنائیں"

ایک دوسرا نامہ نگار ضبط اور جوش کی حالت میں اپنے اُن ہموطنون کو جو ممالک غیر مین رہتے ہین، اس طرح خطاب کرتا ہو:-

"اے اہل ایران جو اپنے وطن مالوف سے دور رہتے ہو، اپنے مصیبت زدہ بھائیون کی، جو یہان غلامی مین دن کاٹتے ہین، آواز سنکر تمھین افسوس کرنا چاہیئے تم اقوام غیر کی حفاظت مین رہتے ہو اور اونکے امن اور اطمینان سے حصہ پاتے ہو، تم ضرور اپنے دل مین یقین کرتے ہوگے کہ ہمارے ملک مین جو بدنظمی اور مصیبت برپا ہے وہ ہمارے سردارون کی حماقت اور بدطینتی کی وجہ سے ہے، ہمارے سردار رعایا کی حفاظت اور خوشحالی کیطرف توجہ نہین کرتے اگر اہل ملک اپنا زور نہ دکھائینگے تو بادشاہ یا فرشتے ہمین عمدہ قانون نہین دے سکتے۔ صرف اصلاح کا جوش ہماری مدد کرسکتا ہے کیونکہ وہ ہمین انسانیت کا سبق سکھاتا ہے۔ مگر یہ جوش کسی بیرونی قوت سے حاصل نہین ہوسکتا اسکا اظہار اندر سے ہونا چاہیئے، انسانیت کے تمام اصولون کا منبع اور مرکز اسلام ہے۔ پس اسکی ہدایات پر نہایت احتیاط و وفاداری اور جوش کے ساتھ عمل کرو تو ہمارا مطلب ضرور حاصل ہوگا"۔

اسلام اور بدعت

اسلام کو ہر قسم کی اصلاح کا ابتدائی اصول قرار دینے سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ اوسکی مدد سے ہر ایک بدعت اور بدعت مسلمانون کے دلکو کوشش تمام گوارا ہوسکیگی، علاوہ برین یہ طریقہ اصلاح کی ترقی کے لیے تاریخانہ

لحاظ سے بھی موزون تر ہے بہ نسبت مصطلغ کے طریقے کے جو یورپ کے
مشنری اختیار کرتے ہین ۔ اس سلسلہ مین ایک عالم سید کا مضمون جو اخبار
قانون مین شائع ہوا ہے خاص ذکر کے قابل ہے ۔ بدعتون کے رواج دینے
کی امتناع کی لغویت ثابت کرتے ہوئے عالم موصوف تحریر کرتا ہے ۔

"اسمین مطلق شبہ نہین ہے کہ حضرت محمد صلعم کے بعد دوسرا نبی دنیا
مین نہ آئیگا۔ اس امر کا اقرار کرنے کے ساتھ ہم ایک دوسری حقیقت کی قوت
سے انکار نہین کرسکتے۔ کیا یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ یہ دنیا ایک لمحہ کے
لیے بھی بغیر خدا کی مرضی کے قایم رہ سکتی ہے؟ جہالت اور وحشت کے
زمانہ مین خدا ہمارے پاس پیمبر بھیجتا تھا۔ اور اگر حضرت محمد صلعم کے
ظہور سے اُن کا آنا بند ہو گیا ہے تو اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ
پیمبری کی شخصیت، نہ کہ اوسکی حقیقت یا روح کا خاتمہ ہوا ہے"
پیمبری کی یہ روح اور یہ روشنی نیک اور باخدا لوگون کی کوشش کی
صورت مین قائم رہتی ہے، ایسے محب وطن بنی نوع انسان کو شرف
بخشتے اور ملک کو ہر قسم کا فائدہ پہونچاتے ہین ۔ اسمین کچھ شک
نہین کہ تاربرقی اور دخانی انجنون کے موجدون کا کام خدا کے
نزدیک زیادہ مقبول ہوگا بہ نسبت اون فقیرون کے جو عبادت
کے غلط معنے سمجھکر اپنے جسم کو تکلیف اور اذیت دیتے ہین۔

مطلق العنانی کے ساتھ کشمکش اور آزادانہ حکومت حاصل کرنے
مین، ایران مین بمقابلہ ٹرکی کے زیادہ وقت پیش آئیگی کیونکہ ایران مین

جہان ہمیشہ سے گورنمنٹ کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے ملاؤن نے اپنی حکومت اور اثر کو رعایا پر قایم رکھا ہے اور جو شخص ایران کو شملہ پوش اخوند، ملاؤن، سیدون، اور مجتہدون سے واقف ہے اوس کو اصلاح کے کامیاب اشاعت کی نسبت زیادہ مغالطہ نہین ہوسکتا ٭

تمباکو کے اجارہ دینے کے وقت ہم دیکھ چکے ہین کہ علما کی قوت نسبت گورنمنٹ کے بہت زیادہ ہے، روسی اقتدار کی روز افزون ترقی ملاؤن کی آنکھ مین مثل کانٹے کے کھٹکتی ہی اور اسلئے جو کوشش ایسی اصلاح مین کیجائیگی جس سے علمار کا اثر کم ہو، گورنمنٹ کیلیے خطرہ سے خالی نہین ہے ٭

باب ششم

مغربی تمدن کا اقرار

جو مسلمان مغربی تمدن سے کسیقدر متاثر ہوئے ہین انمین بیداری کے بین آثار پائے جاتے ہین۔ لیکن باوجود اسکے آزاد خیالات پھیلانے والے مصلحین کے نزدیک اسلام کا مستقبل بوجہ اسکے کہ یورپ کا اثر غلبہ پاتا جاتا ہے نہایت اہم مشکلات سے مملو نظر آتا ہے۔ پرانے خیالات کے بیشتر مسلمان قسمت کے اٹل فیصلہ پر قانع رہتے ہین "تعز من تشاء و تذل من تشاء" جیسے آیت قرآنی کے مقابلہ مین انسانی کوششین ناگزیر واقعات کے بدلنے کے لیے محض بیکار سمجھی جاتی ہین۔ جب کبھی راسخ الاعتقاد مسلمان اسلام کے تنزل کے اسباب پر غور کرتے ہین تو اس خرابی کا باعث زیادہ تر دینی ایمان کے نقص اور معاملات زندگی مین عیسائیون کے خیالات کی تقلید کو قرار دیتے ہین۔ برخلاف اسکے وہ مسلمان جو تمدن یورپ سے متاثر ہوئے ہین اس انکسار سے نوشتہ تقدیر کے قائل نہین ہوتے۔ وہ موجودہ تمدن کے فوائد کیجانب سے اپنی آنکھین بند نہین کرتے۔ بلکہ اپنے گردوپیش ایسے ذرائع تلاش کرتے ہین جنکی مدد سے آئندہ الاخطرہ رفع ہوسکے اور کوشش کرتے ہین کہ کوئی طریقہ ایسا ہاتھ لگے جس سے اسلامی بنا تمدنی ترقی کی

اوس درجہ پر پہونچ جائے جہان آج عیسائی ممالک نظر آتے ہین ۔

تاریخ یا پالیٹکس پر جو فلسفیانہ بحث ابن خلدون اور کوشش بسنے کی ہے موجودہ زمانہ کے مسلمان مؤلفون سے ایسی امید رکھنا غیر ضروری ہے کیونکہ اونکی آنکھین علوم جدیدہ نے کھولدی ہین نصف صدی پہلے بلند درجہ کے روشن خیال مسلمان بھی تمدن یورپ کی برتری کا اقرار کرتے ہوئے شرماتے تھے مگر اب وہ نہایت آزادی اور فراخ دلی کے ساتھ ایشیائی دنیا کی تہذیب و تمدن کے نقائص اور غلطیون کو بیان کرتے ہین ۔ قسطنطنیہ کے ترکی اخبارات مین ایسے خیالات کا اظہار ممکن نہین ہے ، کیونکہ وہان پالیٹکس اور انتظام سلطنت پر کسی قسم کی نکتہ چینی کرنا قطعاً ممنوع ہے حتیٰ کہ لفظ حُرّیت کا چھاپنا بھی قابل سزا قرار دیا گیا ہے ۔ لیکن ایسے ترکی اخبارون مین جو دیگر ممالک سے شایع ہوتے ہین ان معاملات پر آزادی کے ساتھ بحث ہوتی ہے اخبار "ترک" مطبوعہ قاہرہ کے نمبر ۳۲ مین کسی تعلیم یافتہ مسلمان کا مندرجہ ذیل مضمون شائع ہوا تھا جو خاص دلچسپی رکھتا ہے :-

"دس بیس سال قبل شہر صوفیہ مین بکثرت پیچ و پیچ پیلی سٹرکین تھین جیسی کہ ہمین آج بھی اوڑیا نوپل ۔ ٹینی نا ۔ موناسٹیر وغیرہ مین نظر آتی ہین ۔ وہان کوئی خوبصورت یا آرام دہ چیز نظر آتی تھی اور سوا اسکے چند عبادت گاہون ، بارکون ، اور جیلخانون کے اور کسی چیز سے تمدن کے آثار نہ پائے جاتے تھے ، لیکن جب سے صوفیہ بلگیریا کے قبضہ مین آیا اوسمین اسقدر اصلاحین اور اضافے کئے گئے ہین کہ پہلے شہر کا پہچاننا

مغربی تمدن کی برتری کا اقرار

آزادی کی برکتیں

مشکل ہے - اب وہان سیدہی صاف ستھری سڑکین، چوک، تھیٹر، عجائب خانہ، چڑیا گھر اور نباتات کے باغات، برقی روشنی، ٹرامویے، ٹیلیفون وغیرہ سب کچھ نظر آتا ہے نہ صرف صوفیہ بلکہ وارنا، فلپ پولیس، اور دیگر شہرون نے بھی یورپ کی وضع اختیار کی ہے ۔ رومانیا - سرویا - یونان - بلگیریا آزاد ہوتے ہی تہذیب کی روشنی سے منور ہو گئے ہین۔ کریٹ کی حالت بھی جلد بدل جائے گی ۔ لیکن جب ہم اپنے ملک پر نظر ڈالتے ہین تو دیکھتے ہین کہ اڈریا نوپل، بروسا، حلب، دمشق اور بغداد جو کبھی سلطنت کے مرکز تصور کئے جاتے تھے، اپنی قدیم شان اور زیبائش کھو کر کس مپرسی اور لاپروائی کی بدولت برباد اور بدنما ہو گئے ہین - ہم انکے باشندون کے ساتھ جو تاریکی اور جہالت مین مبتلا ہین ہمدردی ظاہر کرتے ہین - حالانکہ بروسا اور اڈریا نوپل دار السلطنت کے متصل واقع ہین لیکن وہان بدوضع پرانی قسم کی گاڑیان بیل کھینچتے ہین، گھوڑا گاڑیون کا کہین پتہ نہین، دور کیون جاؤ خود قسطنطنیہ ہی کو دیکھو جہان لاکھون کی آبادی ہو اور قدرتی مناظر کے لحاظ سے تمام دنیا کے شہرون سے ممتاز ہے - ناہموار سڑکون پر کوڑہ کرکٹ کے انبار پڑے ہین اور بازاری کتے لوٹ لگا رہے ہین - سپاہیون کی بارگین بکثرت موجود ہین مگر سپاہی بغاوت فرو کرنے کے لیے ہین نہ کہ باشندون کی جان و مال کی حفاظت کے لیے، استانبول مین نہ کوئی تھیٹر ہے نہ نباتات یا حیوانات کے باغات حالانکہ یہ چیزین فی زمانہ آسٹریلیا اور سائبیریا جیسے دور و دراز ممالک مین بھی پائی جاتی ہین پس کیا تعجب ہے، اگر اہل یورپ یہ کہتے ہین

کہ ترک رعایتاً یورپ میں ہیں اگرچہ یورپ میں سے نہیں ہیں، انہیں یورپ کی بو باس نہیں، اور نہ مہذب بننے کی صلاحیت نہیں۔ وہ کبھی یورپ میں مستقل قیام کا ارادہ نہیں رکھتے۔ پس لاؤ انہیں مار کر ایشیا میں بھگا دیں! خدا کے لئے اس سست رفتاری اور لاپروائی سے باز آؤ تاہیں تہذیب اور تمدن کی جانب سے اپنی آنکھ نہ پھیرنا چاہیئے، ہم تونا ولائیتی کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں یہ وہی سرزمین اور بلگیرین ہیں جنھیں کچھ دن ہوئے سوئر چرانے والے کا خطاب دیا کرتے تھے۔ ہاں آؤ ہم ظلم اور تعدی کی ماتحتی سے نکلکر انصاف اور عقلمندی کے محکوم ہوں"!

مراکش

اس اخبار ترک کے نمبر ۵۰ میں مراکش اور البینیا کی پولیٹکل حالت کا مقابلہ کیا گیا ہے، مراکش باوجود یورپ کے اس قدر قریب ہونے کے حد درجہ کی بربادی اور بدنظمی کا شکار ہو رہا ہے۔ وہاں پکی سڑک کا نشان نہیں۔ نہ انتظام نہ انصاف در اصل کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس سے تمدن اور ترقی کے آثار پائے جاتے ہوں برخلاف اسکے عیسائی ریاست البینیا میں جو یورپ سے اس قدر دور واقع ہے، اور کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی اور جنگلی خطہ تھا، تمدن جدید استقلال کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ دار الخلافہ سے ساحل سمندر تک ریلوے بنائی گئی فرمانروا اور رعایا دونوں ترقی کر جوش سے بھرے ہوئے ہیں اور ہمیشہ آگے قدم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

لہ تونا ولایتی یا صوبہ ڈینیوب بلگیریا کے شمالی حصہ کا نام تھا جس کا دار الحکومت اشچک تھا۔

اگر آج سے پچاس سال قبل کوئی ترک ایسے الفاظ قلم سے نکالتا تو یقینی طور پر قید خانہ یا پاگل خانہ مین بند کیا جاتا کیونکہ ایسے الفاظ کا زبان پر لانا ہی کفر والحاد سمجھا جاتا تھا صرف پوشیدہ طور سے لوگ ایسے خیالات ایک دوسرے تک پہونچا سکتے تھے۔ مگر اب تمام جھوٹی شرم بالائے طاق رکھدی گئی ہے۔ وسط ایشیا کے مسلمان جب عرب کے مقدس شہرون سے حج کرکے ہندوستان کی راہ سے واپس آتے ہین تو گھر پہونچکر اکثر کہا کرتے ہین کہ "انگریزون کا ایمان سیاہ ہے۔ مگر انکا انصاف سفید ہے" ایسے ہی خیالات کا اظہار ایک تعلیم یافتہ ترک نے انگریزی قبضہ مصر کے متعلق کیا ہے:—

" اگرچہ یہ امر ہم ترکون کے لیئے باعث شرم ضرور ہے مگر ہم اسکا اقرار کیے بغیر نہین رہ سکتے کہ انگریزون کا اقتدار مصر مین اہل مصر کے لیئے بڑی خیر وبرکت ثابت ہوا ہے۔ انگریزون اور فرانسیسیون کے درمیان اتحاد قائم ہونے سے بازار کا نرخ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے وادی نیل مین ہر چہار طرف خوشحالی کے آثار پائے جاتے ہین ملک اور رعایا مالدار ہین اور ہر شخص امن اور اطمینان کے ساتھ اپنی دولت سے لطف اوٹھاتا ہے اور اپنے گھر کا بادشاہ ہے۔ اگرچہ خزانہ محاصل ملک سے لبریز ہے مگر رعایا محصول کا بار محسوس نہین کرتی۔ جبر وتشدد کی ضرورت نہین ہوتی اور ایک تحصیلدار آسانی سے مالگذاری وصول کرلیتا ہے صنعت وحرفت اور اپنے ذاتی رجحان طبیعت سے اہل ملک فائدہ اوٹھاتے ہین تجارتی انجمنین قائم

ہو رہی ہیں زمین، آب وہوا اور حالت ملک سے متمتع ہونے کیلئے ہر قسم کی کوشش کیجاتی ہے۔ اور حاکم و محکوم میں تعلقات بہت اچھے ہیں۔ لیکن افسوس ان دل خوش کن حالات سے ترک نہیں بلکہ غیر ملک والے زیادہ فائدہ اوٹھاتے ہیں۔ کیونکہ بدقسمتی سے ترکی گورنمنٹ نے نہیں بلکہ انگریزوں نے یہ تمام عجائبات مصر میں پیدا کئے ہیں "
امریکن سولجر وار کے زمانہ میں روئی کا نرخ غیر معمولی طور پر بڑھ گیا تھا اور ایک بیگہ کاشت میں پچاس لائر (مصری روپیہ) نفع ہوتا تھا۔ مگر باوجود اسکے کوئی شخص مفت زمین کاشت کرنے پر بھی آمادہ نہوتا تھا کیونکہ اسوقت کی ظالم گورنمنٹ نے پچاس لائر فی بیگہ محصول رکھا تھا اب انگریزی انتظام کیوجہ سے گو ۱۰ سے ۱۵ لائر فی بیگہ تک پیداوار ہے مگر زمین کی قیمت ۱۵۰ - اور بعض جگہ ۲۰۰ - لائر ہو گئی ہے۔ اس مثال سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ عدل وانصاف انسان کو کس درجہ مرفع الحال اور مالدار بناسکتے ہیں۔
لیکن اب گذری ہوئی بات پر رونا بیکار ہے ہمیں حق کا سامنا کرنا چاہئیے خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہو حق بات کو ماننا چاہئیے۔ اگرچہ وادی نیل ہمارے قبضہ سے نکل چکی ہے۔ لیکن وادی دجلہ وفرات کو محفوظ کر کے اپنے لیے فائدہ رسان بنانا چاہئیے"
نہ صرف ترک بلکہ اکثر ایرانی بھی ان امور کی نسبت اپنی مذمت اور مغرب

ملے خانہ جنگی۔

ایران کی حالت

برتری کا آزادی کے ساتھ اقرار اور اپنے ملک کی ناگفتہ بہ حالت پر اظہار تاسف کرتے ہیں ابراہیم بیگ ایرانی نے، جو قاہرہ میں پیدا ہوا تھا اپنے ملک اور دین کی ہمدردی کے جوش میں آکر ایران کا سفر اختیار کیا تاکہ وطن مالوف کی حالت سے پوری واقفیت حاصل ہو جائے اسنے شیعہ مذہب کے جملہ مقدس مقامات کی زیارت کی اور ایران کے مشہور شہروں کا دورہ کیا۔ مگر جس بربادی، بدنظمی، رشوت کی گرم بازاری، ظلم و تعدی، بے انصافی، افلاس، اور کس مپرسی کی حالت میں اوس نے اپنے خوش منظر ایران کو مبتلا پایا اوسے دیکھکر جو غم و غصہ اور صدمہ اور مایوسی ہوئی اسکے بیان کو الفاظ ملنا محال تھے، اس سچے ایرانی نے جو غمناک تصویر موجودہ حالات ایران کی کھینچی ہے اس سے بہتر نہیں ہو سکتی اس جوشیلے ہمدرد شیعہ مسلمان نے ایران کی طرز زندگی اور رسم و رواج کا متمدن مغرب سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا اور اوسے نہایت افسوس کے ساتھ ہر معاملہ میں یورپ کو ترجیح دینا پڑی اہل مشرق کی دماغی حالت میں جو غیر معمولی تبدیلی واقع ہوئی ہے یہ کتاب[۱] اوس کی نہایت عمدہ دلیل ہے"

اپنی ردی حالت کا اقرار دوسرے ترک اور ایرانی مصنفوں نے بھی کیا ہے اس سے بخوبی ثابت ہے کہ تعلیم یافتہ اور مہذب مسلمانوں کو پرانے طرز رسم اور طریق زندگی کے نقائص اور فرو گذاشتوں کو دیکھکر بڑی تکلیف ہوتی ہے اور نیز مغربی تمدن کی

[۱] ابراہیم بیگ کے حالات سفر کا ترجمہ ایک جرمن عالم نے سنہ ۱۹۰۳ء میں مقام لیپسزگ سے شایع کیا ہے۔

ضرورت محسوس ہوتی ہے - اس نقص کے اقرار کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان مروجہ عیوب کی اصلاح کے بہترین ذرائع سنجیدگی کیساتھ تلاش کرنے لگے، مستند اور غیر مستند مشورون کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہے - لیکن میرے قیام ایشیا کے زمانہ مین مجوزہ تدابیر کا نہایت پوشیدگی کے ساتھ ذکر ہوتا تھا مگر اب ان مسائل پر آزادی کے ساتھ مضامین لکھے جاتے ہین - اور بے دھڑک مباحثے ہوتے ہین، اس تحریک مین ہم (اہل یورپ) کو جس چیز کے ساتھ بہت دلچسپی ہے وہ مسلمانان ہند کے خیالات نہین ہین جو برطانیہ عظمی کے سایہ عاطفت مین رہتے ہین بلکہ امت محمدؐ کے اُس حصہ کی رائے سے جو ملکی لحاظ سے آزاد ہین، کیونکہ موخر الذکر یقین کرتے ہین کہ اونکی مجوزہ تدابیر سے نہ صرف اونکی ذاتی پولیٹکل آزادی قایم رہیگی بلکہ تمام اسلامی دنیا کو آزادی حاصل ہو سکیگی - اس اسکیم (تجویز) کا خاص حصہ مستقبل ٹرکی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ ٹرکی بوجہ مقام خلافت ہونے کے اسلامی دنیا مین سب سے بڑی اور سب سے زیادہ با اثر سلطنت تصور کیجاتی ہے، اور یہ خیال ناواجب نہین ہے، کیونکہ سلطنت عثمانیہ کی پولیٹکل بربادی کے بعد اسلام کی آزادانہ زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا - اسوقت تک جو تدابیر پیش کی گئی ہین اُن سب کا ماحصل یہ ہے کہ مغربی تمدن اختیار کیا جائے لیکن ترکون نے اور ذرائع اختیار کیے ہین جنسے انھین اصلاح کی قوی امید نظر آتی ہے :-

(۱) اتحاد عثمانی، پہلی تجویز یہ ہے کہ سلطنت ٹرکی کی مختلف القوم وملت فرقون کو

پولیٹیکل لحاظ سے ایک قومیت کے رشتہ مین متحد کرکے عثمانی قوم کی بنیاد ڈالی جائے لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا، یہ تجویز قابل عمل نہین ہو اور اس لیے اسپر بحث کرنا بیکار ہو۔

(۲) اتحاد ترکی، یعنی دنیا کے تمام ترکون کی متحد جماعت قائم کیجاے، یہ بھی نرا ڈھکوسلا ہو کیونکہ ترکون کے مختلف اجزا کی حالت مین اس قدر فرق ہو اور تمدنی رتبہ سے اسقدر گرا ہوا ہے کہ اُن سب کا ملکر کسی پولیٹیکل جماعت کا قایم کرنا مشکل ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ترکون کی بکثرت شاخین زیادہ تر سلطنت روس کی رعایا ہین، اور روس کے فولادی چنگل سے انکا آزاد ہونا سخت دشوار امر ہے۔ اتحاد ترکی مین ایک بیکر دوری اور ہے کہ اہل عرب اور اہل ایران ترکون کو عزت کی نظر سے نہین دیکھتے۔ اہل عرب ابتک ترکون کو غیر مہذب اور ناشایستہ قوم سمجھتے آئے ہین اور ا ونکے بیے کثافت ترکی ضرب المثل اختیار کی ہے۔ حال مین جو بحث مابین اخبار "ترک" اور المنار" ہوئی ہے اوسمین عربی اخبار (المنار) ترکونکو الزام دیتا ہو کہ اُنھون نے اسلامی تمدن اور مذہب کی کوئی اصلی خدمت نہین کی ہے۔ اس کا اخبار "ترک" نے یہ جواب دیا کہ ترک ہمیشہ سے حامی دین رہے ہین۔ اگر انکی تلوار کا زور

ف۔ مثلاً ترکی اور مصر کے ترکون کی حالت مین بلحاظ ترقی علمی و شجاعت بہت فرق ہو اسکے علاوہ چینی اور تاتاری ترکون کی حالت اسقدر گری ہوئی ہو کہ ا ونمین پولیٹیکل احساس پیدا کرنے کیلیے صدیان درکار ہین۔ مترجم۔

نہ ہوتا تو اسلام کی ہستی نا ممکن ہو جاتی جسکی دلیل یہ ہے کہ جب سے عثمانی قوت کو زوال آیا اسلامی دنیا کا معتدبہ حصہ عیسائیون کے قبضہ مین ہوگیا۔ اور یہ کہ دماغی قابلیت کے لحاظ سے بھی ترک کسی سے کم نہین ہین کیونکہ البخاری، فارابی تفتازانی زمخشری اور دیگر نامور علما ترک[1] تھے اور یہ کہ تمدن جدید کے اکتساب مین ترکون نے عربون اور ایرانیون پر پیش قدمی کی ہے۔ اخبار ترک کے یہ دلائل بالکل صحیح ہین، مگر ترکون اور عربون کی قدیم منافرت برابر باقی رہیگی، حال، مین اس منافرت مین بہت کچھ اضافہ[2] ہوا ہے، اگرچہ اس تحریک کے سرغنا زیادہ تر عیسائی عرب ہین جیسا کہ نجیب انذوری کے رسالہ موسومہ "بیداری قوم عرب" سے واضح ہوتا ہے[3]

(۳) اتحاد اسلامی (پین اسلام ازم) یہ ذریعہ بظاہر عیسائی دنیا سے

---

[1] یہ علما ترکستانی نسل سے ضرور تھے لیکن ترکی قوم مین انکا شمار نہین ہو سکتا۔ بہتر ہوتا کہ اخبار ترک حاجی خلیفہ، کوشی بیگ، سعید الدین اور دوسرے اصلی ترک علما کا ذکر کرتا۔

[2] ترکون اور عربون کی یہ منافرت رنگ لائے بغیر نہین رہی۔ جنگ عظیم کے زمانہ مین عربون نے ترکون سے غداری کرکے انکو دشمنون کا ساتھ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترک اور عرب دونون اقوام یورپ کے زیر نگین اور دست نگر ہو گئے۔ شام پر فرانسیسیون نے عراق پر انگریزون نے قبضہ کرلیا اور دونون قومون کی آزادی خطرہ مین پڑ گئی۔ مترجم ۱۹۲۲ء

[3] یہ رسالہ ۱۹۰۵ء مین پیرس سے شایع ہوا۔ اور فرانسیسی زبان مین تحریر کیا گیا ہے۔ اسکا لب لباب یہ ہے کہ ترکون کے مقابلہ مین تمام عربون کو خواہ مسلمان ہون یا عیسائی ملکر کام کرنا چاہیے۔ اس تحریک کے اولین بانی بیروت، دمشق اور بیت المقدس کے عیسائی [illegible] کی اشاعت کی ہے کہ سلطنت شام علیحدہ قایم ہو جسمین ترکون کو کوئی دخل نہو۔ مگر یہ سلطان عبد الحمید خان کے زمانہ مین ہوا ممکن ہے کہ نوجوان ترکون کی بے پروائی نے اسکو ... خیالات کی بیخ کنی کی۔ مترجم

کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنیکا بہترین آلہ نظر آتا ہی۔ اور جمہور مسلمانون کے نزدیک
آگے چلکر ذریعہ نجات ثابت ہوگا۔ ہمنے لفظ بظاہر اس لیے استعمال کیا ہی کہ
یوربین وضع کے مسلمان اسکو چندان ضروری نہین سمجھتے۔ اور ان کا یہ خیال بلاوجہ
نہین ہی جسکو ہم ابھی بیان کرتے ہین۔ اول یہ کہ مجوزہ اتحاد اسلامی سے جب یہ مراد
لی جاتی ہی کہ اسلامی دنیا کے مختلف اجزا جو تک ملک پھیلے ہوئے ہین اور مختلف
اقوام مین منقسم ہین ملکر کام کرین تو اسکے لیے یہ امر لازمی ہی کہ انہین تمدن و تہذیب
یکسان درجہ پر ہو اور پولیٹکل قابلیت اعلی پیمانہ پر پہونچ گئی ہو مگر ابتک اسلامی
دنیا جو وسط چین سے بحر اطلانٹک تک اور توبول سے جاوا تک اور تمام اندرونی
افریقہ مین پھیلی ہوئی ہی ہرگز اس درجہ تک نہین پہونچی ہی۔ ان مختلف اقوام مین
رسم و رواج، مذہب، گذشتہ تاریخ اور خون کا اس قدر اختلاف ہی کہ اسکا رفع
ہونا زمانہ حال یا استقبال مین سخت دشوار ہی۔ یہ صحیح ہی کہ قرآن مین کل مومنین
اخوۃ کی تلقین کی گئی ہی۔ اور آنحضرت صلعم نے حج بیت اللہ شریف مقرر کرکے پین
اسلام ازم کی بنیاد ڈالدی تھی تاکہ ہر سال مختلف ممالک کے مسلمان ایک جگہ جمع
ہون اور آپس مین رشتہ اخوت کی تجدید ہوا کرے۔ لیکن تعجب کی بات ہی کہ یہ
تجویز عالم خیال ہی مین رہی اور عملی طور سے وہ اسلام کے لیے کبھی سود مند نہ ہوئی
حالانکہ گذشتہ ۱۳۳۱ برس مین اسلام کو بے انتہا تکالیف اور سختیان اپنے دشمنون کے
ہاتھون اوٹھانا پڑی ہین مگر ایک مثال بھی ایسی نظر نہین آتی جسمین کل مسلمانان
نے متفق ہوکر ستم رسیدہ اسلامی دنیا کی حمایت یا طرفداری کی ہو۔
مسلمانان اسپین یا مصر ہندوستان اور ایران کا ترکون نے [illegible]

وقت کبھی ہاتھ نہین بٹایا۔ حالانکہ اُس زمانہ مین ترکی اقتدار و جلال کا ستارہ اوج فلک پر درخشان تھا۔ اور اسپین کے مسلمانون کو عیسائی تلوار نے خاک مین ملادیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ترکون کو بھی یہی روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ صفویہ خاندان کے ایرانی شاہزادون نے آل عثمان کے مقابلہ پر ہنگری اور وینس سے امداد طلب کی، اسیطرح تیمور اعظم نے مغربی ترکون کا قلع قمع کرنے کے لیے ہنری سوئم شاہ اسپین کو اپنا مددگار بنایا۔ ترکی نے پھر ایسی ہی لاپروائی اور غیریت کا برتاؤ کیا جبکہ روس نے کریمیا اور ہمالک والگا کے مسلمانون کی قوت کو خاک مین ملایا جبکہ زار روس نے یکے بعد دیگرے خاندان قاچاریہ سے وسیع اور قیمتی صوبے چھین کر ایران کو تباہی اور بربادی کے کنارے پہونچادیا، ترکی و نیز دوسرے مسلمان خاموشی سے یہ سب نظارہ دیکھتے رہے!

اسمین شک نہین کہ دنیا کے مسلمان حج کے زمانہ مین جبل عرفات پر پہونچکر جوش اور وجد کی حالت مین یکزبان ہوکر "لبیک یا اللہ" پکارتے ہین اسلامی شریعت مین بھائی بھائی ہین، ہر شخص یکسان ارادت اور عقیدت کے خیال سے کعبہ کو اپنے لبون سے بوسہ دیتا ہے، حج کو آتے جاتے وقت وہ ایک ہی رشتہ برادرانہ مین منسلک ہوتے ہین اور سلاملک کے دن قسطنطنیہ مین زائرین دنیا سلطان المعظم کے لیے جو اظہار ارادت و عقیدت کرتے ہین اسکا سبب یہی ہے کہ وہ خلیفہ اسلام مانے جاتے ہین، لیکن اس سے زیادہ اور کوئی ثبوت، یا یہ کہیئے کہ کوئی علمی ثبوت اس مذہبی اخوت اور غرض مشترک کا نہین پایا جاتا۔ اگرچہ مذہب کو سلطنت کے لیے کارآمد بنانے کی بارہا کوشش کی گئی ہے +

اتحاد اسلامی کی تحریک کی تاریخ

حال مین یورپی طریقہ مجالس اختیار کرنے کی مدد سے اتحاد اسلامی یا پین اسلام ازم مین زندگی کے آثار پائے گئے ہین۔ سب سے اول اس کا اشارہ استنبول کی جانب سے ہوا۔ جہانتک مجھے یاد ہے مین نے سب سے اول عالی پاشا کے محل واقع کانلجہ یا ساحل باسفورس مین تمام اسلامی دنیا کو ایک مجلس مین متحد کرنے کی ضرورت کا تذکرہ سنا تھا۔ اور اسی مقام پر وسط ایشیا کے ایک اسلامی واعظ سے میری ملاقات ہوئی تھی، یہ لوگ ملاؤن کے فرقے سے تھے اور اونکا یہ کام تھا کہ خلیفہ اور دیگر شاہان اسلام کے مابین تعلقات قایم رکھنے کی ضرورت پر وعظ کہتے پھرین۔ اور سلطان المعظم کی عظمت و شوکت کو تمام دنیا مین مشتہر کرین۔ اور اسکے ساتھ یہ لازمی امر تھا کہ کفار سے تعلقات پیدا کرنے سے مسلمانون کو منع کرین، جنوبی روس، وسط ایشیا، افغانستان چین، جاوا، اور ہندوستان ان واعظین کا تختہ مشق تھا اور حال مین اونکا اثر وسط افریقہ مین بھی ہونے لگا ہے۔ عبد الحمید خان کی سرگرم طبیعت اس تحریک کیجانب خاص طور پر مائل تھی۔ آپکی نسبت کہا جاتا ہے کہ طبیعت سازش پسند واقع ہوئی ہے ایسی سازشون کا اہتمام وہ بنفس نفیس کرتے ہین۔ حجاز ریلوے کی تعمیر جس سے اسلامی مرکزون کے باہمی تعلقات آسان تر ہو جائینگے خاص سلطان کا کام ہے۔ اور اسکا صرف یہ مقصد ہے کہ پین اسلام ازم کے تحریک مین ترقی ہو

سلطان کا اثر

لیکن ابتک جو نتائج اس کوشش سے حاصل ہوئے ہین وہ امید سے بھی کم ہین، یہ صحیح ہے کہ وسط ایشیا اور افغانستان کو امیر ہمیشہ اپنی مساجد کے دروازہ

سلطان المعظم کو مطلا فرمان آویزان رکھتے ہین جو اس بات کی دلیل ہی کہ اونکو نماز جمعہ پڑھانے کا اختیار خلیفۃ المسلمین کی جانب سے حاصل ہی اور وسط ایشیا کے بعض خان سلطانی خطابات اور خلعتون کو نہایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کرتے ہین لیکن ان درباری مراسم کی ادائیگی ہین چندان پولیٹکل اہمیت نہین ہو سکتی لہ۔

وسط ایشیا کے مسلمان باشندون پر سلطان روم کا اثر بحیثیت خلیفہ کے پایا جاتا ہی مگر اوسکا دائرہ نہایت محدود ہے۔ آخری جنگ روم و روس کے وقت مسلمانان ہند، جاوا، اور جنوبی افریقہ نے بلا کسی بیرونی تحریک کے ترکی کو زر نقد بطور چندہ اور فوج کے لیے چانول بھیجے تھے۔ مسلمان حجاز ریلوے کی تعمیر مین بھی امداد کرتے ہین۔ لیکن یہ چندے اون ممالک کی مسلمان آبادی اور خوشحالی کی نسبت سے بہت کم اور حقیر ہین۔ پین اسلام ازم (اتحاد اسلامی) کے ساتھ جو مذہبی جوش اور سرگرمی، اوئین پائی جاتی ہے اوسکا اظہار تقریرون کے دورے سے آگے نہین بڑھتا۔ اس توضیح کے بعد ہم سوال کر سکتے ہین کہ کیا امتداد زمانہ کے ساتھ موجودہ حالت مین ترقی ہوگی؟ حالت موجودہ خود اسکا جواب ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا

لہ اس اتحاد کی ادنی مثال یہ ہی کہ ۱۸۸۶ء مین بمقام لندن پین اسلامک سوسائٹی قایم ہوئی سلطان ٹرکی خدیو مصر امیر افغانستان، سلطان مراکو، اور دیگر بادشاہ اوسکے مربی قرار دیے گئے اور اوسکا مقصد تمام اسلامی ممالک مین برادرانہ تعلقات پیدا کرنا قرار دیا گیا، لیکن اس سوسائٹی نے عملی کام بہت کم کیے، سوسائٹی کے پاس کافی سرمایہ نہین ہے اور نہ لندن مناسب مقام ہی جہان سے اسلامی دنیا پر اثر ڈالا جا سکے (امپیری...)

اتحاد اسلامی کی تحریک کے ساتھ جوش اور سرگرمی کا تعلق براہ راست مختلف اقوام و ممالک اسلامیہ کی دماغی اور مادی ترقی سے وابستہ ہے اور اگرچہ تمام اقوام کی دماغی حالت مین ترقی بھی ہو جاے تاہم اتحاد اسلامی کی تجدید سے کوئی عملی نتیجہ حاصل ہونے مین کلام ہے کیونکہ اسلام کے مقابلہ مین عیسائی سلطنتون کی قوت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی اتحاد اہل یورپ کے اغراض کے خلاف قایم ہو تو ابتداہی مین اسکا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔

ملک روس مین جہان اسلام جابرانہ گورنمنٹ کے آہنی چنگل مین پھنسا ہوا ہے اور ترکستان مین، اسلام کسی قسم کی زندگی یا نمونہ کا اظہار نہین کر سکتا سلطنت انگلشیہ کو ہندوستان مین بھی جہان ۶ کرور مسلمان آباد ہین کسی فوری خطرہ کا اندیشہ نہین ہے، جبتک کہ عدل و انصاف اور انسانیت کے اصول پر گورنمنٹ کاربند ہے اور مسلمانون اور دستور پرست ہندوؤن مین رقابت باقی ہے جو غیر ملکی حکومت کے لیے سپر کا کام دیتی ہے۔ دوسرے اسلامی ممالک ٹرکی ایران۔ افغانستان جو ابھی تک آزادی کا پھٹا پرانا جامہ پہنے ہوئے ہین، عیسائی سلطنتون کے مسلمان رعایا پر کسی قسم کا اثر نہین ڈال سکتے، اگرچہ خلافت کیجانب سے طرح طرح کی کوششین کی گئین۔ زمانہ حال کے فرمانرواؤن مین سے امیر عبدالرحمن والی افغانستان نے البتہ اخوت اسلامی کی تجدید کا آغاز کیا اور اس غرض سے

[1] جنگ عظیم کی وجہ سے خلیفۃ المسلمین کی جو حالت ہوئی ہے اسنے تمام دنیا خصوصاً مسلمانان ہند کو بیدار کر دیا ہے لیکن زمانہ آئندہ ثابت کریگا کہ مسلمانون کا یہ جوش عارضی ہے یا واقعی شاندار مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔ مترجم ۲۲ سنہ ء

ضیاء الملۃ والدین کا لقب اختیار کیا - اس پولٹیکل مقصد کو پیش نظر کرکے
اونھون نے قسطنطنیہ سے نامہ و پیام شروع کیا حالانکہ ٹرکی کی متنزل حالت
امیر موصوف سے پوشیدہ نہین تھی، امیر عبدالرحمن کی جملہ کوششین اپنے
ملک سے باہر بے سود ثابت ہوئین - اور یہ مثال مزید ثبوت ہی اس امر کا کہ
پین اسلام ازم (اتحاد اسلامی) کی تحریک ایسی خطرناک نہین جسقدر کہ اہل یورپ
تصور کرتے ہین - علاوہ برین ایسے مسلمان جو یوروپی تمدن سے فیضیاب ہوچکے
ہین پین اسلام ازم کے خیال کے خلاف ہین کیونکہ اونکو اندیشہ ہی کہ اس
تحریک کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ مذہبی علما برسر حکومت ہوجائین، اس
طریقہ حکومت مین خواہ عیسائی ممالک ہون یا اسلامی آزادانہ خیالات
کو ترقی نہین ہوسکتی - اور جو قوم اس وقت ترقی اور روشن خیالی کی جانب نہ
ہے اور بھی زیادہ متنزل ہوجائیگی - ان تمام حالات کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا
ہی کہ اسلام کا پولٹیکل مستقبل چندان روشن نظر نہین آتا اور اگر بعض یورپین
لوگ (افریقہ) مین اشاعت دین محمدی کی سرعت کو دیکھکر روشنی کی شعاع
سمجھتے اور سیاہ براعظم (افریقہ) مین بے شمار مسلمانون کا خیال کرکے بڑی
بڑی توقعات کرتے ہین وہ سراسر دھوکہ مین ہین - کیونکہ افریقہ مین یورپ کا
اثر ایشیا سے بھی زیادہ ہی اور جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اس کے اقتدار
مین ترقی ہوتی جائیگی ٭

باب ہفتم

اسلام کی آیندہ پولیٹکل حالت

اسلام کی موجودہ حالت پر ہم خواہ کسی طرح نظر ڈالیں ایک امر بلا شک و شبہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ ابتک اصلاحی تحریک کی جو رفتار رہی ہے اوسکے لحاظ سے پیروان اسلام کی از سر نو پولیٹکل ترقی نہیں ہو سکتی اور اونکی حالت اُس وقت تک درست نہیں ہو سکتی ہے جب تک لیڈری (سر غنائی) موجودہ کمزور اور سست حکمرانون کے پنجہ سے نکالکر مضبوط، جوشیلے اور لائق لوگون کے ہاتھ مین نہ دی جائیگی - ہمارے گذشتہ تجربے نیز حالات مندرجہ سابق اس بات کا پتہ دیتے ہین کہ ٹرکی، ایران، افغانستان، مراکش اور دیگر خود مختار اسلامی ممالک کا طریقہ برتاؤ اصلاحی تحریک کو بالکل تباہ کر کے رہیگا کیونکہ ان ممالک کے فرمانروا اندیشہ کرتے ہین کہ اگر زمانہ مروجہ کو طریقہ زندگی کا ذرہ برابر بھی دخل ہوا تو اونکی مطلق العنانی خود مختاری اور اقتدار کمزور اور خطرناک ہو جائیگا - یہی وجہ ہے کہ وہ تمام سنجیدہ اور اصولی اصطلاحات کے خلاف ہین لیکن یہ ناممکنات سے نہین ہے، اگرچہ امید کم ہے، کہ کسی آیندہ زمانہ مین کوئی مسلمان بادشاہ، شہنشاہ جاپان کی تقلید کر کے، معتدل تبدیلیان رواج دینے پر آمادہ ہو جائے - اور یہ سمجھکر کہ "کہیں ڈلے بر ندش" کی مثل صادق

نہ آجائے اپنے کو آپ رفتار زمانہ کے موافق بنالے لیکن اب مفصلہ ذیل سوالات کیئے جاسکتے ہین :-

(۱) کیا کبھی کوئی مشرقی بادشاہ اپنی خوشی سے اپنی خود مختاری او حقوق کو ترک کرنے پر آمادہ ہوگا؟ کیونکہ یورپ مین بھی اکثر بادشاہون نے پبلک اوپینین ’’رائے عام‘‘ کے دباؤ سے یا واقعات کے زور سے اپنے حقوق صرف بحالت مجبوری ترک کئے ہین -

(۲) کیا اسلامی حکمرانون مین اسقدر قوت اور عقل و صلاحیت ہے کہ زمانہ جدید کے اصول سے باضابطہ حکومت اور سلطنت کا انصرام کرسکین؟ اب تک جو کوششین ہوئین وہ بیو تشکل خراب ہوئین اور مذہب کی زبردست چٹان سے ٹکرا کر برباد ہوگئین۔

(۳) کون شخص کہ سکتا ہے کہ یورپ تو آبادیان قائم کرنے اور اپنے ممالک کی صنعت و تجارت کے لیے بازار تلاش کرنے اور اپنی زائد آبادی کیلیے رہائش ڈھونڈھنے کے جوش مین خاموشی اور صبر کیساتھ ایسے روشن خیال اسلامی بادشاہ کے پیدا ہونے کا اور مسلمانون کے لیے زرین زمانہ شروع ہونے کا انتظار کریگا؟ کیا یہ امر اغلب نہین ہے کہ یورپ اپنی جبریہ مداخلت سے ایشیائی دنیا کے واقعات کی رفتار کو تیز کردیگا - یورپ سے ایسے صبر اور قناعت کی امید رکھنا عبث ہے بلکہ حالات موجودہ کے لحاظ سے ناممکنات سے ہے -

چونکہ صورت معاملہ یہ ہے اسلیے اسلامی ممالک کو جو ابتک خود مختار ہین درجہ تمدن

ف سنہ ۔۔۔ کار یہ تنظیمات ۱۸۳۹ء مین قائم ہوئی، لیکن اسکے ایک سال بعد ہی سے اقوام یورپ نے جو مداخلت اسلامی ممالک مین کی ہے وہ ہر شخص کے پیش نظر ہو۔ روس اور دیگر ۔۔۔ ہضم کیئے - اٹلی نے تمام افریقہ پر قبضہ کیا فرانس ۔۔۔ اسپین نے مراکش کو تقسیم کیا - بلقانی ریاستون نے یورپی ترکی کو تہ و بالا کیا - جنگ عظیم نے شام اور عراق ۔۔۔ ارض سلطنت کو مسلط کیا -
مترجم ۱۹۲۲ء

کے ساتھ اخلاقی اور مادی اتحاد حاصل کرنے کے لیے اپنی پولٹیکل آزادی، اور خود مختاری کو کسی نہ کسی وقت قربان کرنا پڑیگا - اور ایک تمدن کو دوسرے تمدن اور معاشرت سے تبدیل کرنے کے لیے غیر ممالک کی حکومت مین لازمی طور سے آنا پڑے گا ؟

یہ فیصلہ نہایت تکلیف دہ ہی کسی قوم کے لیے جو صدیون سے پولٹیکل آزادی پر نازان رہی ہو اور جسنے تاریخ دنیا مین نہایت اہم حصہ لیا ہو - یہ تشخیص کرنا کہ اوسکی عافیت اسی مین ہو کہ اپنی قسمت غیر اقوام کے حوالہ کرے نہایت افسوس ناک امر ہے - لیکن اسکے سوا چارہ نہین ہو، یہ کافی طور پر ثابت ہو چکا ہو کہ جن ممالک کے مسلمان اپنی پولٹیکل آزادی کھو کر عیسائی سلطنتون کی رعایا ہو گئے ہین فارغ البالی اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہین - دماغی اور مادی ترقی کرتے ہین اور ظلم اور سختی کے ہاتھون اسقدر تکالیف نہین اٹھاتے جسقدر کہ اپنے ہم مذہب، بادشاہون کی زیر حکومت برداشت کرتے ہین -

اگرچہ یہ نتیجہ نہایت زبردست دلائل پر مبنی ہے لیکن اگر اسپر بھی بعض مسلمان جو اقوام غیر کی رعایا ہین اس سے اختلاف کرین تو یہ انکی خود ستائی اور غیرت قومی پر محمول کیا جا سکتا ہو جو قابل معافی ہو مگر اختلاف ناواجب ہو مغرب کی زبردست قوت سے دشمنی ظاہر کرنے کے لیے جو مسلمان یہ کہتے ہین کہ باوجود جملہ خرابیون اور برے نتائج کے اونکے ہم قومون کی سلطنت اس آزادی اور فارغ البالی سے جو اقوام غیر (یورپ) کی زیر نگین حاصل ہوتی ہے بہتر ہے، وہ اپنا ذاتی خیال ظاہر کرتے ہین نہ کل قوم کا، اس سے مختصر،

اونکے تعصب پر روشنی پڑتی ہی ہمین اسوقت البتہ تعجب ہوتا ہی جب اس قسم کے خیالات کا اظہار مسلمانانِ ہند کی جانب سے ہوتا ہی اور سلطنت برطانیہ نے جو آزادی مطبع دے رکھی ہی اوس سے حکمران قوم کی سلطنت پر اعتراضات کرنے مین صرف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی گذشتہ سلطنت، حالانکہ انتظام اور قانون کا وہان پتہ نہ تھا، یا سلطنت ٹرکی جہان بدنظمی حد سے متجاوز ہوگئی ہے ا۔ اس امن و انصاف اور روا داری سے بہتر ہے جو ہندوستان مین انگریزی راج نے عطا کی ہی۔ سلطنت مغلیہ کی عمدگی اور فوائد کی بکثرت شہادت تاریخ سے ملتی ہی لیکن جب ہندوستانی اخبارات مثل " مسلم کرانکل" سلطنت روم کی تعریف مین رطب للسان ہوتے ہین تو ہمین تعجب ہوتا ہی اگر ان خیالات کے ظاہر کرنے والے مولوی سلطنت ٹرکی مین عمال کی حیثیت رکھتے ہوتے جنکو مہینون تنخواہ نصیب نہین ہوتی، یا یہ لوگ رعایا ہوتے جنکے پیچھے شب و روز جاسوس اور پرچہ نویس لگے رہتے ہین اور جنکو بغیر سرکاری حکام کی اجازت کے نہ کتاب دیکھنے کو ملتی ہی اور نہ اخبار پڑھنے کو تو ان مولویون کی قومی ہمدردی کا کیا حشر ہوتا

ا۔ بہ حیثیت ایک ایسے ہندوستانی مسلمان ہونے کے جسے تعلیم یافتہ گروہ سے لیکر طبقہ ادنی تک کے مسلمانون سے میل جول رکھنے اور انکے محسوسات اور ضروریات کو معلوم کرنے اور اونکے خیالات اور اخبارات و رسائل دیکھنے کا رات دن اتفاق رہتا ہی ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ خیالات ہرگز مسلمانان ہند کے نہین ہین مسلم کرانیکل کے کسی پرچہ مین کسی نامہ نگار کے مضمون کی بنا پر ان خیالات کو مسلمانون کی جانب منسوب کرنا صحیح نہین ہی - مترجم

کاش سلطنت برطانیہ کے بدنام کنندگان اون ترکی اخبار دن اور رسالون کو دیکھتے جو غیر ممالک مین ترکی کے باہر شائع ہوتے اور جن مین ترکی حکام کی بدنظمی، ظلم و زیادتی، رشوت ستانی کی تصویر نہایت صحت کے ساتھ کھینچی جاتی ہے اوسوقت غالباً کہ وہ ان واقعات کو دوسری روشنی مین دیکھ سکتے۔ ان مین سے بکثرت ایسے ہین جنہون نے اپنی رائے کو تبدیل کردیا ہے۔ اور ایک سے زیادہ سمجھدار مسلمانون نے میری طرح یورپین تمدن کی برتری اور فوائد کو تسلیم کرکے علی الاعلان کہا ہے کہ اسلام کی تمدنی ترقی صرف یورپی قوت اور اثر کی رہنمائی سے ہوسکتی ہے۔ اس مسئلہ پر ایک سربرآوردہ ہندوستانی مسلمان مجھے حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

"میرا قوی یقین ہے کہ انگریز ہندوستان مین اسلام کو فوائد کثیرہ پہونچا سکینگے اور انگریزی آزادانہ طریقہ حکومت کی برکتون سے متمتع ہوکر ہم اس نتیجہ پر پہونچینگے کہ اسلامی بادشاہون کی مطلق العنانی، ترقی اور فلاح کی راہ مین مثل پہاڑ کے حائل ہے"۔

اسلامی بادشاہون کی ظالمانہ حکومت کی برائی اس سے بھی زیادہ پرزور الفاظ مین ایک ترک نے اخبار "اجتہاد" مطبوعہ جنیوا (یورپ) کے پرچہ نمبر ۴۴ مین کی ہے جو یادداشت مسلمانان روس نے سلاطین یورپ کی خدمت مین ارسال کی تھی اوس پر بحث کرتے ہوئے مضمون نگار حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

اے مسلمانان روس! تم روسی گورنمنٹ کے ظلم کی شکایت کرتے ہو
اور سلطان ٹرکی سے پناہ ڈھونڈتے ہو۔ خبردار! ایسا نہ کیجیو! عبدالحمید خان زار
روس سے ظلم اور زیادتی مین کہین بڑھا ہوا ہے۔ ترکون، عربون اور کردون
کو جسقدر تکالیف سلطان پہونچاتا ہے، روسی تاتاریون کو ایسے مصائب برداشت
کرنا نہین پڑتے تم کہتے ہو کہ زار روس تمھین جبر سے سؤر کا گوشت کھلاتا ہے
لیکن عبدالحمید خان اپنی رعایا کو بھوکا مارتا ہے اور وہ فاقہ کشی کی شکار
رہتی ہے، روسی یونیورسٹیون (مدارس) مین مسلمان علوم وفنون کی تکمیل
کر سکتے ہین برخلاف اسکے اگر ترک تعلیم حاصل کرنا چاہین تو یورپ جانا پڑتا
ہے، وہ بھی اسوقت جبکہ سلطان سے اجازت حاصل ہو جائے۔ تم
شکایت کرتے ہو کہ مسلمان سپاہی تمھارے ہی بھائیون سے لڑنے کیلیے
بھیجے جاتے ہین۔ کیا سلطان کا عمل اس سے مختلف ہوتا ہے جبکہ مسلمان ترک
عربی مسلمانون کو تہ تیغ کرنے کیلیے بھیجے جاتے ہین،، غرضکہ اس قسم کے
خیالات مین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے اور مہذب اور ہمدرد قوم مسلمانونکو
پورا یقین ہے کہ اسلامی بادشاہون کی رعایا ہوکر اون کی حالت کبھی
نہ سنبھلے گی ؛

اسلامی دنیا کو سکون کی ضرورت

قومی ہمدردی کے جوش اور واقعات کو دانستہ غلط بیان کرنے سے
اسلامی ممالک کی موجودہ افسوسناک حالت بدل نہین سکتی۔ موجودہ خرابیون
کے انسداد اور مصائب دور کرنے کی تدابیر جسقدر جلد کیجائین اوسیقدر بہتر ہے تاکہ ایشیائی
مسلمانون کو سکون حاصل ہو۔ یہ سچ ہے کہ ایشیا کے بودہ پرستون کو بھی اصلاح کی

ترکی میں یورپ کی مداخلت

ضرورت ہے لیکن اونکی (مثلاً چین کی) حالت کبھی ایسی خراب نہ ہوئی تھی جیسی کہ آج کل مسلمانون کی ہے۔ اس مصیبت کا سبب کچھ تو یہ ہے کہ تبدیلی مین ہمیشہ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور کچھ یورپ کی مداخلت ہے، جسکی بابت کہا جاتا ہے کہ خودغرضی اوسکی ہر وقت مدِّ نظر رہتی ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہین کہ جاپان کو بھی تبدیلی کی مشکلات کا سامنا تھا مگر اوسکی مسلمانون جیسی حالت کبھی نہین ہوئی اور یورپ نے بھی جو مداخلت جاپان مین کی اسکی نسبت یہ نہین کہا جاسکتا کہ خودغرضی سے مبرا تھی مسلمانون کے یہ دلائل بیکار نظر آتے ہین۔ البتہ ایک بات ایسی ہے جس مین یورپی اقوام کو مداخلت کا الزام دیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ اونھون نے ترکی کی عیسائی رعایا کو مسلمانون پر ترجیح دی ہے حالانکہ اپنے ہی حکمرانون کے ہاتھون مسلمانون کو بہ نسبت عیسائیون کے بہت زیادہ تکالیف اوٹھانا پڑتی ہین۔ عیسائی رعایا کی امداد اور سرپرستی کو یورپی اقوام ہر وقت طیار رہتی ہین مگر غریب مسلمانون کی وکالت کرنے والا اور فریاد کا سننے والا کوئی نہین ہے۔ اس معاملہ مین یورپ کی پالسی ازمنہ متوسط کے تعصب پر مبنی ہے۔ ہمین اپنی آنکھین اس حقیقت سے بند کرنا چاہیئے کہ اگر یورپی اقوام کے لیے اہل اسلام کی ترقی کچھ بھی اہمیت رکھتی تو وہ کبھی کے کوئی نہ کوئی راہ زیادہ موثر تلاش کر لیتے۔ اور مسلمانون کے نوآغاز جوشِ ترقی و آزادی کو مدد دیتے اور اسلامی بادشاہون کی خودمختاری کو لگام دیکر مسلمانون کے مستقبل

کو اونکی آزادی قربان کئے بغیر زیادہ روشن بناسکتے لیکن افسوس! انسانیت
کے اصول قومی کشاکش مین بہت کم حصہ رکھتے ہین - ہمدردی مکھی کیطرح
نکال کر علیحدہ پھینک دیجاتی ہو خصوصاً زمانہ موجودہ مین مادی اغراض
کا رتبہ سب سے اول ہو اور روٹی کا مسئلہ انسان دوستی کے نازک
خیالات کو پس پشت ڈال دیتا ہے:-

یورپ کی غلط واقفیت
اور ضد و تعصب

پس کچھ امید نہین ہو کہ یورپ ذاتی اغراض کے خیالات کو
پس پشت ڈالکر ایشیائی مسلمانون کی اصلاح مین کوشش کرے
اور اپنی اغراض کو انسانیت کے خیالات کا محکوم بنائے - نہایت
افسوس کی بات ہو کہ کمی معلومات اور نیز خود ستائی کے خمار کی وجہ سے
اہل یورپ) ابھی تک یہ تشخیص نہین کر سکتے ہین کہ اہل اسلام کس
بیماری مین مبتلا ہین سطرقداری کو علیحدہ کرکے دیکھا جائے تو مسلمان یورپ
کے فائدہ بخش اثر مین ضد اور تعصب کا اظہار اوس سے بہت کم کرتے
ہین جیسا کہ اونکی نسبت خیال کیا جاتا ہے - اور مسلمان اصلاح و
ترقی کے ایسے مخالف نہین ہین جیسا کہ یورپ مین یقین کیا جاتا ہے،
ضد اور بیجا مخالفت اسلامی بادشاہون کا خاصہ ہو نہ کہ رعایا کا،
ہندوستان مین مسلمانون نے ہمارے تمدن کے اختیار کرنے مین بہ نسبت
ترکون کے زیادہ جوش اور سرعت سے کام لیا ہو - یہی حال مصریون کا
بھی ہے - جب سے انگریزی قبضہ ہوا رعایا مین ترقی اور اصلاح کا جوش
پیدا ہو گیا مصری عالم قاسم امین، جسکا ذکر پہلے کیا گیا اپنی کتاب

"حمایت اسلام" میں ایک طویل فہرست اہل مصر کی دیتے ہیں جنھوں نے
بہ حیثیت وکلا، وریاضی دان، طبیب، انجنیر اور مدبر کے امتیاز
حاصل کیا ہے۔ الجیریا میں چند ایسے مسلمان ملینگے جنھوں نے فرانسیسی
سلطنت کے زیر سایہ رہکر مختلف پیشوں میں نام پیدا کیا ہے۔ روس میں
بھی جہاں دماغی ترقی کی ترغیب بہت کم ہوتی ہو ایسے مسلمان گذرے
ہیں جنھوں نے یورپی اصول پر تعلیم پاکر اپنے جدید خیالات کی، روس
میں نہ سہی، مگر ٹرکی میں اشاعت کی ہے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ بہت
سے عثمانی جنھوں نے پالیٹکس (سیاست)، علم ادب اور علوم کی دیگر
شاخوں میں نام پیدا کیا ہو وہ قاف یا اضلاع والگا کے رہنے والے
ترکوں میں سے تھے۔

میں روسی حکومت کی تعریف کرنا نہیں چاہتا، لیکن اس امر کا اقرار
کرنا میرا فرض ہے کہ شہنشاہ روس کی سلطنت میں، خصوصاً جنوبی روس
کے مسلمان باشندگان نے معتدبہ ترقی کی ہے۔ ایک تاتاری اخبار موسومہ
"مبادی تمدن مسلمانان روس"، میں دلچسپ حالات اوس ترقی
کے شائع ہوئے ہیں جو گذشتہ ۲۵ سال میں حاصل ہوئی ہے مضمون
نگار تحریر کرتا ہو کہ یہ ترقی بیرونی اثرات سے پیدا نہیں ہوئی ہو بلکہ اندرونی
کوشش اور جوش کا نتیجہ ہے۔ کچھ دنوں پہلے تک تاتاری زبان میں
کوئی اچھی کتاب تحریر نہیں ہوئی تھی مگر گذشتہ پچیس سال کے عرصہ میں
ایک سو سے زیادہ کتابیں مختلف مضامین پر تحریر کی گئیں ہیں ان میں حفظ صحت

فسانہ ناٹک اور شاعری وغیرہ بھی شامل ہو تاتاری لڑکے جو پہلے اپنی عمر عربی اور دینی کتابون کے مطالعہ مین صرف کرتے تھے اب صرف و نحو کے مدارس اور یونیورسٹیون مین جاکر تعلیم پاتے اور نہ صرف روسی دار العلوم مین بلکہ جرمنی اور فرانس کی یونیورسٹیون مین تعلیم کے لیے جاتے ہین تاتاری مدارس چھاپے خانے اور تعلیم کے دیگر ذرائع کو بیان کرنے کے بعد مضمون کو اس طرح ختم کیا گیا ہو "عورتون مین بھی جو عموماً مردون سے پیچھے رہتی ہین ترقی کے آثار پائے جاتے ہین " اس بیان کی تائید مین مثالین پیش کرنے کے بجاے مین صرف اسپر اکتفا کرونگا کہ ایک ننھا سا پھول جسکا نام آق شیشک ہو سرما کے اختتام پر برف کے نیچے پیدا ہوتا ہے تم جانتے ہو کہ جب یہ کم مایہ پھول اپنا سر اوٹھاتا ہو تو یہ ظاہر نہین کرتا کہ موسم گرما واقعی آگیا ہے بلکہ یہ گرمی کا پیش خیمہ اور علامت ہے' یہی مثال ہمارے موجودہ تمدن پر صادق آتی ہو ۔ ۲۵ برس پہلے ہم مین صرف ایک خاتون یعنی زوجہ حسن بیگ تھی جسنے اپنی خوبی تحریر کیوجہ سے امتیاز حاصل کیا تھا اب بیس سے زائد ایسی بیگمات ہین جنکو مثال کی طور پر پیش کیا جا سکتا ہو - دنیا امید پر قایم ہے پس کیا وجہ ہے کہ ہم تاتاری مایوس ہون " +

یہ توضیح اسلیے کی گئی کہ ہمارے بیے مسلمانون کی تمدنی قابلیت کی موت کا فتویٰ دینا ابھی کسیطرح درست نہین ہو - اور شائد حامیان اسلام کا بیان زیادہ غلط ہو کہ وقت ملے اور استقلال کام کرنے سے بہت کچھ ہو سکتا ہو جو سر دست

ناممکن نظر آتا ہے لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں یورپ خاموش بیٹھکر نتائج کا انتظار نہ کریگا۔ یورپ کی قومی، اقتصادی اور سیاسی ضروریات ہر وقت اسکا مقتضی ہے کہ اہل یورپ اپنی کوششون مین سرگرم رہین۔ اس جد و جہد مین جو زیادتیان اُن ممالک مین سرزد ہوتی ہین جو یورپ کی طرح متمدن اور مہذب نہین ہین اُنکو قانون قدرت کا اٹل نتیجہ سمجھنا چاہیئے۱؎ یہ سچ ہے کہ یہ راے اصول انسانیت اور عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ لیکن جسطرح اور معاملات مین ہوتا ہے اسیطرح یہان بھی خلافت الاوفق کا مسئلہ صادق آتا ہے۔ ہم انتظار کر سکتے ہین لیکن نہ ہم انتظار کرینگے اور نہ ایسا کرنے کی جرأت رکھتے ہین۔ پولیٹکل واقعات نہایت سرعت کے ساتھ کسی اہم حادثہ کی جانب رہنمائی کر رہے ہین۲؎ افق پر ابھی کافی روشنی موجود ہے جسکی مدد سے ہم آنیوالے حادثات کا خاکہ دور سے دیکھتے ہین اور اندازہ کر سکتے ہین کہ آیندہ زمانہ مین صورت معاملات کیا ہوگی۔

اسلام کی بدقسمتی سے ٹرکی نے جس پر یورپ کے عیسائیون کے متواتر اور نہایت سخت حملے ہوتے رہے گذشتہ صدی مین اُس جد و جہد اور سرگرمی کا اظہار نہ کیا جس پر اُن [illegible]

۱؎ یعنی دنیا مین اُسیکو بقا اور فوقیت حاصل ہوگی جو سب سے زیادہ اپنے آپکو کشاکش حیات مین جسمانی و دماغی ہر لحاظ سے دوسرون سے بہتر ثابت کرے۔ مولانا حالی اس قانون قدرت کو سادہ لفظون مین یون بیان کرتے ہین ؎

گھڑیال اگر مچھ ہین اُنکو نگلے جاتے
دریا مین مچھلیان جو کمزور و ناتوان ہین

۲؎ جس اہم حادثہ کی جانب پروفیسر وامبری نے ۱۹۰۶ء مین اشارہ کیا تھا گذشتہ دس سال کے اندر اسلامی ممالک مین اُسکا ظہور ہوا اور آج تمام اسلامی دنیا انتشار اور پریشانی مین مبتلا ہے۔ مترجم ۱۹۱۲ء

کو ناز تھا۔ گذشتہ زمانہ مین جبکہ علم اسلام دور و دراز سرزمین مین یا عیسائیون
کے ممالک مین فتوحات کیے جاتے تھے تو چونکہ ترک خصوصیت کے ساتھ جنگجو
قوم ہین یہ اشغال انکے حسب حال تھے۔ لیکن جب کسی نئی سلطنت کی بنیاد
ڈالی جاتی اور انتظام ملک درپیش ہوتا تو ہمیشہ انکی بدانتظامی ظاہر ہونے
لگتی تھی، اپنی حیات کے صرف ابتدائی زمانہ مین البتہ سلطنت عثمانیہ
نے منتشر اور مختلف اقوام سلطنت کو ایک متحد قوم بنانے کی ضرورت
پر خیال کیا تھا۔ بعدہ فتوحات کا نشہ چڑھا۔ ترک اس ضرورت کو
بھول گئے۔ دولت و ثروت مین جسقدر ترقی ہوتی گئی ٹرکی سوسائٹی
کے نامور خاندان قوت اور سرگرمی کھوتے گئے، گویا انکو یہ خیال تھا کہ
اونکی فتحیابی کی ابتدا کبھی ختم نہ ہوگی۔ ابتدا مین مفتوحہ اقوام تلوار
کے زور سے ترکی حکومت مین شامل ہوگئین لیکن وہ ترکون مین مدغم نہ ہوسکین
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجاے اسکے کہ تمام مفتوحہ اقوام ایک رشتہ قومی اور
مذہبی مین منسلک ہوکر یورپ کے عیسائی ممالک کے حملون کا زیادہ
عمدگی سے مقابلہ کرتین ترکی رعایا کی بوقلمونی اور اندرونی اختلافات
نے زوال کی رفتار کو نہایت تیز کردیا جس قدر یورپ کا اقتدار اور
اثر ترقی کرتا گیا اور اُسیسے ٹرکی پر فوقیت حاصل ہوئی، ٹرکی کے
اندرونی اجزا پریشان ہونے گئے۔ اور اندرونی مخاصمت کے خطرات کو زیادہ
بڑھادیا۔ زوال کا آغاز یورپین ٹرکی سے ہوا یکے بعد دیگرے صوبجات اُسکے
قبضہ سے نکلنے گئے۔ ملکی محافظت بیکار ثابت ہوتی گئی اور اسکی حالت اسوجہ سے

اونکی ترقی و تنزل

انحطاط کے اسباب

اور بھی خوفناک ہوگئی کہ ترکی فوج جو ایشیا کوچک کے ممالک سے بھرتی کیجاتی تھی دن بدن قومی ذرائع کو کمزور کرتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف یورپ کے ممالک ٹرکی کے ہاتھ سے نکل گئے، بلکہ ایشیا مین بھی اسکی قوت کمزور اور خستہ حال ہوگئی۔

سلطان ٹرکی کو صلاح دی گئی ہے کہ وہ اپنے یورپی مقبوضات کو غیر ضروری بوجھ سمجھکر چھوڑ دین اور اناطولیہ مین اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کرین لیکن اس قسم کی دست برداری سے نہ صرف ٹرکی کے اقتدار کو خسارہ پہونچیگا۔ بلکہ اسلام کی سخت توہین متصور ہے کیونکہ قرآن پاک مین قسطنطنیہ مسلمانون کے لیے دین کا عطیہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ہلال ایا صوفیہ کے گنبد سے نہ اتریگا جب تک کہ زبردستی سے نہ اکھاڑ پھینکا جائے ۔

اس سوال کا جواب کہ آیا ٹرکی کسی وقت اپنی گذشتہ سلطنت کے منتشر اجزا مجتمع کر کے ایشیائے کوچک مین زمانہ حال کے موافق جدید حکومت کی بنیاد ڈال سکے گی، بلا کسی شرط کے اثبات مین دینا مشکل ہے۔ جبتک موجودہ خود مختارانہ اور شخصی سلطنت کا اصول قایم ہے اسوقت تک ایشیا کے ملبہ سے یورپی طریقہ پر حکومت کی عمارت بنانا ممکن نہین اور ترکون کی موجودہ نسل کے ادراک مین جوش آزادی کی ترقی اس سرعت کے ساتھ ہو رہی ہے کہ وہ خود مختاری اور مطلق العنانی کو زیادہ عرصہ تک قایم نہ رکھینگے۔ لیکن اس مین شبہ کرنے کیلیے وجوہات ہین کہ ٹرکی مین زمانہ حال کے مطابق سیاسی اور رواداری کا اصول ہے

متمدن حکومت قائم ہوسکے گی ، کیونکہ اس سے اسلامی سوسائٹی کی تبدیلی اور نیز جملہ غیر ترک اقوام کا ترکون کے زیر حکومت ہونا لازم آتا ہے - فی الحال ایسی حالت کا قیاس کرنا مشکل ہے - سب سے اول عربون ، کردون اور ترکون مین کسی قسم کی رقابت باقی نہ رہے - حالانکہ ایشیا مین یورپی خیالات کو جسقدر ترقی ہوتی جائیگی قومیت اور علیحدگی کا خیال آئین بڑھتا جائیگا فرض کیا جائے کہ یہ سب کچھ ممکن ہے لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یورپی اقوام جو مالک کی حیات ہی مین اوسکی بیش قیمت میراث پر حریصانہ نظر ڈال رہی ہین ہاتھ باندھے علیحدہ کھڑی تماشا دیکھتی رہین ، ترکی عین موت کے وقت یکایک چونک اوٹھے اور انکو غنیمت سے محروم کر دے جسپر وہ عرصہ سے تاک لگائے بیٹھے ہین .

اوسکی مشکلات

پس جملہ حالات پر نظر کرکے یہ مشکل ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی مستقبل کی تصویر کم تاریک روشن رنگ مین کھینچی جائے - سیاسی ، قومی ، مذہبی تمدنی علی الخصوص ہر جہار طرف پائی جاتی ہین جنکے ذریعے سے اصلاح کا کام سرگرمی اور قوت کے ساتھ جاری نہین رہ سکتا ، استدلال اور تصور کی باگین خواہ کتنی ہی ڈھیلی کیجائین مگر ان مشکلات کی بھول بھلیون سے نکلنا دشوار نظر آتا ہے -

ترکی کا آئندہ [illegible]

یہ سوالات کہ سلطنت ترکی کا آئندہ پایہ تخت بروسا مین ہوگا یا دمشق مین یا بغداد مین ؟ خلافت آل عثمان کے قبضہ مین رہے گی یا غیر عربی کو وارثون مین منتقل ہو جائیگی اور موجودہ خاندان عثمان تخت پر زیادہ عرصہ تک متمکن رہ سکیگا یا نہین ؟

لہ جنگ عظیم کے بعد یورپی قومون نے ترکی کے حصے بخرے کر لیے مگر چند وطن پرور ترکون نے مصطفی کمال پاشا کی سرکردگی مین اپنی قومی تباہی کو ناممکن ہونے دیا اور اتنا [illegible] وطن پرستی کی وہ مثال ظاہر کی جسکی نظیر ترکی کی تاریخ مین [illegible]
مترجم ۱۹۲۲

اس قسم کے ہین جنھین موجودہ مشکلات کے مقابلہ ہین سوالات غیر متعلقہ سمجھنا چاہیئے۔ اور ہم اس یقینی اور لازمی امر کو کسیطرح پوشیدہ نہین رکھ سکتے کہ اُس حالت ہین بھی جبکہ ترک یورپ کو خالی کر دین[1] مسئلہ مشرق کا بھوت مغرب (یورپ) کے پولٹیکل اُفق پر ناچتا رہے گا۔ ٹرکی کے متعصب دشمن ناحق یہ صدا بلند کرتے ہین "کہ ایشیا واپس جاؤ" اور ناحق "یورپ یا بیمار" آدمی "کی پالیسی" پیش کیجاتی ہے کیونکہ مغربی اقوام کی رقابت سرزمین ایشیا پر بھی اُسی زور کے ساتھ جاری رہیگی اور واقعات کی قدرتی رفتار ترقی مین یہان بھی اسیطرح رخنہ انداز رہیگی جیسا کہ یورپ مین چارسو برس سے پائی جاتی ہے۔

جب مین یہ تسلیم کرتا ہون کہ ترکون کے ایشیائی حکومت کا مستقبل ٹرکی کے نہین بلکہ یورپ کے ہاتھ مین ہے تو کسی غول بیابانی کا تعاقب نہین کرتا ہون کیونکہ اگر ہم چاہتے ہین کہ ترکون کو ترقی کی راہ مین مشکلات پر غالب آتے اور

[a] مسٹر گلیڈ اسٹون سابق وزیر انگلستان ترکون کے قبضہ یورپ کا بڑا مخالف تھا۔ گلیڈ اسٹون اپنی قابلیت علمی اور سحر بیانی کیوجہ سے انگلستان مین بڑا اثر رکھتا تھا۔ اُسنے اپنی ایک اسپیچ مین "بیگ اینڈ بیگیج" نکلجاؤ کا غل مچایا تھا۔ تمام یورپ مین یہ فقرہ مشہور ہوگیا اور آجتک متعصبین اس سے کام لیتے ہین۔ گلیڈ اسٹون کی پالیسی سے ترکون اور انگریزون کی قدیمی دوستی کو بڑا صدمہ پہونچا۔ اسکی وجہ سے انگریزی تجارت کی سلطنت ٹرکی مین کساد بازاری ہوگئی۔ شکر ہے کہ اب ینگ ٹرکس کی کوشش سے گذشتہ دوستی پھر مستحکم کی جا رہی ہے۔ مترجم

[1] جنگ عظیم کے بعد اگرچہ ترکون کے پاس سوا ے قسطنطنیہ کے یورپ مین کوئی ملک باقی نہ رہا مگر ایشیا کے مقبوضات کی تقسیم پر اہل یورپ تلے ہوئے ہین۔ پروفیسر (۱۰۰) کا یہ خیال بالکل صحیح ثابت ہوا۔ مترجم ۱۹۲۲ء

پولیٹیکل قوت کو واپس حاصل کرنے مین مدد دین تو سب سے اول یورپی اقوام کو اپنی
رقابت ترک کرنا چاہیئے جو ترکون کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہی ورنہ نا اتفاقی
اور لڑائی، حسد اور رشک اقوام یورپ سے کبھی نہ جائیگا۔ زمانہ موجودہ مین جو حقارت
انگیز اظہار ارض اناطولیہ پر ہو رہا ہی اہل یورپ اور نیز ترکون دونون کیلیے نقصان
رسان ہوگا۔ ایشیا مین ترقی کی راہ مین جسقدر رخنہ اندازی کیجائیگی اقوام یورپ
کی آپس کے تعلقات زیادہ نازک ہوتے جائینگے۔ دیر یا جلد ایشیا، خصوصاً ایشیا
کوچک مین یورپ کی رقابت بند ہونا چاہیئے۔ موجودہ پولیٹیکل حالت جس سے
مستقبل قریب کا بھی اندازہ ہو سکتا ہی، نیز رعایا ترکی کی بوقلمونی کو دیکھکر
یہ کہا جا سکتا ہی کہ یہ اقوام صرف ترکون ہی کی زیر حکومت قابو مین رکھی جا سکتی
ہین اور آیندہ ترقی کی راہ مین قدم رکھ سکتی ہین۔ ترکی قوم کو برتری کا حق
حاصل ہی۔ کیونکہ بہ نسبت دیگر اسلامی رعایا کے ترک تعداد مین زیادہ ہین اور
صدیون سے رہنمائی اور سرغنائی کرتے رہے ہین منجملہ مسلمانان ایشیا کوچک
کے ترکون نے تمدن یورپ کے اکتساب مین سب سے زیادہ ترقی کی ہی اور اسلیے اصلاح کی راہ
مین سب سے بہتر رہنما وہی ہو سکتے ہین لیکن یہ اسیوقت ہو سکتا ہے جب تمام یورپ یکطرف ہو کر

ملہ تمام یورپ کی قومون کا ترکی کی ترقی مین متفق ہو کر کوشش کرنا ایسا ہی جیسا کسی بھیڑیون کے غول
سے بچون کی پرورش کی امید کرنا۔ انگلستان کے تعلقات ترکی کے ساتھ کمزور ہو جانے پر جرمنی نے قسطنطنیہ
مین اپنا اقتدار اور اثر جمایا۔ خود شہنشاہ جرمنی قسطنطنیہ تشریف لیگئے اور اراد کے وعدے وعید ہوئے لیکن
افسوس اس دوستانہ اتحاد سے سلطنت جرمنی کا فائدہ مقصود تھا نہ ترکی کا نفع۔ ایشیا کوچک مین جا بجا جرمنی
کارخانون ریلیون اور کانون کے اجارے حاصل کرلیے۔ اور ہزار ہا جرمنی رعایا آباد ہو گئی۔ نوجوان ترکون نے سلطنت ہاتھ مین

یا کوئی یورپی سلطنت تنہا اُس حصہ کو اخلاقی امداد دے جیسے وہ سب سے زیادہ مہذب اور قومی ہمدرد خیال کریں اور جسکی نسبت یقین ہو کہ اسمیں قدیم طریقہ سلطنت کے ٹوٹنے کے بعد نظم و نسق قایم کرنے اور آزادی و ترقی پھیلانے کی پوری قابلیت اور صلاحیت اور قوت پائی جاتی ہی۔ اس وقت صرف ترکی کی سوسائٹی کے سرگروہ ترقی و اصلاح کے جوش مین سرشار ہو کر آگے قدم بڑھا رہے ہین"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴) لیتے ہی اس نقصان رسان دوستی کو خیرباد کہا۔ اور اپنے قدیم دوست انگلستان سے از سر نو اتحاد قایم کیا۔ اسوقت انگلستان ٹرکی کی امداد ہر طرح کر رہا ہو سچ تو یہ ہو کہ انگلستان کی اخلاقی امداد شامل حال نہوتی تو نوجوان ترکون کو انقلاب ٹرکی سے فایدہ اوٹھانا، اور پارلیمنٹ قایم کرنا سخت دشوار تھا۔ وہ مشکل سے سنبھلنے پائے تھے کہ آسٹریا نے، جو جرمنی کا قدیمی دوست ہو اہل جرمنی کی خفیہ امداد کے بھروسہ پہ بوسنیا اور ہرزی گوینا پر قبضہ کا اعلان کر دیا۔ اسیطرح دوسری اقوام نے ترکون کی نو زائیدہ قوت کو کچلنا چاہا مگر انگلستان جیسے زبردست ہمدرد کو اونکے ساتھ دیکھکر جنگ کی نوبت نہین پہونچی۔ بحری قوت کی اصلاح کے لیے ایک ایڈمیرل بحر انگلستان نے ترکی کو مستعار دیا ہو اور سر ہمفیلیڈ فلر سابق گورنر مشرقی بنگال و آسام ترکی مین انتظام مال اور اراضی کو درست کرنے گئے ہین مسٹر فلر کی ہمدردی کا حال مسلمانان ہند کو معلوم ہی۔ اسمین بھی شک نہین کہ انگلستان کی یہ دوستی محض ترکون کی خاطر نہین ہو بلکہ اوسکا بھی بڑا فایدہ متصور ہی۔ جرمن قوم اسوقت انگلستان کی سبسے بڑی حریف ہو اور شب و روز اس فکر مین ہو کہ انگلستان کی تجارت اور بحری اور بری قوت کو شکست دیجائے۔ ٹرکی مین رقابت کی وجہ سے جو نقصان تجارت انگلستان کو پہونچا اوسکا حوالہ دیا جا چکا ہو جرمنی انگلستان کی برابر بحری قوت بھی حاصل کرنے مین کوشش کر رہی ہو اور جیسا کہ میرے ایک انگریز عالم دوست نے جو صوبجات متحدہ مین سشن جج ہین تحریر کیا ہو، جرمنی سلطنت ترکی کے زوال کے بعد اپنی سلطنت قایم کرنا چاہتی ہو۔ خیال کرو کہ اگر ہالینڈ سے بغداد تک جرمنی سلطنت پھیل جائے تو دنیا کی کون قوم اوسکا مقابلہ کر سکتی ہو۔ مترجم

لیکن جسقدر زمانہ گذرتا جائیگا اونکی تعداد مین اضافہ ہو گا، اور منتشر چنگاریان کسی وقت مین ایسی شعلہ فشان ہونگی کہ انکی روشنی سے ترقی و تجدید کا میدان بقعۂ نور بن جائیگا۔

ترکون کی برتری

مین تکرار کے ساتھ کہتا ہون کہ مغربی دنیاے اسلام مین صرف ترک ہی سرغنائی کی صلاحیت رکھتے ہین - اہل عرب اپنی دماغی قابلیت کی برتری پر ناز کیا کرین، لیکن بہ حیثیت مدبر، حکمران اور سپاہی کے ترکون کو ہمیشہ عربون پر فوقیت رہی ہے - خلافت کے زمانہ مین ترکی غلام صدیون تک اسلام کی قوت کو سنبھالے رہے - اور خاندان بنی امیہ کے سلطان کے پاس ترک سپاہی ہوتے تو جزیرہ نما ای بیرین سے ایسی آسانی سے مسلمانون کا اخراج نہ ہو جاتا - ہلاکو خان کی ماتحتی مین کفار ترک سپاہیون نے خلافت کو تخت بغداد سے اٹھا دیا، مغلونکی ابتداے جنگون مین مغل سپاہی بہت کم تھے در اصل ترک جو اس وقت تک مسلمان بھی نہین ہوئے تھے مغلون کی قوت کا باعث تھے - صرف یہی نہین کہ شام مین ترک سلطنت عثمانیہ کے آغاز سے عربون کی قسمت اپنے ہاتھ مین لیے ہوئے ہین بلکہ مصر مین بھی اول مملوک جو ترک تھے اور پھر محمد علی نے کہ وہ بھی ترک تھا، قدیم عربی عنصر کو دوبارہ زندہ کیا اور موجودہ مصر کی بنیاد ڈالی ؛

ایران کا مستقبل

ایران کا مستقبل ایشیائی ٹرکی سے بھی زیادہ مایوس کرنیوالا نظر آتا ہے - باوجود اسکے کہ ایران مردم خیز سرزمین ہے، اوسکی پولیٹیکل حالت اسقدر نازک ہوگئی ہے کہ خرابیون کا رفع کرنا اس وقت ممکن نظر آتا ہے جبکہ ملک براہ راست کسی یورپی گورنمنٹ

کے ماتحت ہو جائے۔ قاچاریہ خاندان اور موجودہ طرز حکومت کے قائم رکھنے
سے سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ شاہان ایران کے موجودہ
ترکمان خاندان نے باضابطہ نظم و نسق جاری کرنے کی ذرہ برابر بھی کبھی
کوشش نہین کی ہے۔ یورپ کی سرگرم اور بے غرضانہ اصلاحات کے
لیے کبھی دروازہ نہیں کھولا ہے۔ اب تک جو کچھ ایران نے کیا ہے وہ محض
یورپ کو دھوکا دینے کیلئے کیا ہے۔ گورنمنٹ ایران کی جانب سے
کبھی کوئی کوشش اصلاح کی راہ مین سرگرمی کے ساتھ نہین ہوئی ہے
حکم ان اپنے ہی ہم قوموں سے دشمنی رکھتے ہین۔ اور ملک کی آئندہ
بہبودی پر کبھی بھولکر بھی نظر نہین کرتے۔ ؁ انکا صرف ایک مقصد
ہے۔ جس طرح اور جسقدر ہو سکے روپیہ سمیٹا جائے اور کسی صورت
مین بھی ظلم و تشدد کی باگ ہاتھ سے نہ چھوڑی جائے۔ ایران کی
آج وہی حالت ہے جو خاندان صفویہ کے زمانہ مین تھی جبکہ حکومت
اور تاج و تخت افشاری ترکمان سردار نادر شاہ اور کریم خان زند
ایرانی کے ہاتھ مین چلا گیا تھا۔ مگر اب کوئی خود مختار ترکمان سردار باقی
نہین رہا ہے۔ زند خاندان مین بھی جسکی جنوبی ایران مین بڑی عزت کیجاتی
ہے کوئی شخص ایسا باقی نہین ہے جسے تاج و تخت کا دعویٰ ہو۔ اور اگر

؁ اگلے وقتون مین جب کوئی حکومت متزلزل ہوتی تھی تو تو دار اور جوشیلے ترکمان قبضہ کر کے قوت اسلام کو قائم رکھتے تھے لیکن جب سے روس نے ایشیا مین پیر پھیلائے ہیں ترکون اور مغلون کی آزادی اور مختاری برباد ہوگئی۔ اور اب وہ افلاس اور ذلت کے غار مین پڑے ہوئے سر تک اوٹھانے کی جرأت نہین کر سکتے۔ مترجم۔

کوئی موجود بھی ہوتا تو دو زبردست عیسائی دعویداروں کی مقابلہ مین جو میدان مین موجود ہین اس غریب کی کیا پیش چلتی - اسوقت ایران کی قسمت انگلستان اور روس کی ہاتھ مین ہی - یہ امر کہ یہ دو حریف مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپس مین لڑینگے یا نہین اہل ایران کے لیے کچھ اہمیت نہین رکھتا - اونکی قسمت مین یہی لکھا ہی کہ انکا ملک ان دو سلطنتون مین باہم جسطرح وہ اپنے لیے مفید سمجھین تقسیم ہو جائے - اسوقت خواہ اخلاقاً یا تجارتی اغراض کے لحاظ سے کوئی حصہ ملک انگلستان مین یا روس کے دایرۂ اقتدار مین دیدیا جاے بہرحال شہنشاہان ایران کی پولٹیکل خود مختاری کا خاتمہ لازمی ہے ، اگرچہ دو سو برس پہلے اونکی حکومت شمالی قاف سے کوہ سلیمان تک اور ہندوکش سے دریاے دجلہ پھیلی ہوئی تہی - شاہ عباس ثانی کے بعد سے ایران کے تمام بادشاہ ناقابل اور رموز سیاست سے نابلد گذرے ہین اور اس سے بہی زیادہ شیعہ اور سنیونکی دشمنی اور کینہ نے سلطنت کے زوال کی رفتار کو تیز کر رکھا ہی گذشتہ جنگون مین جب کبھی سنی مذہب ترکونکو عیسائیون کے ہاتھ شکست ہوتی تو شیعون کے یہان عید منائی جاتی - اسیطرح جب روسیون نے اون کے ہم مذہب ایرانیون کے صوبجات یکے بعد دیگرے غصب کرنا شروع کیے اور عہدنامہ انگلستان اور ترکمان جائزگی رو سے ایران خستہ حال ہو گیا تو بابعالی (گورنمنٹ ترکی) نہ صرف لاپروائی سے بلکہ رقیبانہ خوشنودی کیساتھ تماشا دیکھتی رہی[1] ؛

[1] شکر ہے کہ زمانہ کی ٹھوکرون نے اسلامی ممالک کو بیدار کیا ہی اور اب بھی بہرحال ترکی اور ایرانی اور افغانی آپس مین اتحاد و مودت کو عیسائیونکے سیل علم کا مقابلہ کرنے کو ضروری سمجھنے لگے ہین - کاش ہمیں اری پہلی ٹھوکر بیدار ہوتی ۔ مترجم ۱۳۳۲ھ

ترکی و ایران کا اتحاد

حال مین ایران و ترکی کے درمیان دوستانہ تعلقات اور متفقہ اسلامی اغراض کی پالیسی قایم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شاہ مظفرالدین کا سلطان عبدالحمید خان کی ملاقات کو جانا آپسمین اتحاد مستحکم کرنے کی غرض سے تھا۔ لیکن افسوس کہ یہ خیال دیر مین آیا اور محنت بالکل رائیگان گئی۔ کیونکہ ذاتی غرور اور مذہبی تعصب اور نفرت سدراہ ہوئے۔ ان دو اسلامی سلطنتون کے اتحاد سے صلیب کی فتحمندی مین اگرچہ دیر ہوتی لیکن اوسکا روکنا ممکن نتھا +

افغانستان

اِس خیال سے کہ اون تمام اسلامی ممالک پر جو پولیٹکل حیثیت سے ابھی تک خودمختار ہین ہماری تنقید کی تکمیل ہو جائے ہم افغانستان کی نسبت بھی چند الفاظ کہنا چاہتے ہین۔ ابھی حال کی بات ہے کہ انگریزی جھنڈے کے سایہ مین یورپی اصلاحات اس ملک مین داخل ہوئی ہین۔ جسوقت افغان قدیم ایشیائی زندگی اپنے پہاڑون مین بسر کر رہے تھے تو روسی عقاب (جھنڈہ) اپنے بازو وسط ایشیا کی تین اسلامی ریاستون پر پھیلا چکا تھا۔ اور ہندوستان سو برس سے انگریزی قبضہ کی بدولت اصلاحات جدید کی برکتون سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔

عبدالرحمن کی اصلاحات

امیر عبدالرحمن مشہور امیر دوست محمد کے پوتے نے انتظام ملک کے سنبھالنے مین کوشش کی اور کامیاب ہوا۔ اُسنے روسیون سے سبق سیکھا۔ اور چونکہ اپنے ہمراہ روسی مطلق العنانی افغانستان مین لایا اسلیے اوسکی فولادی بازو نے ملک مین ایسا انتظام قایم کیا جو پہاڑون مین رہنے والی اور غارت پسند پشتو قوم کو کبھی نصیب نہین ہوا تھا۔ اپنے اصلاحی پروگرام مین اُسنے ملک کی محافظت کو بھی خاص طور پر شامل کیا۔ اُسنے ایک زبردست اور باضابطہ فوج بھرتی کی

میگزین اور اسلحہ سازی کے کارخانے قایم کئے اور اپنے ملک مین صنعت اور حرفت کو
ایک حد تک ترقی دی تاکہ جنگی تیاری مین امداد ملے۔ تمدن اور تہذیب کی اصلاح اور
اہل ملک کی دماغی اور ذہنی ترقی کا خیال اسکو کبھی نہ آیا۔ اور اسکی محنت سے صرف ایک
نتیجہ حاصل ہوا۔ وہ یہ کہ اب ہم وحشی جنگجو افغانون کو باضابطہ قواعد دان اور با تربیت
فوج کیی لت مین دیکھتے ہین۔ باقی حالات بدستور ہین۔ بیٹے نے بھی باپ کی تقلید
کی۔ موجودہ امیر حبیب اللہ خان کی صرف یہی کوشش ہے کہ فوج کو اُس زبردست
کشمکش کیلیے تیار کیا جائے جو کسی نہ کسی دن منجملہ دو بڑے وسیون کے ایک ساتھ ہونا
ضروری ہے۔ بہا یہ مرکہ انکو جنوب مین انگریزون سے لڑنا پڑیگا یا شمال مین روسیون
سے چندان قابل لحاظ نہین ہے۔ جنگ ہر صورت مین لازمی ہے۔ اور یہ بھی یقینی ہے
کہ اہل افغانستان جلد یا دیر کسی نہ کسی زبردست دشمن کے ماتحت ہو کر رہینگے۔ اور
پولیٹیکل آزادی اور خود مختاری کو ہاتھ سے کھو بیٹھینگے۔ پس افغانستان کی قسمت
مین بھی وہی بدا ہے جو مشرق کے دیگر اسلامی خود مختار سلطنتون کو پیش آیا یا آئیگا
اور اگر افریقہ مین جہان اشاعت اسلام کو بڑی ترقی ہے، کوئی جدید اسلامی سلطنت
قایم نہ ہوئی۔ لیکن ایسی سلطنت کا قیام یورپی عیسائیون کے زبردست اثر کے
مقابلہ مین مشکل ہی ہے تو اسلام کی پولیٹیکل آزادی تباہ و برباد ہو کر رہے گی!!!

ف امیر عبدالرحمن خان کے پوتے امان اللہ خان نے ۱۹۱۹ء تخت پر بیٹھتے ہی انگریزون سے جنگ کی لیکن جلد صلح کر لی اور تمام توجہ ملک مین علوم اور فنون پھیلانے مین مبذول کر رہے ہین۔ صدہا افغانی لڑکے اکتساب علوم کیلیے یورپ اور جاپان روانہ کئے گئے ہین اور یورپ کے ممالک مین سے تجارتی معاہدے کئے جا رہے ہین۔ امان اللہ خان کی جدوجہد شاہ جاپان کی ابتدائی کوششون کو یاد دلاتی ہے جنکی بدولت آج جاپان دنیا کی قومون مین شمار ہوتا ہے۔ کیا افغانستان کیلیے بھی "مرد از غیب برون آید و کارے بکند" کی مثال امان اللہ خان کی ذات مین نہین ہے۔ مترجم ۱۹۲۲ء

باب ہشتم

ہلال اور صلیب

اس رائے کو سرعت کے ساتھہ استحکام کا درجہ حاصل ہوتا جاتا ہے کہ موجودہ اسلامی خودمختار سلطنتونکی سیاسی آزادی کا خاتمہ جلد ہو جائیگا۔ ایسی حالت مین اِن سوالات کی تکرار محل تعجب نہین کہ اہل اسلام کا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا اونکی پولیٹکل آزادی عیسائی اور یورپ کے مذہب کے سیلاب کے مقابلہ مین، جو اونہین چارون طرف سے دبا رہا ہے، ہمیشہ کے لئے زائل ہو جائیگی؟ کیا مسلمان مثل یہودیون کے بے خانمان ہو جائینگے، اور ذلت و خواری کے ساتھہ غیر قومون کی ماتحتی مین پڑے مارے پھرینگے؟ یا برخلاف اسکے پھر کوئی وقت ایسا آئیگا کہ اصلاحات جدیدہ کی بدولت ایک نئی سوسائٹی پیدا ہو جائیگی جو اپنی اعلیٰ دماغی قابلیت اور مغرب سے دائمی ربط و ضبط کی وجہ سے اپنی کھوئی ہوئی آزادی واپس لے سکیگی؟ پہلے سوال کی نسبت مسلمانان اسپین اور سسلی کے عربون کی بربادی کی مثالین مایوسی بخش جواب دیتی ہین! لیکن اسکے ساتھہ ہمین یاد رکھنا چاہئے کہ موخرالذکر مسلمان فاتحین کی تعداد بہ نسبت باشندگان ملک کے بہت قلیل تھی۔ اسلئے وہ بعد مین عیسائی طاقتونکے ہاتھون باسانی مغلوب ہو گئے۔ جنوبی روس مین بھی

کیا مسلمان یہودیون کی طرح بے خانمان ہو جائینگے؟

اسلامی اثر اسیطرح ملیامیٹ ہوا - روسی فتحمندون کا شمال سے جنوب کیجانب بڑھتا تھا کہ ترکی اور اگرین آوارہ گرد جو کسی ایک جگہ مقیم نہین رہتے تھے بتدریج پسپا ہوتے گئے اور اسلام چونکہ ان فرقون مین ابھی تک جڑ مضبوط نہین پکڑ سکا تھا، صلیبی مذہب اور اثر قبول کرنے پر مجبور ہو گیا لیکن شہرونمین اور نو آبادیون مین جہان مسلمانون کا اثر جزو غالب تھا مثلاً قازان، استراخان، اوفا اور صدوبہ والگا کے مختلف مقامات مین اسلام باوجود ہر قسم کی تکالیف و مظالم برداشت کرنیکے ابھی تک قائم ہے حالانکہ روس نے اسکے تباہ کرنے کی کوئی کوشش اوٹھا نہین رکھی - کریمیا اور مشرقی بانش کے اضلاع کیحالت اس کے خلاف ہے - باوجودیکہ مسلمان تعداد مین بہت زیادہ تھے لیکن ترکی سلطنت اور مذہبی اثر کے قرب کی وجہ سے اسلامی آبادی اس درجہ کم ہو گئی ہے کہ قدیم باشندے نوغے تقریباً معدوم ہو گئے ہین - انیسوین صدی کے وسط مین بھی مسلمان فرقون مثل سرکیشی مشیشنزی - انجاسی اور لازی وغیرہ کی تعداد موجودہ شمار سے بچ گئی تھی - اور کریمیا کی آبادی بوجہ اس کے کہ مسلمان اپنی خوشی سے ٹرکی مین ہجرت کر رہے مین نہایت کم ہو گئی ہے - یہ تعجب کی بات ہے کہ باوجودیکہ مسلمانون کی تعداد کریمیا مین کم ہے لیکن ان مین مغربی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کے اکتساب کا جوش اور ولولہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے یہ امر مشتبہ ہے کہ مصلحون کا یہ چھوٹا سا گروہ اہل روس کی آبادی کے مقابلہ مین کبتک قایم رہ سکیگا کیونکہ ٹرکی کی جانب مہاجرین

[illegible]

مسلمان مہاجرین

کا تا نتا بندھا ہوا ہی - اور حال مین مہاجرین کی تعداد مین غیر معمولی
ترقی ہوئی ہے +

یورپی ترکی مین بھی حال مین یہی کیفیت واقع ہوئی ہے - گذشتہ
جنگ روس وروم کے بعد سے دس لاکھ سے زائد مسلمان باسینا سرویا
اور بلگیریا سے ہجرت کرکے ترکی مین آباد ہوگئے ہین - یہ بالکل قدرتی بات
ہے کہ جن ممالک مین مسلمان پہلے فاتح اور مالک تھے اب وہان وہ اپنے
آپ کو عام رعایا کے مساوی دیکھنا برداشت نہین کرسکتے - خصوصاً
جبکہ جدید عیسائی حکمران اونکے ساتھ مہربانی اور رواداری کا برتاؤ
نہین کرتے - مسلمانِ ہند یا الجیریا ہجرت کا کبھی خیال ہی نہ کرینگے
اور نہ روسی ترکستان کے مسلمان، کیونکہ باوجود اپنی سختی کے روسی
حکومت پھر بھی خیوا اور بخارا کے امیرون کی سلطنت سے کہین بہتر ہے۔
اس حالت کو دیکھکر کہ ہلال اب یورپ مین اپنے آپکو نہین سنبھال سکتا

یورپی ترکی کے مسلمان

لہ مین اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۹۷ء مین اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ بحث کرچکا ہون اوسوقت سے مسلمان
مہاجرین کی تعداد مین اور بھی اضافہ ہوگیا ہے - قدیم اور حال کی آبادی کا فرق حسب ذیل ہے :-

	قدیم	حال
باسینا اور ہرزیگوینا	۲ لاکھ	۵۸۴-۶۳۳
بلگیریا	۱۰ لاکھ	۵٫۳۰٫۱۷۵
سرویا	دس ہزار	۲۸۴۹

ترکی قبضہ کے زمانہ کی اعداد تخمینی مین لیکن اسمین کچھ شک نہین کہ یورپی ترکی کے مسلمان مہاجرین کی تعداد مین غیر معمولی اضافہ ہوا ہے

ارض عثمانیہ میں مہاجروں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ

یا یہہ کہ صلیب کی ماتحتی مین رہنا نہین چاہتا ہے سوال پیدا ہوتا ہو کہ ایشیا
مین جسے مذہب کا گہوارہ اور پایہ تخت سمجھنا چاہئیے یہ تحریک کیا صورت
اختیار کریگی کیونکہ مشرق مین اقوام مغربی کا اقتدار اور اغرور روز افزون
ترقی کر رہا ہے۔ کیا ہم عنقریب وہ وقت دیکھنے والے ہین جبکہ یورپ اور
ایشیا کے مذہبی اور قومی تعلقات مین انقلاب عظیم پیدا ہو جائیگا ؟
ہمین اس مسئلہ کے متعلق دہوکا نہ کھانا چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ ایشیا مین
ہر کام کی رفتار نہایت سست ہوتی ہے۔ اور جس عنصر سے یورپ
کام لینا چاہتا ہو، یعنی مذہب عیسوی، وہ ابھی اسقدر طاقتور نہین ہے
کہ درخت اسلام کو جسکا ریشہ ایشیا کی زمین مین تہ تک ہو چکیا ہو، اوکھیڑ پھینکیا
تو درکنار اوسے جنبش بھی دے سکے پیغمبر عرب کے پیرو یا وجودیکہ اونھون نے
اپنے مفتوحہ ممالک مین سے بہت سے مقامات کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن
اپنے مذہب کو انھون نے کبھی ترک نہین کیا اور نہ وہ کبھی
ایسے ممالک مین ترک کرینگے جہان وہ اپنے ہم مذہبون کے پہلو بہ پہلو رہتے ہین
جہان تاریخی یادگارین عمارتون اور شہرون کی صورت مین ہمیشہ گذشتہ عظمت
وشان کی یاد اونکے دل مین تازہ کرتی ہون، اور جنھین دیکھکر مسلمانون
کے دلون مین سرگرمی کے ساتھ دوسرے اثرات کا مقابلہ کرنے کا جوش
پیدا ہوتا ہو۔ اسلامی دنیا کے سرحدی ممالک کی نسبت جو کچھ ہمنے بیان
کیا اوسکا اطلاق وسطی ممالک اور مذہب کے قدیم پایہ تخت پر نہین ہو سکتا
لیکن یہ قرین قیاس نہین ہو کہ تمدن یورپ یہان کچھ گہرا اثر کر سکیگا۔ اگر ہم سرحدی

حالات کا غور کے ساتھ مطالعہ کرین تو واضح ہوگا کہ وہان فی الحال ایشیائے کوچک مین،
اسلام کو آرمینیا یا یونان اور روس یا جرمنی سے کسی قسم کا نقصان نہین پہونچ سکتا۔
اہل آرمینیا کا دل اسوقت تک ٹھنڈا نہین ہوسکتا جبتک وہ یورپ کی مدد
سے اپنے سابق حکمرانون (یعنی مسلمانون) کو بالکل تباہ و برباد نہ کردین لیکن ہمین
یہ توقع نہین ہے کہ یورپ ایسے ناواجب اور ظالمانہ کام مین جو تمدن یورپ کے
متضاد ہے مدد دیگا اور نہ اہل یونان ہی ترکون کی تباہی مین کامیاب
ہوسکتے ہین یہ صحیح ہے کہ بے شمار یونانی اپنے جزیرون سے ترک وطن کرکر اناطولیہ
مین آباد ہو رہے ہین۔ لیکن یونانی بلحاظ تعداد، ہمت و جرأت، اور
مذہبی جوش کے مسلمانون سے جنکی تعداد مین بوجہ ہجرت کے روز بروز
بڑھتی ہوتی جاتی ہے بہت کم ہین روس اور جرمنی کے لیے اناطولیہ مین کامیابی
حاصل کرنیکا موقع اس سے بھی کم ہے روس نے اسلام کو تباہ کرنے کا
بیڑہ اوٹھایا ہے لیکن کوہ قاف مین جہان سو برس سے روس کا قبضہ ہے
اسلام کی قدیم حالت قایم رہی ہے اور اس مثال سے روسی تجاویز
کا مایوسی بخش جواب ملتا ہے۔ جرمنی کی موجودہ مداخلت کی بنا پر مستقبل
کے متعلق کوئی راے قایم کرنا خطرہ سے خالی نہ ہوگا۔ ابھی تک جرمنی کے ارادے
تجارتی اغراض پر مبنی رہے ہین۔ اور بہت عرصہ تک یہی حالت رہے گی۔
اسلام کو کمزور کرکے جرمنی اقتدار کے مضبوط کرنے کا خیال اہل جرمنی کے
دماغ مین کبھی نہ سمائیگا۔ یہ خیال نہ صرف حماقت آمیز ہے بلکہ بیسود
بھی ہو کیونکہ کسی غیر قوم کے مذہبی خصوصیات کے ساتھ دخل اندازی کرنے کا

اہل آرمینیا اناطولیہ مین

روس

جرمنی کے ارادے

ہمیشہ یہ نتیجہ ہوتا ہی کہ وہ بیرونی تمدن پھیلانے والوں کو دشمن جانی سمجھنے لگتی ہے - علاوہ بریں کسی قسم کی مذہبی مداخلت ممکن نہیں ہے جبتک اناطولیہ پر جرمنی کا پورا[1] قبضہ نہ ہو جاے ؛

جو کچھ ہمنے اناطولیہ کی نسبت تحریر کیا ہو اوسکا اطلاق شام بلکہ عرب پر بھی ہوتا ہی - یہ بیان کرنا مشکل ہی کہ فرانسیسی اور انگریز ان ملکون مین اپنے اقتدار اور اثر کو کہانتک بڑھا لینگے - لیکن اسقدر وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہی کہ ہر دو قوتون مین سے مذہبی اغراض ایک کے بھی پیش نظر نہین ہین - اگر یہ بھی مان لیا جاے کہ وہ عیسائیون کو ہر قسم کی امداد دینگے اور انکے پشت پناہ بنینگے لیکن دیدہ و دانستہ پیروان دین محمدی کو نقصان پہونچانے کا اونکو خیال نہین ہو سکتا کیونکہ ایسی کارروائی سے مسلمان برانگیختہ ہو کر فوراً بدلا لینے کے لیے کھڑے ہو جائینگے -

قصہ مختصر یہ ہے کہ موجودہ ممالک عثمانیہ مین اسلام کو کسی قسم کا خطرہ نہین ہے اور نہ ایران مین اسلام کا مستقبل خطرے مین ہے کیونکہ وہان شیعہ آبادی کا بڑا جتھا ہے اور منجملہ ۹۵ لاکھ مردم شماری کے صرف ساٹھ ہزار عیسائی آباد ہین دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل تشیعہ جو غلطی سے یورپ مین اسلامی پروٹسٹنٹ خیال کیے جاتے ہین سخت تعصب کی وجہ سے ممتاز ہین - جبکہ زار روس کے مسلمان رعایا سے کوہ قاف مین عیسائیت نے کوئی ترقی نہین کی ہی تو کسطرح

[1] جنگ عظیم مین جرمنی شکست کیو جہسے اس مداخلت کا اندیشہ باقی نہین رہا - مترجم ۱۹۲۳ء

امید ہوسکتی ہے کہ یورپ کو ایران میں عیسائیت پھیلانے میں کامیابی ہوسکیگی چاہے ایران، روس اور انگلستان میں تقسیم ہی کیون نہ ہو جائے۔ مسلمانان وسط ایشیا کی نسبت ہم پہلے کہہ چکے ہین کہ روسی پادریون کو اسرط، تاجیک اور دیگر اقوام کے ایمان بگاڑنے مین کہیا اور اضلاع والگا کے تاتاریون سے بھی زیادہ دقت پیش آئیگی رڈ اہل کریمیا اپنے مذہب کی خاطر ہجرت کرکے ٹرکی ممالک مین آ بسے لیکن وسط ایشیا کے مسلمانون کو اسکی بھی ضرورت نہین ہے۔ روسی عیسائیون کی نو آبادی سے کوہ قاف کے مسلمانون کو کچھ نقصان نہین پہونچ سکتا ہے

افغانستان مین اس حالت کی اہمیت مین اور بھی اضافہ ہوا ہے کیونکہ امیر عبدالرحمن اور اسکے جانشین حبیب اللہ خان نے ہر موقع پر پولیٹکل زندگی کی مذہبی سمت کو زیادہ مقبول بنایا ہے اور مذہب کی تقویت پر بہت زور دیا ہے۔ سابق امیر کو سلطنت کے بنانے اور اوسکے انتظام درست کرنے مین بیشمار دقتون کا سامنا تھا۔ لیکن باوجود اسکے مسلمانون کی مذہبی تعلیم کے لیے اوسنے نصاب بھی تجویز کیا۔ اس سے یہ بھی مطلب تھا کہ راسخ الاعتقاد مسلمانون کی نظر مین اوسکی کم وقعتی نہو کیونکہ اوس نے اپنے ملک مین "حقیر" اور "ذلیل" عیسائیون کی بہت سی بیکار باتون کو رائج کیا تھا ؛

سوال یہ ہے کہ افغانستان[1] آزادی کبتک قایم رکھہ سکیگا اور مخلوط یورپی رقیبون (روس و انگلستان) کے فتح کسے نصیب ہوگی ؟ اسلام کی آیندہ پولیٹکل صورت خواہ کچھ ہو لیکن ان قدامت پسند اور متعصب پہاڑیونکو مذہب کو کچھہ

[1] مسٹر ... ہملٹن کی رائے ہے کہ اگر آیندہ (۲۰) سال کے عرصہ مین یورپ نے افغانستان کو متحد نہ کیا تو اسلام اپنے اثر مین

افغانستان میں مذہبی [illegible]

مسٹر [illegible]

نقصان نہین پہونچ سکتا، اونکو روحانی امداد ایک طرف وسط ایشیا سے اور دوسری جانب ہندوستان سے حاصل ہو اور دونون اطراف مین مذہبی جوش افغانیون کیلیئے ہمت بڑہانے والا ہے ۔

ہندوستانی مسلمان

ہندوستان[۱] مین تمدنی ترقی کا ذکر کرتے وقت ہمنے اسلام کی مضبوط حالت کیجانب اشارہ کیا تھا کہ انگریزون کی آنکھون کے سامنے بھی مذہب اسلام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۲ نے رنگ لیا تو ایشیا مین یورپی اقتدار کو عموماً اور ہندوستان مین انگریزی اثر کو خصوصاً سخت خطرہ کا اندیشہ ہو لیکن ہمین اس رائے کی چندان پروا نہ کرنا چاہیے ۔ افغانستان مین علوم و فنون کی اشاعت عسرت کے ساتھ ہو رہی ہو اور اہل افغانستان کے تعلقات سلطنت برطانیہ کے ساتھ روز بروز زیادہ دوستانہ ہوتے جاتے ہین (دیکھو "ملے اسٹاف افسر ان سکریپ بک" مرتبہ سر ائن ہملٹن صفحہ ۶) مترجم

[۱] وامبری نے اپنی کتاب کے حصہ دوم مین ہندو مذہب اور اسلام دونون پر مفصل بحث کر کے اونکی آیندہ حالت کا خاکہ کھینچا ہی ۔ ہندوستانی مسلمان خود اس سے واقف ہین ۔ پروفیسر وامبری کے خیالات کا لب لباب یہ ہو کہ سید احمد خان علیہ الرحمۃ کے خیالات کو روز بروز ہندوستان مین ترقی ہو رہی ہو اور اسلیے اونکا مستقبل مایوسی بخش نہین ہی ۔ کاش مسلمان ان سب حالات پر غور کر کے علیگڈہ کالج کی جانب زیادہ سرگرمی اور جوش کے ساتھ توجہ کرین اور اوسے یونیورسٹی کے درجہ تک پہونچا دین ۔ ہندوستان مین مسلمانون کی حیات اور ممات علیگڈہ کالج اور علیگڈہی خیالات کی ترقی پر منحصر ہی بلکہ بقول ہز ہائنس آغا خان اسلام کی آزادی اور تجدید کا صرف یہی ذریعہ ہو کہ علیگڈہ کالج کو یونیورسٹی بنایا جائے ۔ اور یہ کچھ مشکل نہین اگر مسلمان اپنے فضول مصارف کا عشر عشیر بھی قوم کے لیے وقف کرین ۔ مترجم

یہ نوٹ ۱۹۰۸ء مین لکھا گیا تھا ۔ اسکے بعد مسلمانون نے بڑے ایثار سے کام لیکر تیس لاکھ روپیہ جمع کیا لیکن اپنے خیال کے موافق شرائط طے نہ ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی کا قیام ملتوی رہا ۔ جنگ عظیم نے حالت بدل دی اور

سرگرمی اور استقلال کے ساتھ ترقی کر رہا ہے پس ہندوستان مین اسلام کے مستقبل پر زیادہ بیان کرنا طوالت سے خالی نہ ہوگا - آپس کے مذہبی تعلقات کو آگے چلکر پھر بیان کیا جائیگا لیکن یہان صرف اس قدر کہنا ہے کہ ہندوستان مین باوجودیکہ عیسائی حکمران ہین اور اہل ہنود آبادی کے لحاظ سے بہت زیادہ ہین - اسلام ردی حالت مین نہین ہے - برخلاف اسکے اسلام کا مستقبل روشن نظر آتا ہے - چین مین اسوقت پیغمبر عربی کی تعلیم کو بیرونی مداخلت سے کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا اور نہ تعداد مین کمی ہوتی نظر آتی ہے - شہنشاہ چین کی چالیس کروڑ رعایا کے درمیان دو کروڑ مسلمان عجیب و غریب مرتبہ رکھتے ہین یہ ہوئی ہوئی (اہل چین مسلمانون کو اس لقب سے پکارتے ہین) دیگر ممالک کے ہم مذہب مسلمانون سے بلحاظ تمول بہتر حالت مین ہین - جنگی مذہب کے پیرو ہونے کی وجہ سے انمین سپاہیانہ جوش و خروش ہمیشہ ممتاز رہا ہے اور اسیوجہ سے انکو سلطنت مین اعلے درجہ کا فوجی امتیاز حاصل ہے - فی زماننا چینی مسلمان سپاہیون کا ہمین زیادہ تجربہ ہوا ہے - چونکہ مغرب کے عیسائی آئے دن بودہ ممالک پر حملہ آور ہوتے ہین اسلیئے انھین اپنے مغربی ہمسایون کی جانی دشمن یعنی عیسائی دنیا سے بدلہ لینے کا خوب موقع ملتا ہے جہانتک میرا تجربہ ہے چینی مسلمان اپنے قوی اور سرگرم مغربی دشمن (روس) سے زیادہ ترسان رہتے ہین بہ نسبت چینی بودھون کے جو مذہبی معاملات مین

بقیہ صفحہ ۱۶۴ اختلافات کے متعلق جو نادانی مسلمانان ہند کو گورنمنٹ کی جانب [illegible] کی جو یونیورسٹی کی بجائے [illegible]

[illegible] کر دی ۱۹۲۰ء کی اختتام پر یونیورسٹی کا [illegible]

رواداری ہونے کی وجہ سے خطرناک نہیں ہیں ؛

چینی ترکستان کے باشندے میرے اکثر ہم سفر رہے ہیں۔ اونکا بیان ہے کہ سلطنت چین میں بہ نسبت روسی ممالک کے مسلمانوں کو بہت کم شکایت کا موقع ہے صرف ایک خرابی ضرور ہی وہ یہ کہ اونکو بوجہ رواج ملک بعد خان یعنی شہنشاہ کی شبیہ کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ منگان اور چینی مسلمانوں سے بھی یہی سنا۔ یہ لوگ بودہ مذہب حکمرانوں کے اسقدر خلاف نہیں ہیں جس قدر کہ ایران اور ٹرکی کی عیسائی رعایا اپنے مسلمان حکمرانوں کی ہی۔ اس سے ایک حد تک یہ بھی ظاہر ہوتا ہی کہ ہوئی ہوئی (مسلمان) چین میں خاصہ اثر رکھتے ہیں لیکن یہ امر مشتبہ ہی کہ وہ یورپی اور چینی معاشرت میں ثالث کا کام دینگے جیسا کہ پروفیسر مارٹن ہارٹ مین نے اپنے دلچسپ رسالہ موسومہ "چین و اسلام" میں ثابت کیا ہے کیونکہ مغربی اور جنوبی چین کے مسلمانوں پر مغربی تمدن کا اثر سب سے کم پڑا ہی۔ وہ ابھی تک تعصب کی زنجیر میں گرفتار ہیں اور اس لیئے ثالثی کے مرتبہ کے لیے وہ ایسے ہی ناقابل ہیں جیسے کہ بخارا کے مسلمان۔ جب ہم شمالی اور شمال مغربی چین میں عنقریب آنیوالی پولیٹیکل تبدیلیوں کا خیال کرتے ہیں تو ان حصص میں اسلام کا پولیٹیکل مستقبل چندان روشن نظر نہیں آتا کیونکہ روس نے تمام سرحد پر خوفناک اقتدار اور مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ اور مشرقی ترکستان جہان اسلامی جزو غالب ہے عنقریب روس کے قبضہ میں آنیوالا ہی ؛

روس مین مسلمانون کو حریت کامل نہین ہو سکتی

مین سمجھتا ہون کہ ان اوراق مین مین نے کافی طور پر ثابت کردیا ہے کہ روس
کے زیر سایہ رہکر اسلام کو حریت کامل کبھی حاصل نہین ہو سکتی اور آخر مین
ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہون کہ چین مین جاپان کی روز افزون ترقی کے
ساتھ ساتھ اسلام کا رہا سہا اثر بھی بتدریج کم ہوتا جائیگا۔ یہ ظاہر کرنے کے بعد
کہ ایشیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بقائے اسلام کسی خاص
خطرہ مین نہین ہے اور یہ کہ اسلام کی پولیٹکل قوت کے زوال کو اس کی
روحانی سرگرمی کی تباہی کا پیش خیمہ نہ سمجھنا چاہیئے، اون سوالات کا
جواب دینا مناسب ہوگا جو اس باب کے آغاز مین قایم کئے گئے تھے۔ مین نے
کہا کہ کیا مسلمان مثل یہودیون کے بے خانمان ہو کر غیر اقوام کی ماتحتی مین
ذلت وخواری کے ساتھ زندگی کے دن پورے کرینگے۔ سب سے اول
مسلمانان روس کی حالت نے یہودیون سے مقابلہ کرنے کا خیال
پیدا کیا کیونکہ سب جانتے ہین کہ سلطنت روس مین پیروان محمدؐ
نہایت حقیر درجہ رکھتے ہین، گاڑی ہانکنے والے، خدمتگار، خوانچہ
فروش وغیرہ سب اسی قوم کے لوگ ہین۔ اور ہر جگہ وہ محنت، اعتدال،
دیانتداری، اور بردباری کے لیئے مشہور ہین۔ اور جبتک فرائض
مذہبی کی تعمیل مین رکاوٹ نہ ہو وہ اپنی پولیٹکل آزادی واپس
لینے کا کبھی خیال ہی نہین کرتے۔ قضا وقدر کے سامنے سر تسلیم
خم کرنا اُن تمام مسلمانون کا شیوہ ہے جو روس کے زیر نگین رہتے
ہین۔ اس کلیہ سے کوہ قاف کے وحشی اور جنگجو لزغین جو صد درجہ کے آزادی

مسلمانان روس کا یہودیون سے مقابلہ

پسند ہین اور ترکمان اور کرغیز بھی مستثنیٰ نہین ہین - ان فرقون ہین سے کسی نے کبھی باضابطہ بغاوت کے ذریعہ سے روسیون کے پنجے سے آزاد ہونے کی کوشش نہین کی - وہ خاموشی کے ساتھ قسمت کے لکھے پر راضی ہو جاتے ہین اور قضا و قدر کے احکام پر قانع رہتے ہین - ایسے ممالک مین البتہ جہان مسلمان دوسرے مذہب والون کے ساتھ ملے جلے رہتے ہین مثلاً جاوا یا ہندوستان مین، اجنبیون کی اطاعت سے سرتابی کی کوشش کی گئی ہے لیکن کبھی کامیابی نہین ہوئی کیونکہ دول مغرب سے مقابلہ کرنا ان لوگون کے لیے محض بیکار اور بے سود بات ہے - اس سے بہ ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائی حکمرانون کی مسلسل سختی نے آزادی اور خود مختاری کے خیالات کو زائل کر دیا ہے اور جہان کہین سختی ضرورت سے زیادہ نہین ہے آزادانہ اصول سلطنت نے آزادی خیالات کا دروازہ کھول دیا ہے مثلاً ہندوستان، مصر اور الجیریا مین اور ان کی تبدیلی آہستگی کے ساتھ اس درجہ پائی جاتی ہے جس کی کبھی امید نہ تھی، اور دماغی ترقی کی نئی دنیا اس شان کے ساتھ ترقی کر رہی ہے کہ شکست بیت المقدس کے بعد ایسی ترقی آل اسرائیل کی تاریخ مین کہین نہین پائی جاتی ؛

اولاً یہودی بوجہ قلت تعداد اپنے دشمنون کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور اسلئے اپنی پولیٹکل قوت کا پھر حاصل کرنا اونکے لیے محال تھا یہ مثال مسلمانون پر صادق نہین آتی کیونکہ اونکی تعداد بشمار ہے

ثانیاً اہل اسلام اپنے سپاہیانہ جوش کی وجہ سے ہمیشہ سے ممتاز ہین اور یہ بات کسی دوسرے قدیم مذہب کے ماننے والون مین نہین پائی جاتی۔ اگرچہ لفظ اسلام کے معنی "خدا کی مرضی پر شاکر رہنا" ہین لیکن قرآن مجید مین یہ بھی مذکور ہے "کہ جو لوگ خدا کی راہ مین شہید ہون اونکے لیے بڑا انعام ہے" اس آیت نے لڑائی کو خدا کی خوشنودی کا باعث قرار دیا ہے۔ تقوی اور شجاعت ایسی نیکیان ہین جو ایک دوسرے کو مکمل کرتی ہین یا یہ کہیے کہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہین اسلیے مسلمان اسوقت تک تمام کفار کے ساتھ مخاصمانہ برتاو رکھینگے جب تک کہ وہ آخر کار غیر اقوام کے ماتحتی سے سبکدوش نہ ہون، یہ بات بنی اسرائیل کے نہ کبھی وہم و گمان مین تھی اور نہ اب ہے کیونکہ اونکے اتحاد کی موجودہ تحریک[۱] کا پتہ نہین ہے

[۱] روشن خیال یہودی قومی اتحاد اور زندگی کی ضرورت کو محسوس کرتے ہین کچھ عرصہ سے یورپ مین ایک انجمن قایم ہوئی ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ یہودی نوآبادیون کے لیے اراضی خریدی جاے۔ دولت کے لحاظ سے یہودی آج بھی دنیا بھر مین ممتاز ہین، یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے کروڑپتی یہودی ہا اول اونکی تجویز بیت المقدس اور اسکے ملحقہ اضلاع کے خریدنے کی تھی لیکن ترکون نے صاف انکار کردیا کیونکہ بیت المقدس وہ مکان مقدس ہے جسے مسلمانون نے سو برس کی متواتر لڑائیون کے بعد یورپ کے عیسائیون سے فتح کیا اور لاکھون مسلمان اس شہر مقدس کی خاطر شہید ہوئے۔ تمام یورپ نے متحد ہوکر بیت المقدس کے واپس لینے کی کوشش کی لیکن شیر خدا سلطان صلاح الدین نے اونکو پسپا کیا اور آج تک بیت المقدس مسلمانون کے قبضہ مین ہے پس دنیا کی کوئی دولت اوس خون کا معاوضہ نہین کرسکتی جو مسلمانون نے اسکی فتح مین پانی کی طرح بہایا ہے اور کوئی اسلامی گورنمنٹ بیت المقدس کو مالدار یہودیون کے ہاتھ کسی قیمت پر فروخت نہ کریگی اب یہودی مرکز مین نوآبادی قایم کرنا چاہتے ہین۔ مترجم

نوٹ۔ جنگ عظیم مین بیت المقدس انگریزی، مصری اور ہندوستانی سپاہیون نے فتح کیا اور انگلستان کے زیر سیاست یہودیون کا مسکن قرار دیا گیا ہے۔ مترجم سنہ ۱۹۲۲ء

کہ ممالک دنیا مین نو آبادیان قایم کیجائین جہان مصیبت زدہ یہودی جو منتشر پڑے پہرتے ہین امن حاصل کرین

اب یہ دیکھنا ہو کہ اسلام کیجانتہیں ایسی تبدیلی اور ترقی تمدن یورپ کے اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتی ہو یا نہین اور اگر ہو سکتی ہو تو کب اور کس صورت مین ۔ پچھلے اوراق مین ایک حد تک ان سوالات کا جواب پایا جا چکا ہے ۔ یعنی اسلامی دنیا کے بعض حصے نمایان طور پر مغرب کے قریب کھنیچے چلے ارہے ہین ۔ دوم یہ کہ تحریک اسوقت سرعت کے ساتھ کامیابی حاصل کر سکتی ہے جب آزادانہ طریقہ حکومت اور تعلیم کے بہتر ذرائع مہیا کیے جائین ۔ سوم یہ کہ تمام اسلامی دنیا مین صرف سلطنت عثمانیہ ہی ایسی جگہ ہے جہان پولیٹکل زندگی از سر نو پیدا ہونے کی امید کیجا سکتی ہے بشرطیکہ ترکی گورنمنٹ اور ترکی سوسائٹی اپنی ہمتون کو بلند رکھے اور یورپ اونکو کافی وقت اور موقع دے ۔ حالات موجودہ پر نظر کرنے سے معلوم

لـه دامبری کا یہ خیال بالکل صحیح نکلا سب سے اول تجدید کی صورت ٹرکی مین نظر آئی اور ترکی سوسائٹی نے اپنی ہمت کے جوہر ۱۹۰۸ء سنہ ۱۹۰۹ء مین دکھلائے لیکن یہ امر مشتبہ ہو کہ یورپ جسکی سرلین آنکھون مین نو زائیدہ ٹرکی کانٹے کیطرح کھٹکتی ہو ۔ ترکون کو ترقی کرنیکے لیے کافی وقت اور موقع دیگا یا نہین ہم دیکھتے ہین کہ بلگیریا اور یونان یورپ کے اشارے سے آئے دن دشمنی کا اظہار کرتے رہتے ہین اور کچھ نہین معلوم کہ کسوقت جنگ چھڑ جائے آجکل کی جنگون مین دولت کی جو بربادی ہوتی ہو وہ محتاج بیان نہین کاش یہ دولت جو سامان جنگ درست کرنے مین ترکونکو مجبوراً صرف کرنا پڑتی ہے ، اشاعت تعلیم و تجارت مین صرف کیجاتی ۔ ہمین امید رکھنا چاہیے کہ انگریزون اور ترکون کی دوستی ٹرکی کو قبل از وقت کسی تباہ کن جنگ مین پڑنے نہ دیگی

مترجم

ہوتا ہو کہ اسلامی خود مختار ممالک مین نیز اون ملکون مین جہان مسلمان اقوام یورپی سلطنتون کے سایہ عاطفت مین رہتی ہین تجدید اور ترقی کی تحریک استقلال کے ساتھ جاری ہو- ٹرکی مین جہان بدنظمی خود مختاری اور آئے دن بیرونی مخاصمت رفتار ترقی مین سدراہ ہین، اس تحریک کا آخری نتیجہ مشتبہ حالت مین ضرور ہے - اسمین کچھ شک نہین کہ وہان ترقی اوس حالت مین ضرور ہو سکتی ہو جب کوئی روشن خیال اور عقلمند بادشاہ خود اس تحریک کا سرگروہ بنے اور اپنی پوری قوت اور سرگرمی سے کام لے اور اپنے فولادی ارادے کی مدد سے اصلاحی تحریک کو آگے بڑھائے - یہ کام کسی ہمدرد قوم ترکی بادشاہ کے لیے چندان دشوار نہین ہو کیونکہ ترکی قوم کی وفاداری اور اطاعت شعاری کی کوئی انتہا نہین ہو۔

ہندوستان، مصر اور الجیریا مین بھی آنے والی ترقی کے آثار ابھی سے بین طور پر نظر آرہے ہین، ہندوستان اور مصر مین اسلامی سوسائٹی بیداری کا صاف اظہار کر رہی ہو اور ضروریات زمانہ کو صحیح طور پہ سمجھتی ہے۔ اس وقت اونکی کوشش یہ ہے کہ جدید علوم و فنون اور آزادانہ تحقیقات کو اصول اسلام سے مطابقت دیکر قومی زندگی کا احساس مسلمانون مین پیدا کیا جائے، اور یہ کچھ دشوار نہین ہو کیونکہ اسلام مین بہ نسبت عیسائیت کے اس تحریک کو زیادہ آسانی کے ساتھ ترقی ہو سکتی ہے، علیگڈھ اور دوسرے مقامات مین ایسے مدارس قائم کیے گئے ہین جہان یورپی اور اسلامی علوم و فنون کے مختلف شعبے پہلو بہ پہلو پڑھائے

انگریزی سلطنت کی برکات

جاتے ہین۔ کوشش یہ ہے کہ قرآن مجید کے پاک اصول کا ٹیکا لگا کر جملہ خرابیون
کو جو مسلمانون مین افراط تفریط پیدا کر رہی ہین دور کیا جائے اور برطانیہ
عظمیٰ کی آزادانہ سلطنت کے سایہ عاطفت مین مسلمانون کا ایک گروہ
پیدا ہو گیا ہے جو احکام قرآن مجید پر مضبوطی اور پختگی سے قایم رہنے کے
ساتھ تجدید اور بعض اصولون کی اصلاح کو ضروری سمجھتا ہے، اور اسطرح
یہ گروہ مشرق اور مغرب مین بطور ثالث[ف۱] کے کام کرتا ہے یہ گروہ جسکے
مقاصد اور اصول کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہین روز بروز زور پکڑتا جاتا ہے۔
اور چونکہ محکمہ تعلیمات پر ہندوستان مین انگریزونکی خاص توجہ ہے
اس لیے اسکو اور بھی ترقی اور سرسبزی حاصل ہوگی۔ مین اس
بات کے امکان سے انکار نہین کرتا کہ ہندوستان کے مختلف کالجون
اور یونیورسٹیون سے مسلمان طلبہ کی تعداد مین ہر سال اضافہ اور
اونہین خود شناسی کا احساس ہونے کی وجہ سے آخرکار اونکو قدیم مسئلہ
تقلید کو خیرباد کہنا پڑے گا اور وہ بیرونی دنیا سے سختی کے ساتھ
علیحدگی کو روا نہ رکھینگے۔ نوجوان ہندوستانی مسلمان جو سرگرمی
اور تحصیل علم کی خواہش سے بھرے ہوئے ہین اور یورپی قدیم اور جدید علم

ف۱ اہل یورپ کا خیال ہے کہ مشرق و مغرب کبھی ایک رشتہ تمدن مین منسلک نہین ہو سکتے لیکن علیگڈھ
کی تعلیم نے ان خیالات کو متزلزل کر دیا ہے مسٹر سڈنی لو جنہے ہندوستان کی سیاحت کے بعد اپنی مشہور
کتاب "وژن آف انڈیا" لکھی کہتے ہین کہ جو لوگ یورپ کے متذکرہ بالا خیال کی غلطی معلوم کرنا چاہتے ہین
اونہین علیگڈھ جا کر مشرق و مغرب کے توافق کی زندہ مثال دیکھنا چاہیئے۔ مترجم

علم ادب، فلسفہ، تاریخ اور علوم جدیدہ کے خوان کرم سے سیر ہو رہے ہین
ہرگز آسانی کے ساتھ اسلامی علوم کے روکھے سوکھے ٹکڑون پر قناعت
نہ کرینگے ایک نئی سوشل قوت، نیا طرز زندگی اور خیالات کی نئی دنیا
رفتہ رفتہ پیدا ہو جائیگی بلکہ سچ تو یہ ہو کہ پیدا ہو چلی ہے اور چونکہ تمام مذاہب
لچکدار ہوتے ہین اسلام بھی نیا قالب اختیار کریگا یا یہ کہنا چاہیئے کہ پھر
اپنی ..... اصلی پاکیزگی حاصل کریگا اور اس لیئے تمدن جدیدہ کی تعلیم اور
اثر کو زیادہ آسانی کے ساتھ قبول کرسکیگا۔

ہم جو کچھ ہندوستان مین دیکھتے ہین اوسکا خاکہ مصر مین اور بھی بین تر
نظر آتا ہو۔ اصلاح کا آغاز محمد علیؒ کے وقت سے ہوا اور انگریزی قبضہ کے
زمانہ مین اوسے سرعت کے ساتھ ترقی ہوئی کیونکہ جن امور کو خدیو ان
مصر نے تن تنہا ڈرتے ڈرتے اختیار کیا اوسے انگریزون کے حوصلے اور انکے
بے اندازہ ذرائع اور سرگرمی نے خوب تقویت بخشی۔ انگلستان کی زبردست
مگر عادلانہ گورمنٹ کی وجہ سے معاشری اور دماغی حالت مین جو ترقی ہوئی
ہے وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ بکثرت مصری نوجوان، بالکل یورپی
طریقہ پر تعلیم پاکر، اپنے ملک کی آیندہ سیاسی، تمدنی، اور معاشری،
حالت کو بخوبی محسوس کرتے ہین۔ اور شاید کسیقدر قبل از وقت
آگے قدم بڑھاکر "مصر مصریون کے لیے ہے" کا نعرہ بلند کرتے ہین اور
ابھی سے افریقہ مین آنے والی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا خواب
پریشان دیکھتے ہین۔ اسمین کچھ شک نہین ہو کہ حریت انسان کو اسیطرح

اوج رفعت پر پہونچاتی ہے جسطرح غلامی قعر ذلت مین گراتی ہے ہندوستان مین یورپی وضع کے مولوی اور مصر کے روشن خیال عرب، اس بات کی دلیل ہین کہ خوش انتظامی اور آزادانہ طریقہ گورنمنٹ سے کیسے عمدہ نتائج حاصل ہوتے ہین اور ہندوستان و مصر مین جو کچھ نتیجہ اس قلیل عرصہ مین پیدا ہوا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسلامی ممالک مین اسیوقت ترقی اور اصلاح ہو سکتی ہے جبکہ وہ براہ راست اہل یورپ کے زیر نگین ہوجائین اگر اپنی حالت پر چھوڑ دی جائین تو اسلامی اقوام اپنی موجودہ کاہلی اور دون ہمتی کے غار ہی مین پڑی رہین گی کسی نئی بنیاد پر اپنی سوشل زندگی کی عمارت قایم کرنے کی سکت اونمین باقی نہین رہی ہے جبتک ڈینیوی قوت اور سلطنت کی باگ ایک شخص واحد کے ہاتھہ مین رہے گی اور یہ بادشاہ "خلیفة الله فے الارض" اصلاحات کی ضرورت کو دل سے نہ مان لے اور یہ سمجھ کہ اُسکی مطلق العنانی اور خود مختاری رفتار زمانہ کے سراسر خلاف ہے بطیب خاطر اوس سے دست بردار نہ ہو جائے، آزادانہ اصول کی حکومت کا رواج اسلامی دنیا مین نہین ہو سکتا ؛

مسلمانون کی کاہلی

مغرب کے عیسائی بادشاہ بھی اِن باتون سے بطیب خاطر دست بردار نہین ہوئے۔ اور اب بھی بعض توصیفی جملے جنسے بادشاہون کی خدائی اوصاف ظاہر ہوتے ہین، گذشتہ عظمت کی نشانی کے طور پر قایم رکھے گئے ہین۔ لیکن یورپ کے بادشاہون کا خطاب بائی دی گریس آف گاڈ خلیفة الله فی الارض

مغربی عیسائی سلاطین

کا مرادف نہین ہے۔ اور نہ ایسی معصومیت مراد ہے جسکا مسلمان بادشاہ یا پاپاے روما دعویٰ کرتے ہین۔ ہم مغربیون مین روشن خیالی اور آزادی نے بادشاہون کے ان خدائی حقوق کو گھٹاتے گھٹاتے اونکے جائز درجہ پر پہونچا دیا ہے لیکن مشرق کے مسلمان ابھی تک سیف رسپیکٹ (خود داری) کے اس رتبہ پر نہین پہونچے ہین۔ اور چونکہ اونکے پاس خودداری حاصل کرنے کے ذرائع ابھی تک موجود نہین ہین۔ وہ اہل یورپ کی امداد اور سہارے کے محتاج ہین جسطرح ہم زمانہ گذشتہ مین دماغی تحریک کے لیے قدما کے سرمایہ تحقیق و تدقیق کے دست نگر تھے اور یہ مثال اس ناقابل استرداد واقعہ کا نہایت زبردست ثبوت ہے کہ صرف یورپ کی بلا واسطہ اثر یعنی یورپی سلطنتون کی ماتحتی اور براہ راست حکومت ہین ہے کہ اسلامی مشرق کی تجدید اور اصلاح ممکن ہے۔ صرف اسی حالت مین مسلمانونکو روشن مستقبل کی امید ہو سکتی ہے۔

یہ امر کہ اسلامی ایشیا کو غیر سلطنتون کی اتالیقی مین کبتک رہنا پڑے گا اور سب سے اول اسلامی دنیا کا کونسا حصہ اصلاح کا کام مین کر اسقدر طاقتور ہو جائیگا کہ دنیا کے اسٹیج پر اپنے پیرون کے بل کھڑا ہو سکے، در اصل مسلمان لیڈرون (رہنماؤن) کے ارادون اور قابلیتون پر منحصر ہے۔ اور نیز اس امر پر کہ مسلمان تمدن جدید کے زیر اثر قلیل عرصہ تک رہتے ہین یا دیر تک۔ اسوقت ہمین صرف معدودے چند اشخاص اصلاح کی راہ مین ممتاز نظر آتے ہین اور یہ لوگ

تمدنی ترقی کی منتشر مثالین ہین۔ لیکن کیا کوئی اس مین شک کرسکتا ہے کہ انکی تعداد مین اضافہ ہوگا؟ اور کیا تمدن مغرب کے نونہال اپنی ہم قومون اور ہم مذہبون کی دماغی حالت مین ترقی و اصلاح نکرینگے؟ ہر پلویشا مصر جیسے واقعات کا صحیح علم ہو ہمارے اس بیان کی تصدیق کریگا +

ہم ایک سے زیادہ مرتبہ کہہ چکے ہین کہ اہل روس کی اتالیقی مین مسلمانون کا مستقبل چندان روشن نظر نہین آتا۔ لیکن باوجود اسکے بھی روس کا قہار بادشاہ دماغی ترقی کو روکنے سے قاصر ہے، اور چند آدمی اسمعیل بے غسپرنسکی تاتاری اور محمد فاتح غلمانی جیسے اپنے بھائیون کی نیابت کے لیے کھڑے ہوگئے ہین۔ اور عام رفارمیشن (اصلاح) کا راستہ تیار کرنے مین شب و روز سرگرمی کے ساتھ مصروف ہین +

مغربی یورپ کی ماتحتی مین مسلمان بلاشبہ زیادہ فارغ البال رہینگے کیونکہ وہ وہان آزادی اور تہذیب و تمدن کا سبق سیکھ رہے ہین اور باوجود اس کے کہ اُنکے اتالیقون کی خواہشات یا ارادے مختلف ہین، آخرکار اُنکو بالکل آزادی حاصل ہو کر رہے گی۔ ٹرکی، مصر اور ہندوستان مین اسلامی سوسائٹی کے سرگروہ طریقہ جدید کے جوش مین اسقدر سرشار ہین اور قومی آزادی کے خیالات اُن مین اسدرجہ سرایت کرگئے ہین کہ اُنکا بیخ ذہن سے مٹا دینا قطعی ناممکن ہے۔ ہمارے یورپی حکمران شاید یہ توقع رکھتے ہون کہ اونکی حکومت اسلامی ممالک مین قایم رہیگی لیکن جلد یا دیر ایسا وقت ضرور آنیوالا ہے

زیر حکومت روس مسلمانان روس

اسلامی ترقی کی روز افزونی کا ناقابل شکست ثبوت

جبکہ ہماری تمدنی کوشش ہماری خواہشات کے خلاف نتیجہ پیدا کریگی۔ یعنی ایشیا مین ہمارے پولیٹکل اقتدار کا خاتمہ ہو جائیگا۔ جسطرح معلم اپنے شاگرد کی دماغی ترقی اور پختگی کو روکنے کی قدرت نہین رکھتا اسیطرح جب کوئی اعلیٰ سوسائٹی ادنیٰ سوسائٹی پر اپنا اثر ڈالتی ہے تو نتیجہ پر اوسکا قادر ہونا ناممکنات سے ہے۔ جب کسی تناور درخت سے کوئی بیج زرخیز زمین پر گرتا ہے۔ اول نازک پودھا ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے مضبوط درخت ہو جاتا ہے۔ جو بیج ایک مرتبہ بویا گیا وہ بارور ضرور ہوگا +

جو تماشا جاپان کے اسٹیج پر ہوا، جہان مشرقی شاگرد اپنے مغربی استاد کا نہ صرف ہمسر ہوا بلکہ داؤ پیچ مین اُستاد سے بازی لے گیا، ممکن ہے کہ اسلامی مشرق مین بھی کبھی اسکا ظہور ہو، جاپان کو موجودہ رتبہ اپنے بادشاہ کی روشن خیالی اور خوش نیتی کیوجہ سے حاصل ہوا اگر اسلام اُن بیڑیون کو بارگران سے آزاد ہو جو ظالمانہ حکومت نے مذہبی احکام کی شکل مین اُسکے پیرونمین ڈال رکھی ہین تو ہمارے نزدیک کوئی وجہ نظر نہین آتی ہے کہ مغربی اور وسطی ایشیا کی مخلوق اپنے مشرق بعید کے رہنے والے (جاپانی) بھائیون کی حقوق مین کیون شریک نہ ہون۔ ہمنے ان اوراق مین یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اسلام اصلاح کی صلاحیت رکھتا ہے، اُسکے معتقدین مین رفارم (اصلاح) کی ضرورت کا احساس ہو گیا ہے۔ اور کہین کہین روشنی کی شعاعین اندھیری رات مین نظر آنے لگی ہین۔ ترقی کی رفتار اسلام مین بہ نسبت مذہب جاپانیونکی بہت سست ضرور رہیگی لیکن آخرکار تبدیل و تجدید کا دور دورہ ہو کر رہیگا خواہ ہم (اہل یورپ) چاہین یا نہ چاہین

باب نہم

یورپی قوتین اسلامی ایشیا مین

اوراق ماسبق مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نمایان یورپ استاد اور مغربی تمدن کے علم بردار ہونے کی حیثیت سے ایشیا مین کس قدر اہم درجہ حاصل کیے ہوئے ہین - اور اب صرف اُس پولیٹکل حکومت کا ذکر کرنا باقی رہگیا ہے جو کوئی نہ کوئی یورپی قوم کسی دن اسلامی ایشیا مین ضرور حاصل کریگی - اس لیے مجھے یہان طوعًا و کرہًا سیاسی دنگل مین کودنا پڑتا ہی اگرچہ یہ بحث میرے مرغوب طبع نہین مگر اس بلیے مفر بھی نہین ہی کیونکہ مختلف اقوام یورپ کی نیتین یا ارادے، اور کارروائیان مختلف ہین، اور ہر ایک کے دائرہ اثر پر بحث کرتے وقت ان سب اختلافات کا پیش نظر ہونا لازمی ہے - نیز یہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ہر ایک قوم کتنی مدت سے اصلاح کی راہ مین محنت کر رہی ہے کیونکہ تمدن کے نتائج زیادہ تر مدت کمی یا زیادتی پر منحصر ہوتے ہین -

اس مسئلہ پر بحث کرنا کہ اسلامی ایشیا مین مغربی قوتون کا موجودہ اثر کبتلک قایم رہیگا، اور کیا کیا تبدیلیان ظہور مین آئینگی یا دہی انظرمین اگر جسارت طلب نہین تو جرٲت آزما ضرور معلوم ہوتا ہی لیکن در اصل ایسا نہین ہی، مغربی

اور وسطی ایشیا مین دول عظام یورپ کے موجودہ سیاسی اور اقتصادی حدود و اغراض پر غور کامل کرنے کے بعد اور ہم آسانی کے ساتھ تسلیم کر سکتے ہین کہ ان تعلقات مین فی الحال کوئی اہم اور حیرت انگیز تبدیلی ہونے والی نہین ہے) ہم یہ بات کہنے کے مجاز ہین کہ موجودہ تعین حدود مین کوئی واقعی کمی بیشی اور نقشۂ عالم مین کوئی غیر معمولی تبدیلی پیدا ہونا سردست خارج از بحث ہے

مادی فوائد کے لیے کشمکش بدستور زور شور کے ساتھ جاری ہے۔ اپنے ممالک کی زائد آبادی بسانے اور تجارت کے لئے نت نئے بازار پیدا کرنے کی غرض سے نوآبادیان قایم کرنے کی خواہش جملہ یورپی سلطنتون کے رگ و ریشہ مین پیوست ہوگئی ہے لیکن تسخیر ممالک کا جوش جنگی پیچیدگیون کی وجہ سے کسیقدر سرد پڑگیا ہے - اور اب غالباً یورپ فصل خصومات کی متعلق مین توپ کے کبری اور تفنگ کے صغری کا استعمال نکرے گا۔ جن ممالک کے یورپی اقوام حصے بخرے کر چکی ہین ممکن ہے کہ انہین جزوی اور معمولی قسم کی تبدیلیان اور مصنوعی حدبندیان ہوجائین نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن ممالک مین ابتک ان تہذیب یافتہ اقوام کے قدم نہین گئے ہین وہان اب پہونچ جائین، لیکن جو سلطنتین اسوقت تہذیب پھیلانے کا بیڑہ اٹھائے ہوے ہین انکی ہیئت کذائی مین کسی اہم انقلاب کا ہونا ہمین سردست ناممکن نظر آتا ہے۔

روس کی حدود اسوقت بالطوم سے دلاڈی واسٹک تک اور بحر شمالی سے پیرے پوسس تک پھیلے ہوئے ہین اور ہمین امید نہین کہ جنوب

کیطرف روس اپنے حدود زیادہ وسیع کر سکیگا۔ ممکن ہے کہ روس رفتہ رفتہ شمالی فرات کے صوبجات مین اور ترکی آرمینا مین اپنے اقتدار کو زیادہ مستحکم کرلے لیکن اگر عراق عرب تک بڑھنے کی کوئی تجویز ہوئی تو جرمنی خاموش نہ بیٹھا رہے گا بشرطیکہ کوئی زبردست ترکی گورنمنٹ اپنے حقوق جتانے کے لیے نہ کھڑی ہوجائے۔ لیکن یہ بالکل یقینی ہے کہ روس ارکیسز سے بحیرہ یوروسیا کی جانب ایران کی شمالی سرحد پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہان اب بھی اوس کا اقتدار ایک حد تک پایا جاتا ہے بڑھتا آئے گا۔ اور یہان سے کوئی حریف سلطنت روسیونکو بآسانی نہ ہٹا سکے گی۔ جیساکہ ہم پہلے کہہ چکے ہین اگر کوئی ان ہونی بات نہ ہوجاے تو ایران، روس اور انگلستان کے درمیان تقسیم ہوجائیگا۔ شمالی حصہ پر روسی قابض ہوجائینگے اور جنوبی حصہ انگریزون کے زیر نگین ہوجاے گا۔ اس تقسیم مین تھوڑی بہت جو دقت ہے وہ سرحد کے متعلق ہوسکتی ہے یہ سوال کہ روس مشرق کی جانب افغانستان کے راستے سے دریا ر اکسس کے کنارے کنارے ہندوکش تک

سلہ ہم دیکھتے ہین کہ کچھ عرصہ سے اہل جرمنی ریلون اورکانون کے اجارون کی بدولت ایشیار کوچک اور عراق عرب مین اپنا اقتدار روسیون کے خلاف جماتے پھر رہے ہین چنانچہ بغداد ریلوے کا اجارہ بھی اہل جرمنی نے حاصل کیا ہی لیکن اب نوجوان ترکونکی مضبوط گورنمنٹ قائم ہوگئی ہی جو ان منصوبون کو تہ و بالا کردیگی۔ نوزائد گورنمنٹ کی قوت ابھی سے محسوس ہورہی ہی۔ مترجم۔

پہونچ جائیگا اور اسطرح سرحدی کمیشن مامورہ ۱۸۹۵ء کے قائم کردہ حدود سے متجاوز ہو جائے گا، تمدنی اثر کے مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہین رکھتا بلکہ پولیٹکل بحث سے وابستہ ہے یہان صرف اسقدر کہنا مقصود ہے کہ جنوب کی طرف مقبوضات بڑھانے کی ہوس مین روس ایک عظیم الشان اور عالمگیر جنگ کا خطرہ برداشت نکرے گا اس وجہ سے کہ ایشیا مین روسی اقتدار صرف اندس (ہندوستان) کی جانب زیادہ بڑھنے پر منحصر نہین ہے۔ دوم یہ کہ ہندوستان کا ایک حصہ قبضہ مین آجانے سے خزانہ کو چندان نفع نہ پہونچے گا۔ سوم یہ کہ ایسی تجویز کے یہ معنی ہونگے کہ انگریزون کا ہندوستان سے اخراج ہو جائے اور اس وجہ سے ایسی مشکلات اور پیچیدگیان حائل ہین کہ اسکی کامیابی تقریباً ناممکن ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک روس چین کے ساتھ ایسی روک تھام اور احتیاط کو مدنظر نہ رکھیگا۔ یا اگر موقع ملے تو مشرقی ترکستان کا الحاق کرنے مین پس و پیش نہ کرے گا جہان کہین محض ایشیائی اقوام سے سابقہ ہے، وہان یورپی سلطنتون کے حوصلے اور جوع الارض کی کوئی حد نہین ہے۔ لیکن جہان دو یورپی قوتین یکسان حقوق کے ساتھ ایک دوسرے کے مدمقابل ہوتی ہین تو خاص درجہ کی احتیاط اور دوراندیشی سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور چونکہ بزور شمشیر کسی مسئلہ کو طے کرنے کی جانب سے اہل یورپ متنفر ہوتے

لہ جنگ عظیم نے ثابت کردیا کہ مسائل کے طے کرنے مین یورپی اقوام اب بھی نہ صرف شمشیر بلکہ زہریلی گیس جیسی شیطانی چیزیں اپنی دشمنی کے خلاف استعمال کرنے مین پس و پیش نہین کرتین۔ مترجم ۱۹۲۲ء

جاتے ہین اس لیے امید ہی کہ روس اور انگلستان کے باہم جنگ کی مصیبت پیش
نہ آئیگی ٭

انگلستان تو کسیطرح نہین چاہتا کہ اپنے حریف روس کے مقابلہ مین تلوار
کے فیصلہ پر رضامند ہو۔ اور نہ انگریز خواہشمند ہین کہ سلطنت ہند کے حدود
ہندوکش تو بہت دور ہین کوہ سلیمان سے بھی متجاوز ہون برخلاف اسکے وہ
ہندوستان کی حفاظت کے لیے افغانستان کے پہاڑون مین قلعے اور مورچے
قایم کرنیکے خیال سے لرزتے ہین۔ حال مین انگریزون نے جو فوجی دستے جنوبی
اور جنوب مشرقی ایران بھیجے ہین انہین کسی خونخوار جنگ کا پیش خیمہ نہ سمجھنا
چاہیے بلکہ یہ کارروائی معائنہ کی غرض سے کی گئی ہے تاکہ ایک سرحدی خط
قایم ہو جائے جو ہندوستان کی حفاظت کے لیے ازبس ضروری ہی حفظ ماتقدم
کی اس کارروائی سے انگلستان بخوشی دست بردار ہو جاتا اگر آیندہ واقعات
کے متعلق ایسے امور پیش آئے کہ انگلستان کو مجبوراً یہ طرز عمل اختیار کرنا پڑا۔
اگر ایران مین اپنا کاروبار سنبھالنے کی صلاحیت ہوتی اور سلطنت ایران
کے زوال کی وجہ سے انگلستان کو جنوب مین خطرون کا سامنا نہ ہوتا
تو لندن اور کلکتہ کے مدبر ہرگز ایران کے معاملات مین مداخلت
روا نہ رکھتے لیکن جب کسیکے پڑوسی کا گھر جلنے لگتا ہی تو اوسے بھی اپنے
اساس البیت کی دیکھ بھال کرنا لازم آتی ہے اور اسی قسم کی ضرورت
نے اکثر امن پسند یورپی اقوام کو اپنے ایشیائی پڑوسیون کے معاملات
مین دخل اندازی پر مجبور کیا ہی۔

انگلستان کے ارادون کو بعض لوگ خطرناک سمجھتے ہین

پہلے انگلستان کی نیت اور قسم کی تہی مگر اب وہ مطمئن ہو گیا ہے اسنے اب جدید فتوحات حاصل کرنے کی خواہش نہین ہو انگلستان اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھے گا، اگر وہ سب ممالک جو اتبک اس کے تمدنی اثر مین آئے ہین بامن وعافیت اوس کے قبضہ مین رہین۔ اور جنہین اپنی کوشش اور محنت سے مادی اور دماغی ترقی دینا ممکن ہے۔ اسلامی ایشیا مین جہان کہین انگریز اضافہ ملک کا خیال کرتے ہین دراصل اونکا مقصد سرحد کو مستحکم کرنا ہوتا ہے تاکہ اونکی سلطنت مین امن وامان قایم رہے۔ کم از کم خلیج عمان اور عرب مین انگلستان کی یہی حکمت عملی ہے لیکن وہان جنوبی یمن کی ردی حالت انگریزون کے لیے خطرہ کا باعث ہے اور بدقسمتی سے ترکی گورنمنٹ کو اوسپر امن قایم کرنے کی کافی قوت حاصل نہین ہے، بعض لوگ انگلستان کی ہر ایک کارروائی کو شبہ کی نظر سے دیکھنے پر ہمیشہ آمادہ رہتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ انگلستان تمام عربستان کے فتح کرنے کی پوشیدہ تیاریان کر رہا ہے اور یہ کہ شاہ انگلستان جنکی رعایا مین مسلمان دوسرے سلاطین کی بہ نسبت بہت زیادہ ہین زمانہ آیندہ مین محافظ وحامی حرمین شریفین ہو جاینگے۔ وہ یہ بہی کہتے ہین کہ ظاہری طور پر عرب خدیو مصر کے قبضہ مین دیدیا جائیگا کیونکہ سلطان سلیم ثانی نے مصر ہی سے خلافت ابتدا رحاصل کی تہی مگر اصل انتظام اور حکومت انگریزون کے ہاتھہ مین رہیگی۔ یہ خیال شیخ چلی کا منصوبہ

کیون نہ ہو لیکن اگر ایسے واقعات پیش آئین تو اسلام کا کوئی نقصان متصور نہین ہے - کیونکہ جب ہم ترکی اخبارون مین مکہ اور مدینہ کی پولیٹکل حالت کی خرابی کے حالات پڑھتے ہین کہ شریف عون الرفیق جو آل پیغمبر سے ہے عمال سلطنت سے ملکر بیکس حاجیونکو کس بری طرح لوٹتا کھسوٹتا ہو اور تنگ کرتا اور اُن کے پریشان کرنے اور مال چھیننے مین کوئی زیادتی اوٹھا نہین رکھتا تو ایسی ستم رسیدہ سوسائٹی کا کسی انصاف پسند انسان دوست اور منضبط گورنمنٹ کی ماتحتی مین آنے کو ہم چندان تکلیف دہ نہین خیال کر سکتے اگرچہ وہ گورنمنٹ عیسائی ہی کیون نہو لیکن ہم ان بیکار مباحث مین پڑنا نہین چاہتے اور صرف اسقدر کہتے ہین، بشرطیکہ ظاہرا باتین دھوکے مین نہ ڈالین، کہ انگلستان اور رُوس نے اسلامی ایشیا مین اپنے فتوحات مکمل کر لیے ہین، اور دونون قومین اپنے اپنے دائرہ اقتدار اور اثر مین صرف اپنی طاقت مستحکم کرنے اور رعایا مین تعلیم پھیلانے سے سروکار رکھین گی +

شریف حسین کی زیادتیان

اب صرف ایک تیسری یورپی قوت کا ذکر کرنا باقی رہگیا ہو جو حال مین بحیثیت علمبردار تمدن، اسلامی مشرقی ممالک مین نمودار ہوئی ہے اور جو بوجہ اپنی قوت، وسعت اور اعلےٰ قابلیون کے بھی توجہ کی مستحق ہے - ہمارا اشارا سلطنت جرمنی کیطرف ہے - اسلامی ممالک مین ابھی تک جرمنی کا تمدنی اثر ابتدائی حالت

جرمنی اور اسلام

بین ہے۔ لیکن باوجود ہر قسم کی مشکلات کے جو اُسے ہر چہار طرف
سے گھیرے ہوئے ہین، اُسکے مستقبل کی اہمیت کے اندازہ مین کمی
نہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایشیا مین تمدن پھیلانے والی اقوام کی جماعت
مین جرمنی اس قدر دیر مین شامل نہ ہوتا، اور اگر جرمنی اہل مشرقی
دنگل سے قریب تر ہوتے تو یہ قوم اپنی صنعت، ریاضت اور
جامعیت کا اثر زیادہ جلد اور زیادہ بہتر شکل مین ظاہر کر سکتی تھی
جرمنی اور ایشیا کے مابین اسقدر ممالک حائل ہین کہ باوجود قسطنطنیہ
و بغداد ریلوے کی تکمیل کے بھی جرمنی تمدن کو نہ صرف اپنے حریفون
ہی سے سخت مقابلہ پیش آئیگا بلکہ باشندگانِ ایشیا کی تنگ خیالی اور
تعصب کے ساتھ بھی سخت جنگ و جدل کرنی پڑیگی۔ کیونکہ فرانسیسی،
انگریز، نیمسہ[1] اور روس کے نام سے ترک، کرد اور عرب عرصہ سے
بخوبی آشنا ہوگئے ہین، مگر، الیمان، (جرمنی) ابھی تک بہت کم
مروج ہوا ہے، اور اس سے آشنا ہوتے ہوئے اہل ایشیا کو مدت
درکار ہے۔ مشرقیون کے لیے کسی مشہور مگر قدیم لفظ کا ترک کرنا اور
جدید لفظ کو اختیار کرنا نہایت مشکل ہے اسکی مثال لفظ، جنویہ
سے پائی جاتی ہے۔ ترک قدیم آثار اور عمارات کو "جنوبیر" کہتے
ہین کیونکہ از منہ متوسط مین اہل ایطالیہ صناعی اور فن تعمیر وغیرہ مین
اُستاد مانے جاتے تھے۔ انگریزون کا مقولہ ہے "تجارت جھنڈے کے

[1] ترکی مین نیمسہ اوس ملک کا نام ہے جہان اب موجودہ

ساتھ ساتھ بڑھتی ہے" اور چونکہ جرمنی کے قبضے مین ابھی تک کوئی ملک نہین
آیا ہے اور صرف تجارتی اغراض اُسکے مدنظر ہین، اور نہ وہ اپنی قوت کا
اظہار موجودہ حالت مین کر سکتی ہو اور نہ کرنا چاہتی ہے، اس لیے اُسکے
تمدنی اثر کی رفتار مغربی ایشیا مین لامحالہ نہایت سست رہیگی۔ اور خلق اللہ
کے نفع کے خیال سے یہ امر قابل افسوس ضرور ہے۔

اس کے برخلاف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جرمنی اناطولیہ پر قبضہ
کرنے کی فکر مین ہے۔ اور ریلوے اسٹیشنون کے متصل اہل جرمنی
کی بستیان ترقی کرتے کرتے نوآبادیان ہو جاینگی اور یہ نوآبادیان
بالآخر تمام اناطولیہ کو جرمنی قبضہ مین لے آینگی۔ لیکن جو لوگ ایشیا
سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہین، اونکو اس خیال کی لغویت پر غور
کرنا چاہیے، اس سے صرف اُن لوگونکی ناواقفیت اور معاملات
سے بیخبری ثابت ہوتی ہے۔ سب سے اول جرمنی نوآبادیون
کے باشندون کے لیے ایشیائی باشندون پر غلبہ پانے اور اپنی تجارتی
پیدا کرنے کے لیے سالہا سال کی مدت درکار ہے۔ یہ سچ ہے کہ اہل
روس نے جنوبی والگا۔ اور کریمیا مین ایسا انقلاب قومیت پیدا
کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن یہ سب اس وجہ سے
عمل مین ہوا کہ ان صوبجات مین خانہ بدوش قومین آباد تھین جنکی
کوئی خاص معاشری عادات و مراسم نہ تمدنی خواہشات راہ مین حائل تھین۔
ایشیا کوچک کی حالت اس سے مختلف ہے جہان مستقل آبادیان صدیون سے

قایم ہین اور اسلیے اہل جرمنی[1] کا غلبہ پانا یا اناطولیہ کے بوقلمون باشندونپر جرمنی رنگ چڑھانا خارج از بحث ہے ۔

یورپ اور ایشیا کے تعلقات

یورپی تمدن کے نائبین کا مستقبل اسلامی ایشیا مین خواہ کچھ بھی ہو ۔ اونہین چاہیے عرصہ دراز تک اونکا اقتدار دنیاے قدیم کے مختلف حصص مین وسعت پائے ، اور اونکے زیر سایہ ، تہذیب ، امن و عدل کو ترقی ہو ، ہر شخص کو یہی امید رکھنا چاہیے کہ اون کے باہمی تعلقات مین کسی قسم کی خرابی واقع نہ ہوگی تاکہ ہر ایک قوم اپنے خیال کے موافق بہ آسانی دنیا کو نفع پہونچائے جو مدتونکی بدنظمی ، جہالت اور ظلم کی وجہ سے برباد ہو رہی ہے ، اور ایشیا مین خلق اللہ کی خستہ حالی کا خاتمہ ہو جائے ۔ آجکل پولیٹکل امور پر جو تیز مباحثہ ہو رہا ہے اوسکے خیال سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے توقعات کا پورا ہونا ممکن نہین ہے لیکن جو لوگ ایشیا کے بعض حصون کی حالت زار سے واقف ہین ، اور جنھون نے وہان کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے اور اصلاح کو ترتیب کے ساتھ رواج دینے کی ضرورت اور امکان پر یقین رکھتے ہین ، وہ سمجھتے ہین کہ یورپی تمدن پھیلانے والون کی کوشش سے نہ صرف اہل ایشیا کو فائدہ پہونچے گا بلکہ یورپ کا نفع بھی سراسر متصور ہے ، جسقدر جلد پرانی دنیا کے تباہ شدہ ممالک مین از سر نو جان پڑ جائے اوسی نسبت سے

[1] جرمنی اپنا تسلط پورے طور پر ایشیا کوچک مین جمانے بھی نہ پایا تھا کہ ۱۹۱۴ء مین جنگ عظیم شروع ہوگئی اور ۱۹۱۸ء کی شکست نے اس قوم کی ہوس ملک گیری کا شاید ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا ۔ مترجم ۱۹۲۲ء

یورپ کی تجارت اور صنعت کا میدان زیادہ وسیع ہو جائیگا۔ زمین کی دولت اسوقت پوشیدہ ہے، زیادہ کثرت سے حاصل ہو گی جب متعصبین جوش مین آکر بیان کرتے ہین کہ اہل یورپ کے تمدن کی بدولت ایشیا مین افلاس اور خستہ حالی کو ترقی ہو گئی ہے اور مغربیون کا مشرق مین آنا خلق اللہ کے لیے لعنت کا باعث ہوا ہے، تو ایسے خیالات کی مجذوب کی بڑ یا اصلی حالات سے ناواقفیت پر مبنی سمجھنا چاہیئے۔ جس کسی ملک مین اور جس صورت سے دنیاے جدید کے تمدن نے اپنا اثر ڈالا ہے ممکن ہے کہ تبدیلی کے زمانہ مین وہان کی معاشری اور اقتصادی زندگی مین عارضی ہلچل پیدا کی ہو لیکن جسوقت امتحان کا زمانہ گذر گیا امن، مرفع الحالی اور قناعت نے دخل پا لیا۔ اور اگر افلاس کی مثالین باوجود خوش انتظامی کے بھی کہین خال خال نظر آتی ہین تو بہ نسبت اُس زمانہ کے بہت کم تکلیف دہ ہین جبکہ خود اہل ملک کے ہاتھ مین نظم و نسق تھا اگر کوئی شخص تعصب کی وجہ سے آنکھون پر جان بوجھ کر پٹی باندھ لے تو البتہ ممکن ہے کہ ایشیائی دنیا کے مقابلہ مین اہل مغرب نے جو سرگرمی اظہار کی ہے اسکی خرابیان نظر آئین۔ کیونکہ یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ یورپ کے بعض نائبین اصلاح کی خدمات بجا لانے کے لیے کافی طور پر تیار نہین ہین یا یہ کہ صرف مادی اغراض پیش نظر رکھتے ہین، ہم دیکھتے ہین کہ اہل ایشیا کو بہت کم قیمت اون برکتون کے معاوضہ مین دینا پڑی ہے جو عدل و انصاف کے قایم ہونے سے اہل ملک کو حاصل ہوئی ہین یہ اعتراض

یورپ، اقتصاد اور افلاس

کہ تمدن یورپ کے علمبردار اُن ممالک کو جو اُنکے ظل عاطفت مین آتے
ہین بجاے حریت عطا کرنے کے اونھین اپنے ذاتی مفاد کے لیے استعمال
کرتے ہین اور جو فوائد مفتوحہ ملک سے حاصل کرتے ہین اُنکا مناسب
معاوضہ ادا نہین کرتے ۔ غیر متعصب نکتہ چینون کے نزدیک قابل توجہ
ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ ایسے بیجا اعتراضات سے خود یورپ کے اغراض
ومقاصد کو نقصان عظیم پہونچتا ہے ۔ رُڈیرڈ کپلانگ نے ”گورے
آدمیون کے بوجھ کی“ بابت جو کچھ کہا ہے لفظ بہ لفظ صحیح ہے ۔ کیونکہ
اہل مغرب کو منطقہ حارہ کے جھلسنے والی تپش اور گرمی مین جو محنت شاقہ
کورانہ تعصب اور قدامت پسندی سے لڑنے مین کرنی پڑتی ہے
کسیطرح خوشگوار کام نہین ،،

حالات موجودہ کی جو تصویر ان اوراق مین کھینچی گئی ہے اوس سے
صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے تمدنی اثرات کو اسلامی ایشیا مین
چندروزہ اور غیر مستقل قرار دیے تو اس سے بڑھکر کوئی ناانصافی نہین
ہوسکتی ۔ برعکس اِس کے ہم نے بحیثیت مصلح اور اتالیق کے اپنے کام
کی ابھی صرف ابتدا کی ہے ہمارے شاگردون نے اپنی فطرتی ذہانت
اور قابلیت کی بدولت کہین کہین ترقی کے آثار ظاہر کیے ہین لیکن
اونھین بلا ہمارے سہارے چلنے کی قوت ابھی مدت دراز تک حاصل
نہ ہوگی ۔ اور منزل مقصود پر اپنے پانون کے بل پہونچنے مین بہت
وقت صرف ہوگا ۔ رفتہ رفتہ وہ وقت بھی ضرور آئیگا کہ اہل ایشیا

کو ہماری اتالیقی کی ضرورت نہ رہے گی - اگر اہل یورپ چاہتے ہین کہ ایشیا ترقی یافتہ ہونے کے بعد، اپنی چھوٹی بہن یورپ کو حقارت اور غصہ کی نظر سے نہ دیکھے، تمدن اور یورپ کے علمبرداروں کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو اُس اعلیٰ مشن کا اہل بنا دین اور یورپ کی موجودہ تہذیب و تمدن کے علم کے پرچم کو محض مادی اغراض کی وجہ سے خراب نہ کرین ؎

یورپ کا فرض

بعض اوقات زمانہ گذشتہ پر نظر کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپکو دُہراتی ہے، اور جسطرح سلطنت روما کو اُن وحشی اقوام نے جنھین اہل روما نے اپنی تہذیب و تمدن کے راز سے آشنا کرنے کی کوشش کی تھی بالکل نیست و نابود کر دیا، اسیطرح ہمارا موجودہ یورپ بھی قوت و اقتدار کسیدن اپنے شاگردون کی تعداد کثیر کے زیر قدم پائمال اور خوار ہو کر رہے گا۔ اس خیال کی تائید مین جاپان کی مثال پیش کی جاتی ہے جو معجزہ کی طرح یکایک میدان مین آموجود ہوا، اور ییلو پیرل (زرد خطرہ)[1] کا بھوت ڈرانے کے لیے ہمارے سامنے کیا جاتا ہے - مین اس مسئلہ پر پہلے ہی اپنی راے ظاہر کر چکا ہون اور اس لیے یہان صرف اسقدر اضافہ کرنا چاہتا ہون کہ اسلام

[1] بعض مبصر جاپان کی ترقی کو دیکھکر خیال کرتے ہین کہ زرد رنگ کے جاپانی اور چینی ترقی کرنے کے بعد یورپ کے مقابل نکلینگے مترجم

[2] دیکھو کتاب پروفیسر وامبری موسومہ ییلو پیرل اے کلچرل اسٹڈی مطبوعہ بدالسپتہ ۱۹۰۴ء

کے بیے جاپان جیسے نتیجہ پر پہونچنا ابھی بہت دور ہے" ایمان والے مسلمانون کے نزدیک قرآن پاک کے الفاظ "جلدی کرنا شیطان کا کام ہے ٹھہر کر چلنا خدا کو مقبول ہے" اتمام حجت کے لیے کافی ہین انکے یہان ہر چیز کی رفتار نہایت سست اور خاموش ہے اگرچہ جا بجا ترقی کے کچھ آثار نظر آنے لگے ہین تاہم انقلاب کلی ابھی بہت دور ہے اور اسلامی ایشیا مین ہمارے اثر کی ابھی کوئی حد و معین نہین ہوسکتی +

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُوْلِی الْاَبْصَار

DUE DATE